صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
			خونِ گرہ	۴۱	۱۴	نہیں	نہیں ہی
			خون	״	۱۷	واہ	وہ
			جلتے	״	״	جیا	حیا
			بہی	۴۲	۳	کہبش	کہیں
			پردہ	۴۳	۱۷	ل	ٹل
			برق دش	״	۱۹	سئے	مرئے
			بنتے	۴۴	۹	من	سُن
			نقش	۴۵	۳	سیں	ہیں
			ابوالہوس	״	۶	کہر	گہر
			رشکتے	״	۸	عذاب	عذاب
			بجبیں	۴۶	۱۴	بردہ دارد	بردہ دار
			لو	۴۸	۱۹	دشتی	دبتی
			ہنس	״	״	یار	مار
			ہیں	۵۱	۹	ایاقوت	یاقوت
			کس	۵۴	۲	خوں	خون
			جنبش	״	۱۴	نہ خم	یہ خم
			جب سے	۵۵	۱۲	حمد	محمد
			یاد آئے	״	۱۷	شرمگی	شرمگی
			شیشہ	״	۱۸و۱۹	۱۸-۱۹	۱۸ و ۱۹
			تو	״		ہیں ہے	زباں میں تیرے
			نہ آئے کہیں موت			لک ہے کہ	لکنت ہے کہ
			بیزار	۵۷	۴	ہیں	نہیں

غلط نامہ کلیات شعلہ حصہ دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۸	وار	دار	۱۸	۱۸	آرو	آرزو
۴	۱۴	ین	میں	۱۹	۳	بڑوی	بُروی
۵	۱۴	دمن	دمن	″	۹	آسنئے	آئینے
۸	۱۲	ماکہن	ماکھن	″	۱۰	دلشن	دلنشیں
۱۰	۴	اودہار	اودھار	۲۱	۱	نیہن	نہیں ہے
۱۱	۱۳	کسی	کسی	″	۹	افشانی	افشانیٔ
″	۱۷	نختی	بجتی	″	۱۰	نہیں	تھیں
۱۲	۱۸	م	نام	″	۱۹	گیروہ	گروہ
۱۴	۸	سطحہ	سطحہ	″	″	سُخن	سَخُن
″	۱۲	مہ وشانکا	مہوشانکا	۲۲	۱۳	اد	آد
۱۵	۲	سر	سُر	″	۱۴	فراموشی	فراموشی
″	۳	غارت	غارتِ	″	۱۶	دانستہ کئی کی	دانستہ کئی کی
″	۴	اندازنے	اندازنے	۲۳	۷	گدائے	گدائے
″	″	دمساز	دمساز	۲۵	۷	دل دلدادوں	دلدادوں
۱۷	۳	اکھیلیوں	اٹکھیلیوں	۳۱	۹	لبہ میں	لباس
″	۱۷	پیگاں	پیکاں	۳۲	۱۰	بتادے	بتادے
۱۸	۱۷	حدنپ	حدیث	۳۳	″	صحرائی	صحرائے
″	″	ہے سب	سبب ہے	″	۱۹	تازوادائی	تازواداے
″	۱۸	لس	کس	۳۴	۱۸	جبیں	جلیس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۵	۱۶	نراین	نارائن	۱۱۵	۱	وہام	دہام
۹۶	۸	حیر	خیر	″	۱۴	برج دہول	برج دہول
۹۷	۱۵	غفتوں	غفلتوں	″	″	پراتھنا نہیں وہ	پراتھنا نہیں وہ
۹۹	۱	لطاموں	لقاؤں			سب	سب
″	۳	بیں	میں	″	۱۶	وہ دولت	وہ دست
″	۷	جھلنے	چھلنے	″	۱۷	مسرہے	میسر ہے
″	۱۷	ترابوں	شرابوں	۱۱۸	۶	سناتن کی جے	سناتن کی
۱۰۰	۵	میں	میں				ہو جے
″	۱۴	یہ	یہ ہے	″	۱۷	مت	ست
″	۱۶	جرات	جرأت	۱۱۹	۶	سب سبکو	سبکو
				″	۶	گلاب تاج	گلاب تاج
۱۰۱	۱	کٹھنے	گھٹنے	۱۲۰	۵	جلدان	جل دان
″	۲	ہٹنے	ٹھٹنے	۱۲۲	۶	پتی برتا	پتی برتا
″	۱۰	چکنا	چکھا	۱۲۴	۹	سجدہ	بہ سجدہ
″	۱۲	کرنیکے	کرینگے	۱۲۵	۳	در	دُر
۱۰۲	۱۵	انسان	انساں	″	۴	جسپہ	جسپہ
۱۰۳	″	میں	میں	″	۱۱	اک	ایک
″	۱۶	لیوانا	گنوایا	″	۱۲	راک	راگ
۱۰۶	۴	بری نغمہ	تیری یہ نغمہ	۱۲۶	۸	عندی	ٹھنڈی
۱۰۸	۸	الپس	آپس	″	۱۷	بہیم	بھیم
۱۱۲	۸	یکی	یہی	″	۱۹	اودہر موسے	ادہر موسے
۱۱۳	۴	کس	مجتبیں	۱۲۷	۳	برصہ	برھہ
″	۵	ایک ایک	اک اک	۱۳۲	۶	سمیں	سمے

۹۶ ۱۵ حسن جشن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸۵	۸	دہول	دھول	۱۹۴	۱۶	ہیں	ہیں
رر	۱۰	دہڑک	دھڑک	۱۹۵	۱	بکہار	بکھار
رر	۱۵	دہری	دھری	رر	۱۳	اُنکر	آنکر
۱۸۶	۱۰	دہینہ	دھینہ	رر	۱۶	چھائی اور	چھائی ناو
رر	رر	بدہو	بدھو	رر	رر	سجھائی	سجائی
رر	۱۱	دکہوں	دکھوں	رر	۱۷	سنوبہت	سنوبھت
رر	۱۳	برہمہ	برھمہ	رر	رر	جڑہی	جڑھی
رر	۱۴	برہمہ	برھمہ	۱۹۷	۵	بلوبادن	بادبان
رر	۱۶	گہر	گھر	۱۹۸	۱	گرام باسی	گرام باسنی
رر	۱۹	لچہمن	لچھمن	رر	۱۰	مُسکا	مسکاکے
۱۸۷	۵	ہوتب	ہوتیہ	۱۹۹	۱	راستہ	رستہ
رر	۱۰	بہر	بھر	۲۰۰	۱۸	پہل	چھل
۱۹۰	۱۳	چہٹنے	چھٹنے	۲۰۲	۴	کیوں	کون
رر	۱۸	نیترونکو	تیرونکو	رر	۵	نہیں	کہیں
۱۹۲	۵	پکاریں	پچھاریں	رر	۷	دکے	دئے
رر	۱۵	ٹکل	نکُل				
۱۹۳	۱۹	قدم	ہر قدم				

یا فتاح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں جیسا ہوں اس دیارِ عالی مقام کا
کعبہ جہاں جواب ہے ترے سلام کا

سنگِ رواں ہے کس بتِ محشر خرام کا
نقشِ قدم نہیں ہے قیامت کے نام کا

کیا پاس غیر قصد ہے گر قتلِ عام کا
ایک مردہ دور رکھ دو مسیحا کے نام کا

اے ہمرہانِ منزلِ مقصود مرحبا
چمکا کلس وہ روضۂ دار السلام کا

خنجر سنبھالے ہے تسلیم خم ہیں ہم
گردون جواب لیکے اُٹھے کی سلام کا

یہاں اور آرزو ہے وہاں اور آرزو
دل میرے کام کا ہی نہ دل کے کام کا

کیا انتخاب کیجئے مضمونِ نقشِ ماہ
گردوں ہے حاشیہ ورقِ ناتمام کا

خاکِ لحد سے گور میں پیدا [illegible]
صبح وطن ہیں رنگ ہے غربت کی شام کا

وہ اور کسی سے وصل کے وعدہ کی پختگی
اے دل برا ہو تیرے خیالاتِ خام کا

پہونچے لحد سے [illegible] نالہ ہائے دل
زینہ زمیں کی تہ میں ہے گردوں کے بام کا

پھیکا نہ کیوں ہو ذائقہ آبِ حیات کا
ساقی کے پاس عطر ہے قند و نبات کا

لیے بات وہ الجھتے ہیں حسرت کے ذکر سے
یہاں تار بند لگیا ہے گریباں کی بات کا

فرصت شگفتگی کی نہ پائی کہ مٹ گیا
غنچہ تھا میں بھی کس چمن بے ثبات کا

بخت سیہ نے کام دیا کیا شبِ وصال
ان کو میری سحر پہ بھی دھوکا ہے رات کا

ہوتے دو کشتگان لبِ شکریں کو دفن
مٹی خراب ہو گئی قند و نبات کا

پھر پھر گئے رنگ پیکر تصویر میں تیرے
منہ چومتا تھا خامہ قدرت دوات کا

نکلی نہ روح توڑ گئے ایک ایک بند کو
ثابت کہیں اترتا ہے جامہ حیات کا

ہیں اور ہاں لوں تیرے جلوہ کی تاب کو
شعلہ اور اعتبار ہو موسیٰ کی بات کا

اے جنوں سے گلشن ایجاد ویرانہ میرا
اُس کا دیوانہ ہوں اک عالم ہے دیوانہ میرا

باعثِ آرائشِ گیتی ہے ویرانہ میرا
تل مکرو ئے زمیں کا ہے یہ خانہ میرا

ہوں میں عشق روزِ ازل سے جلوۂ دیدار پر
طور کی تقریر تھی گویا ایک افسانہ میرا

بات چھیڑی ہے تو کہنے دیجیے افسون الفت
نیند اڑتی ہے تو سن لیجیے افسانہ میرا

اے نشاط حرص قسمت خوں بہا ہی جگر دے
آسماں کے ساتھ گردش میں ہے پیمانہ میرا

میں ہوں کشتہ نامرادی ہوں ہی مانا ہیں کہ ہے
برقِ خرمن سوز کا مشتاق ہے دانہ میرا

ہے سرورِ بادۂ الفت بہار بے ہوشی
بیخودی دو جہاں سے دور ہے پیمانہ میرا

سب یہاں پر جیتے جی سے گئے دنیا میں [illegible]
کون ہے تیرا یگانہ کون بیگانہ میرا

ہے سرورِ بادۂ رنگیں سخن سازی میری
نیچ بحر سے ہے شعلہ شعر مستانہ میرا

یہاں کسے ہے دماغ نکہت گل
آخر آئے میری عیادت کو
زخم دل پر ذرا نمک چھڑکو
بت پرستی کوئی گناہ نہیں
مر گئے ابتدائے عشق میں ہم
کیا کروں اس کا کچھ علاج نہیں

دم میرا جنبش صبا نکلا
درد دل خوب جانفزا نکلا
پھر بھر آیا تو کیا مزا نکلا
میں اگر بندۂ خدا نکلا
آسماں کا نہ حوصلا نکلا
غیر بھی درد آشنا نکلا

شعلہ پہلو میں مجھ تو جھگڑا ہے
دل بے تاب کیوں خفا نکلا

دل کیا کیا تھی جو حرف فغاں رہا
قالب غبار سرعت عمر رواں رہا
شب بھر خیال گیسوئے عنبر فشاں رہا
کیا کیا نہ کاوشوں پہ میرے آسماں رہا
ہیں وہ ہی شوخیاں کف نقاش میں ترے
گویا بے جواب وہاں مہر لگ گئی
محشر بھی کوئی در دے جو اٹھ کے رہ گیا
لپٹے بھی ہیں مگر مجھے چھوڑنے نہ دی کمر
مجنوں سے کٹ کے پڑ گیا لیلیٰ کا ساربان
ان کے جوان ہو نہیں سکتی سال بھر کی دیر
وہ حرف ہوں کبھی جو مکرر نہ ہو سکا

گھر میں ذرا سی آگ کا کتنا دھواں رہا
صحرا کی گرد میں رم آہو نہاں رہا
مہکا ہوا نسیم سے سارا مکاں رہا
بجلی گرائی مجھ پہ نہ جب آشیاں رہا
تصویر کے بھی پردہ میں دامن کشاں رہا
میں مانگتا ہی بوسہ قال و ہاں رہا
شکوہ بھی کوئی غم ہے جو دل میں نہاں رہا
ایک بال بھر کا فرق عجیب درمیاں رہا
بے نامراد تو ہی پس کارواں رہا
یوسف کا بھاؤ اک برس بھی گراں رہا
وہ لفظ ہوں جو معنی میں اپنے نہاں رہا

ہجراں سے زرد خون جگر سے ہوں سرخرو
ہر رنگ میں ہیں رنگ بہار و خزاں رہا

خورشید آسماں پہ گیا تو زمیں پہ ہے
میزان حسن میں ترا پلہ گراں رہا

کیا گر پڑی محبت اعدا کے ہوں گلے
وہ سرد مہر کو مجھے دن مہرباں رہا

مقتل میں آج ڈوب گئے سیکڑوں کے سر
اونچا ایک ہاتھ تیغ کا پانی رواں رہا

تھا شمع رو عدو کا مگر انجمن فروز
شب بھر ہمارے سینہ میں گھٹتا دھواں رہا

وہ جیتے جی پھرے آئے میری خاک گور پر
تربت پہ اپنے سایہ سرو روان رہا

دم لبوں پہ جان آنکھوں میں مژگاں پہ دل لگا
یہاں سے آتے بیٹھے تو اڑا دل پر قفل مژگاں رہا

جینے میں کیا مزہ جو نہیں موت کا یقیں
مرنے میں لطف کیا ہے جو وہ بدگماں رہا

حسرت سے یاس یاس سے حسرت لپٹ گئی
ماتم نئی طرح کا سر کشتگاں رہا

لینے دیا نہ ایک بھی دم چین گور میں
میرے لئے زمیں کے تلے آسماں رہا

خورشید کی مثال ہیں آئینہ دار حسن
ایک ایک ذرہ میں ترا جلوہ عیاں رہا

ہوگی ہماری کیا در جنت پہ روک ٹوک
گر تیرے آستاں کا جبیں پر نشاں رہا

فرصت ملی نہ رونے سے مرنے کے بعد بھی
آنکھوں کے بند ہونے پہ دریا رواں رہا

عنقا کی طرح گم ہو جو شہرت پسند ہے
پایا اسی نے نام کہ جو بے نشاں رہا

خندہ تھا لب پہ گریہ تولید کی عوض
مرنے کی کیا خوشی تھی جو میں شادماں رہا

کثرت حجاب دیدۂ عارف کبھی نہیں
ذروں میں ایک مہر کا جلوہ عیاں رہا

بیمار ہجر موت سے اٹھ کر لپٹ گیا
وعدہ پہ آیا جب کوئی تیرا گماں رہا

میں آپ ہو رہا تھا تمہارا حجاب وصل
تھا پردہ حجاب کہ جو درمیاں رہا

دل بھی گیا جگر بھی گیا جان بھی گئی
میں پھر بھی دیکھتا ہی تری شمع جہاں رہا

قاصد نہ آیا لوٹ کے یہاں وقت نزع ہے — یارب کہاں پیامبر آخر رواں رہا
میں گنہگار ہوں بہت پہنچا جو حشر میں — رحمت لپٹ کے کہنے لگی تو کہاں رہا
نالہ نکل نہ جائے کہیں چاک سینہ سے — ضبط فغاں اگر یونہیں ہمدرد ہاں رہا

اے شعلہ کیا طبیعت نازک پہ درد ہوں
قدر سخن رہی نہ کوئی قدرداں رہا

دل تو کہتا ہے نہ گھبرائے گا — زلف کہتی ہے ہوا کھائے گا
غیر اور وہ [illegible] مشکل کلیم — کہیں پاؤں میں پیچ آ جائے گا
چھو سکے وہ معصیت ہے حضرت دل — کوئی جھلوائے نہ سنوائے گا
بے وفا غیر نہیں کہتا ہے — مجھے ناصح سے نہ لڑوائے گا
کیوں پریشاں ہے تم گیسو پر — دل جو الجھے تو نہ سلجھائے گا
بخت خفتہ کی تو آنکھیں کھل جائیں — خواب ہی میں نظر آ جائے گا
وار خنجر کا نہ اوچھا رہ جائے — اسے وہم قتل نہ گھبرائے گا
ہو چکا غیر سے تو وعدۂ وصل — کچھ میرے حق میں بھی فرمائے گا
میں اٹھا کر تمہیں دل میں رکھ لوں — گھر سے باہر کہیں مل جائے گا
حیرت حسن سے بگڑی صورت — مجھے آئینہ نہ دکھلائے گا
چھوٹی بندش مجھے سب ہے معلوم — بات ناحق کو نہ کھلوائے گا

شعلہ کچھ بات بھی ہے [illegible]
یونہیں مرنا ہے تو مر جائے گا

ایک کیا جوش جنوں بے سروساماں آیا — چاک سینہ مری نظروں میں گریباں آیا

ایک جلوہ ہی پئے گبر و مسلماں آیا
آئینہ خانہ میں جو آیا سو حیراں آیا

پانو رستہ پہ لگے جبکہ بیاباں آیا
ہاتھ کام آئے جو ہاتھوں میں گریباں آیا

جامۂ وحشت کا جو مجنوں نے کیا زیب گلو
میرا اور تیرا ہوا کیا ٹھیک گریباں آیا

چونک اٹھے تیرے خوابیدہ جو سوتے سوتے
حشر آیا کہ کوئی خواب پریشاں آیا

آبلہ پائی ہوئی جوش جنوں کی رہبر
خلش خار سے جانا کہ بیاباں آیا

آنکھ کھلنے نہیں پائی تھی کہ آئے آنسو
اشک قطرہ نہ بنا تھا کہ جو طوفاں آیا

دل کا جانا کوئی آنا تھا کہ جا کر آئے
جس کا دشوار تھا جانا وہی آساں آیا

وسعت جوش جنوں بعد فنا بھی اگر دہی
پھر سمٹ کر مرے ذرّے میں بیاباں آیا

پردۂ حسن بھی ہے جلوۂ عالم افروز
سے تجھے جانا جو نظر سے کوئی پنہاں آیا

جوش وحشت نے ازل ہی سے اڑائے ٹکڑے
صورت غنچہ میں سو جامہ میں عریاں آیا

ہائے کیوں مرے رحمت کی گنہگاروں پر
کس کے ہاتھوں میں ترا گوشۂ داماں آیا

شعلہ گذری جو شب ہجر کسی سے نہ کہا
کوئی بھی تو نہ مرے حال کا پرساں آیا

شہر میں شہرت دل چاک گریباں کیسا
ہوش میں آؤ بھلا گھر میں بیاباں کیسا

کھل گئے زخم خیال لب خنداں کیسا
اور بڑھ جائے اگر درد تو درماں کیسا

قطع جامہ ہوا دامن سے قریں چاک ہوئے
دیکھئے رہتا ہے انداز گریباں کیسا

دل جگر سے ہوا الگ اور جگر جاں سے الگ
آج ایک مجمع کا مجمع ہے پریشاں کیسا

خاک عاشق ہے کہ اٹھ اٹھ کے قدم لیتی ہے
اور وہ جاتا ہے اٹھائے ہوئے داماں کیسا

بیکسوں کا ہے خدا حافظ و ناصر ہر دم
کشتی [illegible] کے لئے نوح کا طوفاں کیسا

للہ تامل ہو ذرا ذوقِ تپیدن
بیتابیِ دل بس دمِ کشتن ہے ہمارا

ہے طائرِ جاں ابروئے خمدار پہ مائل
شاخِ سرِ آہو پہ نشیمن ہے ہمارا

شعلہ بخدا رکھئے نہ امید بتوں سے
سب جھوٹ ہے کب وہ بتِ پُرفن ہے ہمارا

ہر ایک سانس میں لختِ دلِ فگار آیا
ہوا کے گھوڑے پہ آیا جو شہسوار آیا

خمار نیند کا رندانِ بادہ خوار آیا
جگا دو ساقی کو پھر نشہ کا اوتار آیا

بتوں سے کر کے عشق سے [illegible] شہسوار آیا
[illegible] جگار آیا

کبھی تو قیس کبھی کوہکن کبھی وامق
ہزار رنگ میں تیرا امیدوار آیا

شکن جبیں پہ پڑے مجھ سے اور بھی الجھے
یہ کیوں خیالِ خمِ زلفِ تابدار آیا

وہ چھپتے پھرتے ہیں گھبرائے کیا قیامت ہے
یہ کون عرصۂ محشر میں بیقرار آیا

تمہارے رنگ سے کیا کیا چمن نے کھائے داغ
تمہارے سبزۂ خط سے گلوں کو خار آیا

جنوں نہیں مجھے شعلہ کہ سر کو ٹکراؤں
فراقِ یار میں کیسے قرار آیا

جگر آنکھوں سے ٹپکا اور دلِ شیدا نکل آیا
میں ایک آنسو ہی سمجھا تھا یہاں کیا کیا نکل آیا

خیالِ ابروئے قاتل نے پھر دل پر کمر باندھی
یہ دشمن اور میرے خون کا پیاسا نکل آیا

کیے ضبطِ فغاں [illegible] کمر کس کر
[illegible] پسینہ میں تو نالہ نکل آیا

کہاں لہرائیں روئے پُرعرق پر آ کے زلفیں
یہ شبنم چاٹنے کو سانپ کا جوڑا نکل آیا

کیا ہے نوح کے طوفاں کو پانی میرے رونے نے
اٹھی جب آہ میں آنکھوں سے ایک دریا نکل آیا

اٹھاتا ہے وہ گل مجھ ناتواں کو بزم سے شعلہ
رقیبوں کے جگر سے ایک کانٹا سا نکل آیا

بنا ہے کعبہ تہ تیغ عشق بازی کا — جھکا ہے دیر سے سجدہ میں سر نمازی کا
ہیں یا بنا ہے تیرا شیوہ بے نیازی کا — میں درد مند تجھے ذوق چارہ سازی کا
کس آستانہ پہ سجدہ ہے عشق بازی کا — کہ چومتی ہے زمیں سر ترے نمازی کا
بتوں کے عشق میں آخر خدا نظر آیا — یہاں حقیقی سے رتبہ بڑا مجازی کا
منگایا جاتا ہے گلگیر نالۂ دل چپ — لگا ہے شمع پہ تہمت زبان درازی کا
تم آؤ پھر خدا ہی تو دوست بننے کو — قریب وقت ہے دشمن کی چارہ سازی کا

وہ چھوٹ بوسہ کو کہہ دیں تو دیکھ لوں شعلہ
ڈرو خدا سے نہ لو نام پاک بازی کا

جو ہی مشتاق وہ پابند قلت کا نہ کثرت کا — یہاں ہر ایک ذرہ میں ہے پرتو وحدت کا
ہوا ہے غلغلہ مقتل میں قاتل کی ملاحت کا — فرا ہر زخم نے بخشا مجھے شور قیامت کا
دعا کے مانگنے کو ہاتھ کب اٹھتا ہی ہمت کا — بلا سے گر کھلے سو بار دروازہ اجابت کا
عجب کچھ ناتواں نے کیا بار وصل مستغنی — نہ پروا ہے کفن تجھکو نہیں محتاج تربت کا
ہوئی ہے شمع پانی جب آ بیٹھے وہ محفل میں — سحر تک دیکھئے کیا حال ہو اس شب کی فرقت کا

تم اور پھر آرزو لے وصل شعلہ اے تیری قدرت کا
تمنا ان کے بوسوں کی بھلا منہ کیا ہے حضرت کا

ہجوم یاس میں لئے وہ کب تیر آیا — اجل نہ آئی تو بخشی کس امید پر آیا
مجھے میں کوسے ستم میں جا بجا خنجر — رگ گلو کا لہو پاؤں میں اتر آیا
دکھائی مرگ نے کیا کیا بلندی و پستی — چلے زمیں کے تلے آسماں نظر آیا
ہمیشہ عشق تیرا ہے گناہ کا حامی — ہمیشہ رحم تجھے میرے حال پر آیا

بتوں میں کوئی بھلا ہی بھی ہو سوائے ستم
بنا لی بات بگڑنے سے روز حشر بھی

برا ہو تیرا دل ناسمجھ ادھر آیا
اٹھے ہیں خاک سے ہم جیب دو گور پر آیا

کہاں کی آہ و بکا بات بن گئی شعلہ
زباں کے ہلتے ہی فریاد میں اثر آیا

سرخی اشک سے جیب شک گلستاں ہوگا
سارے جامہ میں گریباں ہی گریباں ہوگا

دل پر داغ بھی بوقت سیر فر گاں ہوگا
یہ بھی کانٹا سے جو آزار گلستاں ہوگا

آہ کے سینے میں غم یار جو پنہاں ہوگا
داغ دل خواں محبت کا نمکداں ہوگا

پھر کاوش نگہ ناز کے پہلو نہ بدل
یوں بھی دل چھید تیرے تیر کا پیکاں ہوگا

ساتھ جا سکتے لحد میں بھی غم و رنج و الم
ایک ہی گور میں کل گنج شہیداں ہوگا

عرصہ حشر میں کیوں نہ جیتے نکلیں گے
ایک ہی تیر کے پلہ کا تو میداں ہوگا

نہ کفن ہے نہ لحد ہے نہ جنازہ نہ مزار
شمع کیا ماتم پروانہ کا ساماں ہوگا

تیری مرگ کی شہد شہادت کی عوض
زہر آلود وہ تیرا خنجر براں ہوگا

بیکسی درد و الم چھوڑ گئے لاش میری
سب نکدر ہیں تو کیا خاک میں پنہاں ہوگا

یاد میں اس بت گلپوش کے رونا آیا
قطرہ اشک میرا عطر گریباں ہوگا

ہجر میں اور بھی مشکل ہے نکلنا دم کا
میں اسی بات پہ مرتا تھا کہ آساں ہوگا

خاک ہوتا ہی جلنے سے یہاں نشو و نما ممکن ہے
تازہ ہو جائیگا وہ داغ جو پنہاں ہوگا

مرگ غربت میں نہیں میرے ہی رونے کے لیے
بیکسی کون تیرے حال کا پرساں ہوگا

چھا گیا آنکھوں سے گر داغ میرے سر پر رحمت
ہاتھ میں آپ کا جیب گوشہ داماں ہوگا

شعلہ کچھ اور بنا تو بھی بقول مومن
آخر اس پردہ میں ہے کوئی تو سخنداں ہوگا

تو اگر روز جزا مجھ سے پشیماں ہوگا
قیس کے ہاتھ میں لیلیٰ کا گریباں ہوگا

ستم غیر پہ مرنا تجھے آساں ہوگا
صبر آ جائیگا دشمن جو پشیماں ہوگا

کیا اسے ہجر میں پھر درد کا درماں ہوگا
دل کا آرام سے رہنا قلق جاں ہوگا

حشر میں دیکھئے نظارہ کی مشکل کیا ہو
منہ چھپانا ہی تمہارا اگر آساں ہوگا

بند ہوگا نہ کبھی نغمۂ طوطی ہرگز
آئینہ میری طرح سے جو سخنداں ہوگا

رخ کھو دیں گے مگر یہ اغیار کے داغ
گل کو دو کوڑی کا یہ سینۂ خنداں ہوگا

آئینہ دیکھتے رہئے مجھے کیا دیکھتے ہو
تم تو بیٹھے رہو ہوگا کوئی حیراں ہوگا

پھاڑ کر جیب نہیں مرگ بکاری وحشت
پہلے تیار کفن سے یہ گریباں ہوگا

ایک قدم چل کے دو عالم کو کرگئے پامال
پانو رکھو گے جہاں گنج شہیداں ہوگا

شعلہ چھپتا ہے کہیں شوق سخن تا دم زیست
رشتۂ عمر سے شیرازۂ دیواں ہوگا

کہتے ہیں تو کیوں لطف کا قائل نہیں ہوتا
آنکھوں میں مروت کی جگہ تل نہیں ہوتا

کیا آئے جو جانا ادھر مشکل نہیں ہوتا
ہیں جوش قلق یوں ترا قائل نہیں ہوتا

نظروں کا بچانا تری مشکل نہیں ہوتا
پہلو تو نکل آتے اگر دل نہیں ہوتا

آئینہ دہر و عکس کے نظارہ کو روکو
کیوں بیچ میں پردہ کوئی حائل نہیں ہوتا

گر دام چمن میں ہے تو اعتراض قفس ہے
صیاد کبھی فکر سے غافل نہیں ہوتا

غمزہ تو بلا خیز ہے عشوہ ہے قیامت
مرنا تو ذرا بات پہ مشکل نہیں ہوتا

جب حال میرا غیر ہے پھر فرق ہا کیا
کیوں غیر میرے حال کے شامل نہیں ہوتا

مرنا ہی بڑا عقدہ ہے جینا کار یہ ورنہ
کچھ بھی مشقت جو نہیں موت کے قائل نہیں ہوتا

کم سن ہو خدا کے لئے ہٹ جاؤ یہاں سے
لڑکوں کا تماشا سر بسمل نہیں ہوتا

تکلیف ذرا جنبش ابرو کی اٹھاؤ
باتوں سے علاج دل بسمل نہیں ہوتا

ہر روز نئے طور نظر آتے ہیں شعلہ
کمبخت کے قابو میں کبھی دل نہیں ہوتا

اے دل چلی وہ چرخ کی بنیاد یا نصیب
کرتے وہ ایک اور بھی فریاد یا نصیب

میں داد خواہ تم سر بیداد یا نصیب
جو کچھ ہو میرے واسطے ارشاد یا نصیب

رشک عدو نگاہ غضب گردش فلک
ایک بیکسی کے سیکڑوں جلاد یا نصیب

پہلا قدم اٹھاتے ہی میدان عشق میں
کہتا تھا مجھ سے قیس کہ استاد یا نصیب

ہوگی کبھی تو آپ کے کوچہ کے رخ ہوا
ہونے دو میری خاک کو برباد یا نصیب

بہتر ہے اپنی کوہکنی سے تو جاں کنی
ایک تیشہ اور لے سر فرہاد یا نصیب

پامال کر گئے تو مٹا دو نشاں میرا
جو کچھ پڑی کی چرخ کی افتاد یا نصیب

آئے نکل قفس سے چلے مرغ چمن ہزار
ہے اب کہ میری تاک میں صیاد یا نصیب

شعلہ انہیں پسند نہیں ہے میری خوشی
ہوتا ہے شاد پھر دل ناشاد یا نصیب

اے حضرت عیسی نہیں کچھ جائے سخن اب
وہ آ گئے رکھوا لئے تہ کرکے کفن اب

سینچا گیا پھولا ہی نہیں سر سے چمن اب
اشکوں نے کئے سبز مرے داغ کہن اب

او شوق اسیری کھلے گیسو کے شکن اب
تڑپیں گے قفس میں کئے مرغان چمن اب

خاموشی نے معدوم کیا اور دہن اب
تم ہی کہو باقی رہی کیا جائے سخن اب

یاران وطن کو ہے غریبوں سے کنارہ
غربت تو تھا تھا ہے کرو ترک وطن اب

دیدۂ ستمکش ہوں زمانہ میں ازل سے
کیا جور نکالیگا نئے چرخ کہن اب

بس لیجئے کچھ قصۂ بیتابی دل کو
جو جی میں ہو کہہ لیجئے بے شفق سخن اب

سیماب بنا پائے ہجراں نے جگر کو
دل ٹھہرنے دیتی نہیں سینے کی جلن اب

بن بن کے سنورتے ہیں بگڑ جاتے ہیں تنکے
نکلا ہے نئی ساخت کا بیساختہ پن اب

چلئے پھر بازار سے غیروں کو پہر کہتے
بیٹھے نہ لگا ئے کہیں یہ چال چلن اب

زنجیر مری توڑ دی اے جوشش وحشت
پھر سر پہ چڑھا جاتا ہے تجدید کہن اب

آخر کوئی حد بھی تیری اے دوری غربت
پاؤں ہوئے جاتے ہیں یاران وطن اب

پھر سینہ میں پیکاں نہ سمایا ہو کسی کا
کیا بات ہے کھلتے نہیں زخموں کے دہن اب

کیا مصر کے بستے کو ہیں کھا تک لئے ہیں
دکھلا دو زلیخا کو ذرا چاہ ذقن اب

ہنگامۂ محشر میں جمو تھی ہے کہاں کی
سننے کا نہیں کوئی یہاں عذر وہن اب

کیا رخ پہ بہار آئی ہے سبزہ خط سے
تب غیرت گل تھے تو ہو رشک چمن اب

مدت ہے گیا قیس کی شورش کا زمانہ
پیدا تو کرے مجھسا کوئی چرخ کہن اب

پہونچا نہ کبھی کان تلک نالہ مجنوں
چلاؤں اگر کوچے اٹھے تجھ دکان اب

کیا فکر ہے اے شعلہ پیو بادہ رنگیں
ڈالو بھی کہیں بھاڑ میں یہ رنج و محن اب

کیا سر راہ سنتے شکوہ دیدار کی بات
سنیے ہنگامۂ محشر کو جو بازار کی بات

طشت از بام ہوئی محرم اسرار کی بات
جیسے ہوئی اسکے لئے تھی تیری گفتار کی بات

جھکی جھمیں ہی رہی ابر نے کہسار کی بات
رک گئی آکے لب زخم پہ تلوار کی بات

کاش ہو بالغ تقریر تجلی تیری
ورنہ گفتار میں ہو نکلیگی تکرار کی بات

بوسے مجھکو دے یا غیر کو انصاف کرو / تم تو ایک بار کی کہتے ہو میں ہزار کی بات

اس کے یہ معنی کہ پھر نامہ و پیغام نہ ہو / پوچھتے ہیں میرے قاصد سے وہ اغیار کی بات

گل نیا کھلتا ہے اور تفرقہ انداز چمن / چھڑ گئی بلبل و گل میں تیرے رخسار کی بات

طلب بوسہ لب یار پہ مجھے کہہ ہی بیٹھے / دیکھ پھر تو نے اٹھا لی وہی تکرار کی بات

وعدۂ غیر لب یار سے تو نے سنا / منہ سے نکلی جو کبھی کو تو نہ ہو اقرار کی بات

شعلہ کیوں دیدہ و دل بند کئے لیتا ہے
اب تو محشر پہ گئی آپ کے دیدار کی بات

ہوں ناتواں وصال کا مجھسے یقین عبث / کروٹ بدل رہی ہو مجھے لیکے یونہیں عبث

آنکھیں تو لڑ رہی ہیں سر بزم غیر سے / اور یہ لحاظ بھی ہے کہ ستمگر ہیں عبث

یہاں کس میں دم ہے شکر و شکایت کیواسطے / تم حال پوچھتے ہو دم واپسیں عبث

افشاں سے انکی عقدہ پروین کو کیا مثال / کیوں چرخ کر رہا ہے چنان جبیں عبث

یہاں بھولکر بھی لب پہ نہیں شکوۂ جور / پھر کیوں مجھے لئے ہوئیں پر چیں جبیں عبث

آزاد عشق کو نہیں پروائے دو جہاں / کیوں کھائے جاتا ہے تم دنیا و دیں عبث

یہاں خاک میں جنوں کا بھی رتبہ بلند ہے / کھینچے گئے ہو آپ کو عرش بریں عبث

آرامگاہ عشق ہے گھر غیر کا نہیں
اے شعلہ قبر میں ہے دم آتشیں عبث

بیمار عشق چشم فسوں ساز کا کیا علاج / اچھا نہ ہوا اگر تو مسیحا کا کیا علاج

شکوہ نہیں گلا نہیں ذکر ستم نہیں / اے دوست روز رنجش بیجا کا کیا علاج

معشوق پر جفا ہو تو عاشق کی موت ہے / یوسف کہیں جو جائیں زلیخا کا کیا علاج

دل برشتہ سے کیا ہو سکے کباب لذیذ ۔ شراب تلخ ہے اور میرا خون ناب لذیذ
ہے بوسہ سیب ذقن کا وہ عتاب لذیذ ۔ ثمر کو کرتی ہے گرمی آفتاب لذیذ
رقیب واللہ اشک گرم کیا جانے ۔ بجھا ہوا ترے بیمار کا ہے آب لذیذ
غم فراق سے چکھا نہیں دل بریاں ۔ حرام خور کو لگتا نہیں کباب لذیذ

ذرا چکھا اور ہے خون جگر میں اے شعلہ
کھنچی ہے زخم سے انگور کی شراب لذیذ

پھینکدوں نوچ کے گل پھول ہیں رخساروں پر ۔ توڑ دوں عقد ثریا کو ترے ہاروں پر
ٹکٹکی باندھی اچھی نہیں رخساروں پر ۔ آنکھیں پھوٹینگی کسی دن ترے نظاروں پر
خط کو پیدا کیا اللہ نے رخساروں پر ۔ کالے رکھدیئے ہیں سب باغی دیواروں پر
پھر نظر ڈالی ہے آپکے رخساروں پر ۔ کیجئے بلبل سے کیا آج تو گلزاروں پر
کون بازار میں رشک مہ کنعاں آیا ۔ مفلسی چھائی ہے یوسف کے خریداروں پر
تشنۂ شربت دیدار یہ کیوں تیر ہوئے ۔ آگ برساتے ہو پانی کے طلبگاروں پر
دھجیاں جیب کی ان کے ہیں ٹکڑی ٹکڑی ۔ آجکل یار ہے جوبن ترے آواروں پر
جھونکوں کو میرے گھر سے ہے کچھ ایسی نفرت ۔ چاندنی تک نہیں پڑتی میری دیواروں پر
دل جلانیکو وہ پہلو میرا دیکھا ہی کئے ۔ بجلی گرتی رہی کیا کعبہ کی دیواروں پر

اچھی صورت کی طرف شعلہ نہ دیکھا کیجئے
آنکھیں پھوٹ گئے اک دن انہیں نظاروں پر

ہم بھی بگڑینگے زمانہ سے تری خو ہو کر ۔ ٹیڑھے پڑ مرتے ہیں پھر مائل ابرو ہو کر
باغ میں بیٹھ شبا آپ سمجھ کر کھولیں ۔ وہم بلبل نہ نکل جائے کہیں بو ہو کر

تیغ ایک وار میں کر دیتی ہے دو ٹکڑے
کوہسار شاخِ چمن آج ہے آمادۂ رقص
گریۂ عشق نے کیا آبرو پانی کر دی

تولتی ہے تیرے بسمل کو ترازو ہو کر
تال ہر غنچۂ گل دیتا ہے گھونگرو ہو کر
گر گیا خلق کی نظروں سے میں آنسو ہو کر

عشق ابروئے بتاں کچھ تو اثر کر ہی گیا
شعلہ کعبہ کو چلا دیکھئے ہندو ہو کر

گرمی تک بھی نہ دل پہ چمن سے دور
صیاد ظلم پیشہ نے فصلِ بہار میں
بیتابیاں میری نہ گئیں بعد مرگ بھی
کیوں کشمکش ہے جذبۂ وحشت کے پاس پاس
بیکس ہوں ایسی حسرتیں آ کر عدم سے روح
حسرت ہے ایسے آ گئے یہ کیسے پاس وہ
اے دل کہاں چلا ہے دکھانے کو آج داغ
تا تاریوں کی [illegible]

نالہ نکل گیا کبھی چرخِ کہن سے دور
پر نوچ نوچ کر میرے پھینکے چمن سے دور
لاشہ پڑا ہے گور سے باہر کفن سے دور
مجنوں سے کہہ دو جا کے رہے میرے بن سے دور
بیچارہ جیسے کوئی مسافر وطن سے دور
جب جاں پہنچ گئی تھی نکل کر بدن سے دور
کل شمع وہاں نکالی گئی انجمن سے دور
پہونچی شمیمِ زلف سوادِ ختن سے دور

غربت حصار کھینچے ہوئے ابتدا سے ہے
شعلہ تمام عمر رہے ہم وطن سے دور

نہ جھگڑا تجھکو مجھ سے نہ دعویٰ تیرے دامن پر
کیا ساقی بلوریں نے اندھیرا شمع روشن پر
جھٹکتا پھرتا ہے بسمل خود بخود شمشیر آہن پر
نہ تھا کچھ فاتحہ موقوف اپنا دوست دشمن پر

وہ بیکس ہوں کہ میرا خون نا میری ہی گردن پر
ہوا ہے ڈھیر پروانوں کا آ کر تیرے دامن پر
سمٹ کر آ گیا سارے بدن کا بوجھ گردن پر
مگر کچھ بیکسی نے پانوں پھیلائے ہیں مدفن پر

آ گیا عشق دیکھتے ہی دیکھتے زہرہ جبین
مجھ سے یوں آنکھیں ملا کر جادو سے پامال چھوڑ

مال و دنیا خیر کیا ہے دل ذرا سا چاہیئے
جان بھی گر مانگئے تو خالی کاسۂ سائل چھوڑ

ماہ کو اُس نوجواں سے کیا ہی نسبت اے فلک
اس ثریا پے ہیں تمیز ناقص و کامل چھوڑ

زہر سے بھر دے مرا ساغر نہیں ہے گر شراب
دور سے خالی مجھے اے ساقیٔ محفل چھوڑ

اس نگاہ گرم سے صیاد مجھ کو ہو حصول
آشیاں کو خاک کر دے برق کا حاصل چھوڑ

کھل نہ جائے ساربانا پردۂ لیلیٰ کہیں
شوق مجنوں پردہ در ہے پردۂ محمل چھوڑ

کر جفا اے برق وش سیکھا ہے گر طرز ستم
بے حصول مدعا تحصیل لاحاصل چھوڑ

خود بخود گردن جدا ہوتی ہے تیغ رشک سے
عرصۂ مقتل ہیں مجھ کو غیر کے شامل چھوڑ

عمر لے کس سے وفا کی ہے جو تجھ سے ہو امید
میرے جیتے جی جفا کو اے جفا مائل چھوڑ

سامنے ہیں جمع ٹھوکر کے لئے افتادہ قیس
اے ہوائے نجد ایسا نہ رہ لیلیٰ محمل چھوڑ

مشتعل بیتابی پروانہ ابھی دیکھی نہیں
دل کو چھکے سے اٹھا لے یوں سر محفل چھوڑ

آیا نہیں ہے وہ بت رشک قمر ہنوز
کیوں زندگی نہیں ہے مری پردہ در ہنوز

ہم مٹ گئے دبا نہیں سوز جگر ہنوز
ذرہ کی جا ہیں خاک میں اڑتے شرر ہنوز

وہ دل ہیں ٹھوکر مجھے پامال کرتے ہیں
بھولے نہیں خرام سر رہگذر ہنوز

نقشہ جما تمہارا ہے کس کے خیال کا
کیوں صورت مربع ہیں دیوار و در ہنوز

دامن اگر نہیں ہے تو سینہ ہی چاک ہے
ہاں میرا صبر ہے وہی وحشت اثر ہنوز

وحشت پکار اٹھی کہ چلو شہر کی طرف
بیٹھے نہ پایا تھا ابھی صحرا میں گھر ہنوز

مجنوں تا نہ بعد مرگ بھی میں نہ اسیر ہوں
لوٹے ہوئے قفس میں ہیں دیوار پر ہنوز

ہم کر چکے ہیں اسپہ چمن کے چمن نثار
آگئے دے بیخودی سے مجھے ہوش ہیں اجل
ہم وہ اسیر ہیں کہ رہا ہی ہوئے پہ بھی
وہاں بات تھی کہ آئے بگڑ کر چلے گئے
سو حشر اٹھ کھڑے ہوئے طرز سلام پر
بے بات سنتے ہائے خوشی پہ جان دی
وہاں خنجروں نے چاک ہیں [illegible]
اوبکسی لحد سے سرہانے پیر چل کے بیٹھ

بلبل پرکھتی پھرتی ہے غنچہ کا زر ہنوز
یہاں طے نہیں ہوا میرا پہلا سفر ہنوز
سمجھے ہوئے ہیں کنج قفس کو ہی گھر ہنوز
اور یہاں نئی ہوئی ہے دل وجان پر ہنوز
سینہ ابھی نہیں ہوا اٹھا ہے فتنہ گر ہنوز
اور ان کو اعتبار نہیں بات پر ہنوز
پہنا رہے ہیں مجھکو کفن بخیہ گر ہنوز
اٹھا نہیں ہے بار سے زانو سے سر ہنوز

اے شعلہ جان کھو تا کچھ ہے سود ہو گیا
سمجھے ہوئے تھے فائدہ جی کا ضرر ہنوز

آیا نہیں جو اپنی جگہ پر جگر ہنوز
دیکھا وہی ہے جانب دشمن نظر ہنوز
کس سے لپٹے سوئے تھے زلفیں الجھ گئیں
میں وہ خبر ہوں جسکی کوئی ابتدا نہیں
کیوں بے مزہ ہو دعوت دشمن کا انتظام
خود رفتگی نہ پوچھیے گم کردہ عشق کی
وحشت فزا تھی چارہ سے بیچارگی مری
یہاں ایک جو ہی ہیں جہاں سے گذر گئے
پھر جہاں ہیں آتے ہی رنگ [illegible]

سیدھی نہیں ہوئی تیری ترچھی نظر ہنوز
ابدل نہیں ہوئی ہے فغاں کارگر ہنوز
ملتی نہیں نہیں ہے کو تمہاری کمر ہنوز
وہ ابتدا ہوں جسکی نہیں ہے کچھ خبر ہنوز
گردن سے کٹتی نہیں تیرے پیچھے کمر ہنوز
میری تلاش میں ہے میرا راہبر ہنوز
آوارگی سے ہے وہی ویرانہ گھر ہنوز
اور وہاں کسی ستم سے نہیں درگذر ہنوز
قطرہ بنا نہیں ہے [illegible] در ہنوز

دل توڑ دیے ہیں ترے گھونگھروں کی صدا نے
کر دیتا ہے پہلو سے کلیجہ کو جدا رقص

تم بھی تو ذرا دیکھو مقتل کا تماشا
خنجر کی نئی چال ہے بسمل کا نیا رقص

کھائے ہوئے ہم ٹھوکریں اس در کی ہیں تسلیم
اک پانو سے کرتا ہے جہاں قبلہ نما رقص

زخم پر مرہم کہ بدلوں نہ گل تر کی عوض
داغ ٹھوڑا بھی اگر ہو تو نہ دوں [illegible] کی عوض

کچھ وہ راضی تو ہیں لے لینے پہ خنجر کی عوض
اچھا سودا ہے جو چھٹ جائے کہیں سر کی عوض

زور بازو کو کہیں بیچتے ہیں زر کی عوض
ہم غلامی کریں یوسف سے برادر کی عوض

حشر تک حسرت دیدار نکلنے مت دو
منہ چھپائے رہو یہاں بھی تو وہ محشر کی عوض

گالیاں دیتے ہو عاشق کو نہ دیجے سر راہ
گھر میں جو چاہیے سو کہہ لیجے ابھی در کی عوض

لیچلا خط کو مرے ایسا دل حیران میرا
اڑ لیا ہے بلبل تصویر کبوتر کی عوض

رنگ نکھرا ہے ترا آتش کے کھلایا ہے چمن
اینٹوں پر رکھے نشاں کافی ہیں زیور کی عوض

چٹکیاں لیتا ہے فصاد دم جوش جنوں
انگلیاں خون میں ڈوبی رہیں نشتر کی عوض

کوئی تجھ جیسا ہو کہاں ملا ہیں مرا نہ سکیں
آپ کیا دیتے بتاویں دل مضطر کی عوض

بال سوکھے ہیں تمہیں ہاتھ لگایا بھی نہیں
بل کمر کھا گئی کیوں زلف معنبر کی عوض

چرخ نے مجھ سے نکالے ہیں کہاں کے بدلے
سو کھائے ہیں ستم ایک ستمگر کی عوض

ایک دم ہی سہی پر کچھ ہو فنا کی لذت
عمر جاوید کو ہم دیتے ہیں دم بھر کی عوض

طعنہ صبر و وفا ہی ہیں ہوا اے صبح وصال
آ سنے باتوں میں لپٹا مجھے بستر کی عوض

کاش ہو دیگا نہ ان پر کوئی عقدہ کھل جائے
قطرہ ہو جائے نہ دریا کہیں گوہر کی عوض

نغمہ سنجی نے پھنسایا ہے قفس میں تسلیم
توڑی صیاد نے منقار مری پر کی عوض

آ چکی لب پہ جان اے شعلہ
بس چکے سو گھر خدا حافظ

سوزِ پنہاں سے بجھی بھڑکی اثر شمع
کچھ ہم سے گلی رکھتی در پردہ اگر شمع

ہو جاتی ہے گل گور پہ کیوں پیش سحر شمع
کچھ دیتی ہے تربت کے اندھیرے کی خبر شمع

ہے کثرتِ عشاق کہاں بزم کدھر شمع
پروانوں کے جھرمٹ میں آ نکلی نظر شمع

یوں آہ دل و جان سے شب ہجر تھی آگئے
جوں بلبل و قافلہ ہنگام سفر شمع

وہ آئے ادھر اٹھ کے ہوا بزم کی بگڑی
کچھ خیر ہو ہلکی ہوئی جاتی ہے کدھر شمع

جو آیا تری بزم میں جلتا نظر آیا
یہاں دل وہاں پروانہ اور داغ ادھر شمع

کچھ پردۂ فانوس میں ہے منہ کو چھپائے
جلتی ہے شب وصل پہ اندازِ دگر شمع

دل ایسا جلا ہے کہ بجھائے نہیں بجھتا
کرتی ہے مرے سامنے کیا عرض ہنر شمع

انگشت حنائی جو اندھیرے میں اٹھا دے
آجاتی ہے کافر کے اشارہ میں نظر شمع

بھڑکائے ہیں جنبش دامن سے ہوا کو
یارب جو جلا دے کہیں تربت کا شجر شمع

وہ بزم نشیں ہے تری جس میں شب و روز
خورشید جلاتا ہے بجھاتا ہے قمر شمع

او سوزِ محبت نہ اٹھا منت شیریں
فرہاد کی تربت پہ ہو فرہاد کا سر شمع

اٹھے جو پئے رقص تری دست حنائی
تھا صبح مرا صبح رشید اور ادھر شمع

سایہ کی طرح آگ برستی ہے لحد میں
بہک جھپا کے ہے گور پہ ہر شعلہ شجر شمع

اب دل سے نہیں داغ جگر کو کوئی خطرہ
آئینہ ہیں جلی رکھتی ہیں ارباب نظر شمع

گر سوزِ محبت میں اثر کچھ نہیں شعلہ
ہے ماتم پروانہ میں کیوں خاک بسر شمع

زانو پہ رکھو گے گر گوشۂ دامن سے ڈھانپ لو
رکھو نہ بے نقاب رخِ ارغوانِ تیغ

سینہ میں کھپ گئے تو نکالوں کہاں سے تیر
دلمیں اُتر گئی تو کہاں دوں نشانِ تیغ

میرے لہو سے دامنِ قاتل ہی پر بہار
پھولا پھلا ہی کیا چمنِ بے خزانِ تیغ

مژگان اگر کہیں سرِ نشتر کی نوک لوں
ابرو اگر کہے تو کروں امتحانِ تیغ

دریا کی طرح جوش ہے رکتا نہیں کہیں
پست و بلند پر ترا آبِ روانِ تیغ

ہر زخم یہاں ہی باعثِ آرائشِ بدن
اُتو ہوئے ہیں جامۂ تن پر نشانِ تیغ

یہاں موت و زندگی جری قاتل کے ہاتھ ہی
کیا تو سنِ حیات ہوا ہمعنانِ تیغ

ٹانکے لگا کے لگے رگِ جاں سے جگر میں ہم
بخیہ کرینگے بیٹھ کے زخمِ نہانِ تیغ

بے میری قتل گاہ میں بسمل رہے پڑے
یوسف بغیر چل نہ سکا کاروانِ تیغ

پھولے پھلے سی کبھی نہیں ظالم کے فائدہ
بے شبہ شاخِ تیغ کا پھل ہی زبانِ تیغ

تشبیہ تیغ لیلیٔ پردہ نشیں سے ہے
مقتل اگر ہے نجد تو محمل میانِ تیغ ؞

اے شعلہ اور کہی سہی ایک مطلعِ بلند
جس سے زمین تیغ بنے آسمانِ تیغ

گردن میں بنگی رگِ گردن نشانِ تیغ
آیا گلے گلے تلک آبِ روانِ تیغ ؞

قصہ مسیح و مرگ کا ہو داستانِ تیغ
جھگڑا نہ ڈالنا لبِ محشر بیانِ تیغ ؞

پروانہ کے لیے کبھی اگر حکمِ قتل ہو
پیدا امتثال شمع ہر سر زبانِ تیغ ؞

سن قصہ گو کی بات پہ کٹ کٹ گیا ہی جی
یا میری سرگذشت تھی یا داستانِ تیغ ؞

ابرو کے کیا اشاروں کا وعدہ وفا ہوا
بولے نہ منھ سے بات ہیں گویا زبانِ تیغ ؞

دلمیں نگاہ چبھ کے جگر چاک کر گئی
آئی بسانِ تیر نکلی بسانِ تیغ ؞

خم ہو گئی تو گردنِ بسمل ہیں بار تھی ‌ ‌ ‌ کتنا سبک ہی پھول سے بارِ گرانِ تیغ

کیا سر کے بل چلیگا کوئی راہِ عشق میں ‌ ‌ ‌ جائے نشانِ نقشِ قدم ہے نشانِ تیغ

ابرو پہ بل بنا نگہہ بد کے واسطے ‌ ‌ ‌ زنگی پسر ہوا ہے مگر پاسبانِ تیغ

گردوں نے کب جڑے ہیں ستارے ہلال پر ‌ ‌ ‌ جوہر چمک رہے ہیں مگر درمیانِ تیغ

گردن جھکا کے جیسے کوئی نازنیں چلے ‌ ‌ ‌ اب تو تمہاری شان سے ملتی ہی شانِ تیغ

کھنچ کے ہلالِ عید ہے کہکشاں بنا ‌ ‌ ‌ گردوں پہ لاکھ رنگ سے ہوئی نشانِ تیغ

ہم جب تلک جئیں وہی دم خم بنا رہے ‌ ‌ ‌ یارب رہے وفا شعار ہمیشہ جوانِ تیغ

یہاں سیدھی ترچھی نظروں کا ہی زخم ایک سا ‌ ‌ ‌ کچھ آپ ہی سمجھتے ہیں سو دو زبانِ تیغ

بسمل تمہارا سایۂ شمشیر میں دبا ‌ ‌ ‌ ٹوٹا پڑا ہے سر پہ مگر آسمانِ تیغ

جو آئے سامنے سرِ بازار قتل کر ‌ ‌ ‌ اے ابروئے خمیدہ لگا دے دکانِ تیغ

شعلہ مگر ہے کوچۂ قاتل ادب کی جا
یہاں سر کے بل چلے تو نہیں کسرِ شانِ تیغ

نالۂ دل اک طرف ہے شورِ محشر اک طرف ‌ ‌ ‌ ساری دنیا اک طرف ہیں بندہ پرور اک طرف

ہوں گدائے عشق کوچہ میں پڑا رہنے ہی دو ‌ ‌ ‌ در پہ مجھکو بھی لگا لینے دو بستر اک طرف

تھا مجھے حسرت دیدار کیا لطفِ فنا ‌ ‌ ‌ بیکسی بیٹھی رہی تربت کے باہر اک طرف

قتل میں تیغِ ستم سے غیر بھی چورنگ ہیں ‌ ‌ ‌ اب تمہارے ہاتھ تو چلنے لگے ہر اک طرف

آج تو کچھ جذبۂ دل کی کشش ہی چارسو ‌ ‌ ‌ دیکھتا ہوں بزم میں دیکھیں وہ کیونکر اک طرف

اٹھ رہا ہے جوشِ بحرِ غم اللہ رے سیلابِ اشک ‌ ‌ ‌ بہ رہا دریا اک طرف تھا اور دیدۂ تر اک طرف

شوق سے آجاؤ سینہ میں نہیں کوئی غیر ‌ ‌ ‌ آرزو بیٹھی ہے گی دل کے اندر اک طرف

دفتر بخشش میں گو ہی تیری رحمت بیحساب
چرخ کا شکوہ کبھی شکوہ جفائے یار کا

مجکو بھی لکھ لے کہیں اے نکتہ پرور اک طرف
سارے صدمے اک طرف اور جان مضطر اک طرف

شعلہ قسمت سے عجب کچھ انقلاب بزم ہے
چلتے چلتے رہ گیا ہے دور ساغر اک طرف

آپ میں اور نوبہار میں فرق
میں بتا دوں کہو ہزار میں فرق

اب اجل بھی نظر نہیں آتی
آ گیا چشم انتظار میں فرق

کینہ جو ہے کمینہ پرور ہے
کچھ تو ہے چرخ نابکار میں فرق

جاں کو سمجھے ہیں بے وفا جیسے
آ گیا تیرے اعتبار میں فرق

بات سمجھی نہ سخت جانی نے
پڑ گیا شان جاں نثار میں فرق

داغ گنتے رہے قیامت تک
رہ گیا پھر بھی کچھ شمار میں فرق

شعلہ کہتے ہو کس زمانہ کی
روز ہے طرز روزگار میں فرق

ضبط فغاں سے آ گئی ہونٹوں پہ جاں تلک
دیکھو گے میرے صبر کی طاقت کہاں تلک

غفلت شعار لے تغافل کہاں تلک
جیتا رہیگا کون ترے امتحاں تلک

واعظ کا ربط ضبط چھپا دل کہاں تلک
توبہ کی بات پہونچی ہے پیر مغاں تلک

وہ میری آرزو بھی جو گھٹ گھٹ کے رہ گئی
وہ دل کی بات تھی جو نہ آئی زباں تلک

جوش جنوں سے دامن گردوں بھی چاک ہے
پہونچے زمیں کے ہاتھ مگر آسماں تلک

ڈھونڈا کیے [illegible] عشق ستم [illegible]
دشمن جفا سہے گا تمہاری کہاں تلک

گلشن میں آ گئے تم تو عجب حال کر گئے
بھولے ہوئے ہیں مرغ چمن آشیاں تلک

بُرا ہو سوزِ دروں کا بدل گئی صورت
اُڑی وہ خاک جگر اُڑ گیا غبار میں دل

تمہیں بتاؤ کہ قابو ہے کیا طبیعت پر
تمہیں کہو کہیں ہوتے ہیں اختیار میں دل

اٹھا قدم کو ذرا طفلِ اشک آہستہ
کہ مثلِ شیشہ شکستہ ہے کنار میں دل

اٹھیگا حشر لگائیگا کوئی تو ٹھوکر
کہ راہ دیکھتے ہیں رکھکے رہگذار میں دل

وہی ہے نالۂ پُر درد ناتوانی میں
یہ نغمہ تار میں ہی یا ہے جسم زار میں دل

تمہارے تیر کی حسرت کو بھی جگہ نہ بچے
جو ایکبار بھی نکلے دل فگار میں دل

یہ کس کا آبلۂ پا سوئے دشت آتا ہے
پرو دیا قیس کا لیلی نے خار خار میں دل

تمہیں نے خاک کدورت بھری ہی پہلو میں
تمہیں نے دیکھا تھا آئینہ سا کنار میں دل

مرے ہی نالوں نے رخنہ کئے ہیں پتھر میں
مرا ہی گرمِ فغاں ہے کہ سنگ شرار میں دل

بچائے اشکِ ندامت امیدِ رحمت پر
نکلکے آیا ہے چشمِ گناہگار میں دل

کہاں دکھائیے شعلے ہجومِ حسرت میں
کہاں بتائیے غمہائے بیشمار میں دل

ہوئی ہے خون تماشائے نوبہار میں دل
بسے حنا کی طرح سے خرامِ یار میں دل

نہ دو دل تو کیا کہیں لیجاؤگے قرار میں دل
ابھی نکال دوں ہو جو مگر کنار میں دل

وہ شوقِ گریہ ہے اکدم نہ سلسلہ ٹوٹے
گرہ لگاتا ہے اشکوں کے تار تار میں دل

عدو کو قول تو دیتے ہو ناتے سے لیکن
نہ ٹوٹ جائے کوئی عہدِ استوار میں دل

ابھی ہوں پھر وہی مخمورِ چشمِ مستِ سیہ
ابھی ہی جامِ تغافل ترے خمار میں دل

اٹھا ہی سینہ و پہلو سے جوششِ گریہ
کنار ہیں ہو کہ مرے بحرِ بیکنار میں میں

وہ دُرد دے مجھے ساقی کہ درد بجائے
بدن کی طرح سے ٹوٹا کرے خمار میں دل

دکھا دکھا کے لحد کو سکندر و جم کی
ذرا سرک کے سرہانے سے بیٹھنے دیجئے
وہ تو بہ غم سے ہی پہلو میں کچھ تہ و بالا
ضرور نکلے گی لیجئے تو کچھ کدورت بھی
کوئی اگر کسی کو بھی دیتا ہے مال بے مطلب

سنا رہا ہے فسانہ مجھے مزار میں دل
نہ بیکسی کو کہیں کھینچ لے مزار میں دل
یہ اضطرار ہے دل میں کہ اضطرار میں دل
غبار آنکھوں میں آیا ہے اور غبار میں دل
سوال بوسہ ہے دوستا امیدوار میں دل

خدا کے واسطے نالوں کو روک اے مشتعلم
پھر آیا تا بگلو شعلہ بار میں دل

ہوئے اب تو خنجر اٹھانے کے قابل
چھپے ہو گلے سے لگانے کے قابل

نہیں دیدۂ تر بہانے کے قابل
ہر آنسو ہے موتی لٹانے کے قابل

وہ آئے تو کب آئے پردے سے باہر
ہوا جب نہیں اس کے چھپانے کے قابل

ہم اپنی ہی دیوار سے پھوڑ مر لیتے
اگر سر ہی ہوتا اٹھانے کے قابل

زمیں پر سے اہل جہاں کو ہٹا دو
جگہ چھوڑ دو تم لٹانے کے قابل

ابھی سے مری جان ٹھیرو نہ وعدے سے
ابھی تم تو آئے نہ جانے کے قابل

تبسم سے کیا خندۂ گل کو نسبت
کہیں منہ بھی ہے مسکرانے کے قابل

خدا کے لئے گیسوؤں کو ہٹا لو
یہ مجنوں نہیں سر کھجانے کے قابل

مرے قیس کی کوہکن کی کہانی
یہ قصے نہیں ہیں سنانے کے قابل

نہ آئے کہیں موت عشق بتاں میں
الٰہی رہیں منہ دکھانے کے قابل

دل و غیر خال ہندو یہ مائل
مسلماں کہاں مرد جانے کے قابل

بتوں سے امید وفا کیسے تشنہ
زمانہ نہیں دل لگانے کے قابل

لیں بوئے پیرہن تری گلہائے تر سے ہم
چھینیں شمیم زلف نسیم سحر سے ہم

کون آگیا نظر میں جو حیرت پسند ہیں
مثل نظر چھپے ہیں کچھ اپنی نظر سے ہم

آئی بہار چھوڑ دیں گر پھڑک اُٹھے
صیاد توڑ دینگے قفس بال و پر سے ہم

اچھا کہا جو غیر کو اچھا وہی سہی
پر ہم سے یہ تو کہئے بُرے ہیں کدھر سے ہم

محشر تلک نہ ہاتھ سے دامن کو چھوڑتے
پھر جی ہی میں ڈر گئے تری نازک کمر سے ہم

نالہ پکارتا ہے اکھاڑوں فلک کے پاؤں
اور اشک کہہ رہے ہیں گذر جائیں سر سے ہم

ہاں اے خراش ناخن غم کیا ڈرے ڈرے
منہ چوم لیں ترا لب زخم جگر سے ہم

اے دل ہے خونبہا کیلئے اضطراب کیوں
کیا حشر مانگ لائیں کسی فتنہ گر سے ہم

شعلہ ہمارا داور روز جزا نہ تھا
شکوہ زباں پہ لائے نہ ظالم کے ڈر سے ہم

کون ہے تجھ سے جو دو چار نہیں
ایک میں ہی گنہگار نہیں

ہائے فصل بہار و جوشش جنوں
یہاں گریباں میں ایک تار نہیں

سینکڑوں درد اک نہیں درماں
لاکھ غم کوئی غمگسار نہیں

ہم نہیں وہ جو ایک بھی مانیں
آپ کرتے رہیں ہزار نہیں

سب ہی گل بھی ہے مے بھی مطرب بھی
تو نہیں ہے تو کچھ بہار نہیں

وصل کیا جب نہ ہجر کے ہوں مزے
وعدہ کیا جس کا انتظار نہیں

غیر سے مل کے کیوں لگاتے ہو
ہیں کدورت کا کچھ غبار نہیں

ہاتھ آجائے آپ کا دامن
حشر کا بھی کچھ انتظار نہیں

کیا ثبات وجود دو دن پھر مرتے
زندگی کا کچھ اعتبار نہیں

ستانہ تو کرتے چلو پھر چبھ گئی ایذا پانو میں
دیکھیے اُلجھیگی پھر زلفِ چلیپا پانو میں

پھر بہار آئی چمن میں زور آیا پانو میں
باندھ دے لے جوشِ وحشت لا کے صحرا پانو میں

مانعِ راہِ فلک ہے آبلہ پائی مری
سوزنِ عیسیٰ چبھو دیتی ہے کانٹا پانو میں

آمد و شد ہے تری کسکے تصور میں مدام
وجد کیا ہے روز پڑجاتا ہے چھالا پانو میں

رفعتِ اعلیٰ سے ہو جاتا ہے ادنیٰ کو زوال
آفتاب آتا ہے جب سر پر تو سایا پانو میں

ہاتھ تم ملتے پھروگے مجھکو کرکے پائمال
رنگ لائیگا مرا خونِ تمنا پانو میں

ہاتھ اُٹھا کر رقص میں دامن کو جب چکر دیا
ایک ہالہ گرد سر تھا ایک ہالہ پانو میں

گردشِ چشمِ فسوں پرداز کسکی دیکھکر
سر پھرا گردن کے اوپر چکر آیا پانو میں

کون آیا ہاتھ کیوں نکلے ہزاروں گور سے
مُردے کیوں چونکے یہ کسکا دامن الجھا پانو میں

آبلے کے ٹوٹتے ہی دشت میں طوفاں اُٹھا
بنگئیں ساری لکیریں موجِ دریا پانو میں

روز پھیری کا لگاتا گماں تیسے خالی نہ تھا
دل پسا ہے وہ حنا کیا ہاتھ میں یا پانو میں

نہ خونِ دل ہے نہ مے کا خمار آنکھوں میں
بسی ہوئی ہے تمہاری بہار آنکھوں میں

پھری ہیں پتلیاں بیگانہ وار آنکھوں میں
چھپا ہوا ہے کوئی پردہ دار آنکھوں میں

تو وہ شریر کہ ٹھہرے نہ چار آنکھوں میں
ہیں وہ نحیف کہ کھٹکوں ہزار آنکھوں میں

بلا سے جان ہو طلسمِ بہار آنکھوں میں
جو سرمہ ڈالئے وقتِ خمار آنکھوں میں

بھڑک رہا ہے دمِ شعلہ بار آنکھوں میں
ہر ایک اشک ہے سیماب وار آنکھوں میں

کہاں گئی تو دمِ نزع حسرتِ دیدار
وہ عکس دیکھتے ہیں بار بار آنکھوں میں

ہر ایک لخت جگر ہے گل تر و تازہ
امید جلوۂ دیدار بعد مرگ کہاں
میں دیکھوں کہ نکلتے ہیں کس طرح باہر
ڈھئے بغیر ترے باغ میں گلوں نے داغ
کسی کی چشم زدن میں کٹی اپنی عمر دراز
الٰہی دیدۂ حیراں کھلا نہ رہ جائے
یہ کیا غضب ہے پس پشت لڑ رہی ہے آنکھ

ہر ایک اشک ہے ابر بہار آنکھوں میں
بھری ہی یاس نے خاک مزار آنکھوں میں
وہ آ بھی جائیں کہیں ایک بار آنکھوں میں
چھپے ہوئے نرگس شہلا سے خار آنکھوں میں
گذر گئے مرے لیل و نہار آنکھوں میں
ٹھہر نہ جائے کہیں انتظار آنکھوں میں
بہار ہو گئے ہے آئینہ دار آنکھوں میں

وہ رونے والا ہوں شعلہ کہ بعد مرگ مرا
بنا ہیں مردم دیدہ مزار آنکھوں میں

وابستگی کاکل خمدار رہے ہیں
اے ضعف اب تو جاں بھی گرانبار رہی ہیں
گر یہیں موت آتی ہے ویرانہ گھر ہوا
رشک بت عدو میں نہیں کہاں حشر سی فزوں
دنیا کے خوبرویوں کی زلفوں سے کام کیا
پھر کیسا وعدہ وعدۂ فردا ہی ٹل گیا
سنتے ہیں اپنے کان سے دل میں کسی کی بات
کیوں خوں بہا کے نام پہ لڑتے ہو خیر ہے
نظارہ کر رہے ہیں ترا اپنے دل میں ہم
دل یوں کراہی پہلو میں اور ہم یہ چٹکیاں

پھانسی بھی دیجئے تو سزاوار رہی ہیں
اک لاکھ من کا بوجھ دل زار رہی ہیں
رونے پہ مستعد در و دیوار رہے ہیں
ہنگامۂ محبت اغیار رہے ہیں
سرکار ہی سے ایک سرکار رہی ہیں
اب تو قیامت آنے سے انکار رہے ہیں
نالہ صدائے محرم اسرار رہے ہیں
صاحب گناہگار ہیں اقرار رہی ہیں
ناسور سینہ رخنۂ دیوار رہے ہیں
کیا کیجئے شغل خاطر بیمار رہے ہیں

صورت غنچہ نہیں رکھتے ہیں زر مٹھی میں
کوئی لے لوٹنے پھرتے ہیں جگر مٹھی میں

ہاتھ گر پیرہن چست کا مضموں آئے
ایسا باندھوں تری آجائے کمر مٹھی میں

لیکے چھو کر دیا دل میرا یہ نشتر کیا تھا
ہے مگر کوئی تو جادو کا اثر مٹھی میں

اقربا کو نہ شکایت نہ عزیزوں کو گلہ
کر لیا غیر نے اس شوخ کا گھر مٹھی میں

ہاتھ ملتے ہی رہے اہل قفس دنیا کے
اوڑ گیا طائر جاں رہ گئے پر مٹھی میں

دست صیاد سے پھر کیا ہو رہائی کی امید
ذبح کرتا ہے مجھے داب کے پر مٹھی میں

ہاتھ میں ہے وہ صفائی وہ کشش نظروں میں
آنکھ ادھر دل پہ پڑی آیا ادھر مٹھی میں

ہاتھ کیا ہم کو دکھاتے ہو نظر بھی اوڑی
شرط ہم باندھتے ہیں دل ہو اگر مٹھی میں

کیا درِ اشک سے لے لے کے لٹائے ہولی
دیدۂ تر کی بدولت ہیں گہر مٹھی میں

اے آہ فیر جائے دم آتش نہیں
دشمن کا گھر نہیں کوئی عرش بریں نہیں

کیوں میرے اشک نظروں میں رنگیں نہیں
چین لیجے کچھ ہمیں جہاں و حسیں نہیں

بے لطف ہے وہ درد کہ جو دل نشیں نہیں
کس کام کا ہے دل کہ جو درد آفریں نہیں

کیا صاف ہو رہا ہے ہجوم نگاہ شوق
تل دھرنے کی جگہ ترے رخ پر کہیں نہیں

احباب اقربا کو ہے گور و کفن کی فکر
یہاں سائے دم ہے تکا وہاں یقیں نہیں

قسمت کا تھا لکھا کہ جو پامال سر ہوا
نقش قدم ہے آپ کا نقش جبیں نہیں

ٹپکے سر زمیں پہ الہی نہ اشک گرم
جل جائیں کاش ہاتھ اگر آستیں نہیں

ہوجاؤ میری آنکھ سے پنہاں ذرا سی دیر
احباب کر رہے ہیں دم واپسیں نہیں

ہوتی نہیں ہیں چرخ میں کیوں رخنہ سازیاں
کیا تیر آہ میں پر روح الامیں نہیں

جینے کی آرزو ہو یہاں کس امید پر
دنیا میں خضر کے لئے گز بھر زمیں نہیں

کہہ آئے کیا عدو کو بھی آپکے واسطے
کیوں خوش تمہارے آنے سے جانِ حزیں نہیں

لاکھوں کے سر اوڑا لئے اشاروں سے آپنے
بل پڑ گئے ہیں تیغ میں ابرو میں چیں نہیں

کہتا ہوں میں بھی وصل کی شب کو شبِ فراق
اب آپ کہتے رہئے سحر تک نہیں نہیں

کیا شورشیں ہیں گور میں لے تا لیا ہے دل
وہ آسماں نہیں ہے یہاں وہ زمیں نہیں

دنیا میں شعلہ سیکڑوں آئے چلے گئے
یہ وہ مکاں ہے کوئی بھی جسکا مکیں نہیں

اوجھکر رہ گئیں ساری رگیں ذوقِ تپیدن میں
لپٹ کر تیغ پھندا بن گیا بسمل کی گردن میں

نہ مجھکو صبر صحرا میں نہ مجھکو چین گلشن میں
میں وہ کانٹا ہوں جو کھٹکا ہمیشہ چشمِ دشمن میں

دلِ پر داغ نے کیا شعلے بھڑکائے مری تن میں
چراغِ زیرِ داماں سے لگی ہے آگ دامن میں

نہ اٹھے پانو ہاتھوں میں تو لپٹے ہاتھ گردن میں
عجب کچھ لطف آتا ہے مجھے طرزِ تپیدن میں

یہ کیسی سخت جانی الفتِ طفلِ برہمن میں
پڑا جو وار خنجر کا بنا زنار گردن میں

لگا ہے آنسوؤں کا تار تم بھی اک نظر دیکھو
یہ موتی لٹ رہے ہیں آؤ بھر لو جیب و دامن میں

تہ و بالا کیا ہے ذوقِ گریہ نے یہ اشکوں کو
جو برسے سینہ سے آنکھوں میں گرے آنکھوں سے دامن میں

ڈبونے کو ترے عاشق کے پھر کچھ آنکھ بھر آئی
الٰہی خیر پانی آ گیا کشتی کے روزن میں

تصور ہے کسی کا کوئی تو آنکھوں میں پھرتا ہے
نظر آتا ہے اک پردہ نشیں مژگاں کی چلمن میں

عدو سے کہہ رہے ہیں وہ کہ کوئی مر گیا ہوگا
خدا جانے مگر کھٹکا سا ہے آوازِ شیون میں

تری نظریں گواہی دینگی تیرے جور کی کیا کیا
جدا گر روزِ محشر فرق کچھ ہیں دوست دشمن میں

درِ زنداں پہ دیوانوں کو پھر وحشت نے للکارا
بہار آئی گریباں کر چلو پیوندِ دامن میں

اٹھائیں یاد و غمزہ و ستم کی کیفیت
جو رکھیں میرا سا دل شیخ و شباب پہلو میں

تنفس بکی تھیں سوزن بنکے ٹوٹ جاتے ہیں
جگر کے آبلے مثل حباب پہلو میں

وہ شب ہوا رگیا اور خیال دل میں رہا
چھپی جو ہاتھ سے آئی رکاب پہلو میں

تمہیں ہو نام کو بھی جان حضرت بیٹھے
تو سے لئے ہو کسے اسے حباب پہلو میں

نہ آیا ذکر شب ہجر لب تک مشتعلہ
یہ آگ رکھی ہو کسیا و آب پہلو میں

آنکھوں کے سامنے ہو مگر کچھ خبر نہیں
اسقدر نظر میں ہو کہ تم آتے نظر نہیں

حسرت سے دیکھنا کوئی عیب نظر نہیں
کیوں رخصت نظارہ بیداد گر نہیں

عشق بتاں میں مستی دل کی خبر نہیں
پتھر ہیں جیب تلک ہی فروغ شرر نہیں

چارو تیرے سجدۂ ابرو میں غلو ہے
تم ہیں کہ سے ہو تو کعبہ کدھر نہیں

افتادگی سے عشق میں رتبہ بلند ہے
جو اشک آنکھ سے گرے وہ گہر نہیں

اولی نبرد عشق کے مردوں کی بات ہے
اہل جگر وہی ہیں کہ جن کے جگر نہیں

کیوں کھائے ہو بار نزاکت سے پیچ و تاب
خنجر تجھے ہی دو جو تمہارے کمر نہیں

مایوسی وصال سے کیا مردہ دل ہیں ہے
لب پر فغاں نہیں ہے فغاں میں اثر نہیں

شب بھر وہ گل دیا رہا آغوش غیر میں
نکہت ہوا ردوش نسیم سحر نہیں

آنکھوں سے گر کے نیک تو پینا ثواب ہے
مے کسطرح حرام یہ خون جگر نہیں

شب بھر جلا ہوں عشق دہن کیواسطے
ہو جاؤں آپ گل وہ چراغ سحر نہیں

لیں لیں گے نقش غیر کی خاک ٹھوکریں
ہم خاک راہ ہو گئے تو راہ پر نہیں

احسان تیغ منت صندل کہاں تلک
یا سر نہیں ہے دوش پہ یا درد سر نہیں

تم بھی دکھاؤ جلوۂ عالم فروز کو
موقوف حشر پر ہی فریاد پر نہیں

کیا بار یاب ہوں تری خلوت میں اہل حسن
مثل چراغ گوشہ نشیں بھی قمر نہیں

ہم پھر بھی دیکھتے تری تیغ آزمائیاں
پر کیا کریں کہ دوش پہ دو چار سر نہیں

اے اشک خاک خون میں ہی ملنا پسند ہے
دل میں جگہ نہیں تجھے آنکھوں میں گھر نہیں

جو چاہا تم سے کہدیا جو چاہا سن لیا
جب دل میں ہو تو حاجت پیغام بر نہیں

روشن ہے یہ کہ کوئی بھی مثل نگیں یہاں
جب تک کہ روسیاہ ہو نامور نہیں

دیتے عدو کے خندۂ بیجا کے سو جواب
ہم بھی بشر ہیں ایک طبیعت میں شر نہیں

شعلہ سخن کی جنس کا بازار بند ہے
دنیا میں قدردانی اہل ہنر نہیں

کبھی نظر میں نہ کھٹکوں نزار آشنا ہوں
اٹھا کے آنکھ میں رکھے تو غبار آشنا ہوں

بتوں کو چاہتا ہوں اسقدر مسلمان ہوں
شراب پیتا ہوں پرہیزگار آشنا ہوں

جو اس نے زور سے کھینچا تو چوم کر انگلی
پکارا تیر کلیجے کے پار آشنا ہوں

نہ مجھکو خواہش دنیا نہ خواہش عقبیٰ
کرم سے دیکھ لے امیدوار آشنا ہوں

نحیف ہوں پئے غم یار تیرے کھانیکو
تجھے تو اب بھی بہت ہوں نزار آشنا ہوں

پس فنا مجھے گھبرا کے گور سے باہر
زمیں نے پھینکدیا بیقرار آشنا ہوں

غم فراق پکارا کہاں گئے دل و جاں
بنی میں سب تھے پہ بگڑی میں یار آشنا ہوں

کبھی کھلی نہ کسی پر تری نظر کی بات
دہانِ زخم سے سنئے راز دار آشنا ہوں

ابھی تو شعلہ وہی سوز دل ہے پیری میں
چراغ صبح ہوں بے اعتبار آشنا ہوں

وہ نازک ہی خلش ہی ہر رگ برگِ گل تر میں
الٰہی تھی چبھوں شب نرگس کے کیونکر انکھ زیور میں

کہاں تک ہے کہاں تک جام دینا ہجر دلبر میں
جنوں پیغام لایا ہی جو چھپ چھپ چاہا ہی گھر میں

لگا رشکِ عدو کا داغ ناحق جانِ مضطر میں
نہ کچھ کعبہ میں رکھا تھا نہ کچھ رکھا تھا پتھر میں

وہ چشمے ہیں جو پانی سی کریں سیراب پیاسوں کو
عدم سے لوٹ کر آنا کوئی مشکل نہ تھا لیکن

کسی پہلو گر انجانی سی یہاں راحت نہیں ملتی
مرے دم پر بنی ہی اور تمہیں دم دینے آتے ہیں

ادائیں نازنیں غمزہ میں یکتا ہیں تری آنکھیں
جھلکتا آفتابِ حشر گرمی میں مگر چمکا

کہاں لیجائیگی بیتابی دل ہو گیا اتنو
لبِ لعلِ آرائشِ حسن اپنے لب گل افشانی

نکلجائے نہ روحِ ناتواں کیوں جنبشِ دم سے
لپٹ رہے یوں پیارے ہاتھ لپٹے کو مرے جیسے

بڑھیگی جب زیادہ آفتابِ حشر کی گرمی
چلے آؤ چلے آؤ چلے آؤ گنہگارو

زباں ہیں تیری انگشتی کو اعجازِ مسیحا ہے

ق

نکال اے جنبشِ بادِ صبا سلوٹ ہیں بستر میں
پڑی ہیں آنکھیں کسکی رہ گئی ہیں تیرے بستر میں

لہو آنکھوں میں بھر آیا جو ٹپکی بوند ساغر میں
یہ کسکا ذکر ہوتا ہی جو دیواریں جھکیں در میں

تجھے پر کاش مرجاتے جو مرنا تھا مقدر میں
کسے ہم سجدہ کرتے تو ہی گر ہوتا مقدر میں

وہ آنکھیں ہیں جو کام آئیں غمِ شبیر و شبر میں
سمندِ عمر کا جی چھوٹتا ہے ایک چکر میں

شرار و سنگ کا عالم ہی مجھ میں اور پتھر میں
یہاں تو اور کا کچھ اور ہو جائیگا دم بھر میں

غضب کے دل جلے ہیں وہ سپاہی سارے لشکر میں
جگہ ملجائیگی تھوڑی جو دامانِ پیمبر میں

زمین و آسمان کا فرق سمجھیں لی ورنہ شتر میں
دبا جاتا ہی وہ نازک بدن پھولوں کے زیور میں

سمندِ عمر کوسوں جا پڑا ہی ایک ٹھوکر میں
کھلے آغوشِ مادر شوقِ طفلِ ناز پرور میں

تری رحمت پکاریگی یہی میدانِ محشر میں
ہزاروں کوس کا سایہ ہی دامانِ پیمبر میں

دوبارہ جان آجاتی ہی ہر حرفِ مکرر میں

بہار میں ڈالو کسی پہلو میں کھوں اب کے
کچھ جگر اخگر نہیں کوئی شرارا دل نہیں

خال مشکیں روئے زیبا پر ہے سیّارات دن
چھوٹ جائے رُخ سے قشقاں کا ستارا دل نہیں

اسقدر سختی سے کیوں تیغ نظر کے وار ہیں
اے بتِ سنگیں جگر کچھ سنگِ خارا دل نہیں

چشم پوشی کر رہی ہے پھر بھی چشمِ نیم باز
پھر کھو گئے تم کہ ٹکڑے ٹکڑے سارا دل نہیں

ضعف سے دم آنکھ میں آنا سفر ہے دور کا
ناتواں کچھ ابھی پاتا سہارا دل نہیں

تم ہمارے اور آئینہ تمہارے روبرو
یہاں ہمارا دل نہیں ہے واں تمہارا دل نہیں

تم گھر اُٹھے یہاں دلکی کدورت ہے وہی
تم سنور بیٹھے یہاں ہمنے سنوارا دل نہیں

پھیر نیکو سیکڑوں قاتل پھرے دامن لئے ہو
اِن دلوں ہے بندہ پرور کیا ہمارا دل نہیں

ٹھہر بھی جاؤ ابھی قربان ہیں کی ہمنے جاں
بیٹھ بھی جاؤ ابھی صدقہ اوتارا دل نہیں

چپکے آئے بزم میں اور جانے کیا کیا لیگئے
کوئی بولا جاں نہیں کوئی پکارا دل نہیں

شیخ موزوں کیا کرے جیسی طرح ویسی غزل
کچھ زمین شعر پر اپنا : چارا دل نہیں

شغل لاکھوں بار ڈوبا اور اوچھلا لاکھ بار
پھر بھی بحرِ عشق سے کرتا کنارا دل نہیں

برق کہتے ہیں کسے کسکو شرر کہتے ہیں
جانتے ہو جسے آتش کا تبسم کہتے ہیں

مرحبا وصل علی از زخم جگر کہتے ہیں
چشم بد دور اسی کو تو نظر کہتے ہیں

آنکھ بھر آتی ہے جب سوز جگر کہتے ہیں
اب بھی ان آنکھیں پانی کا اثر کہتے ہیں

کچھ وہ گھبرائے سے آکر مرے گھر کہتے ہیں
کیا اسی کو ترے نالوں کا اثر کہتے ہیں

گور کچھ دور نہیں فکر مسافت کیا ہے
گھر بدل لینے کو دنیا سے سفر کہتے ہیں

بیخودی عشق کی یہ بھی کہ خبردار ہوئے
ابتدا جسکی نہیں اسکی خبر کہتے ہیں

پھر وہ مانگے لب ہائے جراحت وا ہیں
کچھ ترا حق نمک زخم جگر کہتے ہیں

کچھ اگر کہیے تو سنتے نہیں دیتے ہیں عدو
بات کہنے نہیں دیتے وہ اگر کہتے ہیں

چھوٹتا طوفان اٹھا ابر بہاری پس مرگ
یہاں نہ خاک بھی کچھ دیدۂ تر کہتے ہیں

موت مانگے سے بھی پیری میں نہیں آتی ہے
بہر مقبول دعا وقت سحر کہتے ہیں

آنکھ مجھ سے بھی ملجائے تو میں بھی جی لوں
کچھ ترے تیر نظر دل کی خبر کہتے ہیں

ہائے پیر بھی صبا و ستانے کو مرے
نوحہ گر کہتا ہے کیا انکو ہی پر کہتے ہیں

دیدۂ تر ہیں برسے لگتے ہیں خالی آنسو
لوگ اولاد کو جب لخت جگر کہتے ہیں

خاکساری سے ہوا رنگ یہ اپنا شعلہ
زرد مٹی ہے نظر میں جسے زر کہتے ہیں

تم ہو کہ ماہتاب ہی پیرہن میں کون
دیکھو قبا بڑھا کے ہے اوجلا بدن میں کون

دل میں اگر نہیں ہے خیال لب ملیح
پھر تا نمک ہے زخم جگر کے دہن میں کون

صیاد کا گمان تھا کہ آہٹ نسیم کی
کھٹکے یہ بلبلوں نے پکارا چمن میں کون

شوق فنا میں ہے ہو مشتاق قتل ہے
آگے چلیگا دیکھیے روح و بدن میں کون

شانہ جھٹک جھٹک کے وہ کہتے ہیں بار بار
الجھا ہوا ہے زلف شکن در شکن میں کون

باہر نکل کے پردہ سے ہی قدر حسن کی
یوسف کو جانتا ہی تھا پہلے وطن میں کون

دل ہے نہ جان ہے نہ جگر ہے نہ چارہ گر
پیچ ہے تیر کے تیغ کا ہے کنج محن میں کون

ہاں استراحت بھی ایک لشکر دور سے سہی
بیٹھا ہے اوڑھ کے بید انجمن میں کون

مرنا قبول جوش جنوں میں ہے مجھے مگر
لپٹا رہیگا مردہ کی صورت کفن میں کون

غربت میں رہتے رہتے زمانہ گذر گیا
شعلہ اگر گئے بھی ملیگا وطن میں کون

ہے شور قیامت مرے نالے کی صدا میں
اور چرخ جفا کار ہے تو کس کی ہوا میں

ہر سے ہے لہو جنبش ابرو کی ادا میں
شمشیر کو ڈبو دیجئے خون شہدا میں

اللہ اثر دست کہ تغافل ہے جفا میں
کچھ تو ہی مرے واسطے دشمن کی دعا میں

رہنے دو برائی ہے اگر میری وفا میں
جانے دو شکایت ہی نہیں شکر جفا میں

کیوں سجدہ گہہ غیر نہیں ہے مرا کوچہ
کچھ چال ہوئی ہے ترے نقش کف پا میں

کیا کان تلک جائے مرا حال پریشاں
الجھی ہوئی ہے بات تری زلف دوتا میں

ہے اور بھی کس کی قریب رگ گردن
آواز تری ملتی ہے نالے کی صدا میں

کیا یاد بہاری سے ہرے داغ جنوں ہیں
یہ پھول کھلینگے کبھی جنگل کی ہوا میں

امید شہیدی نہ کچھ اس کا بھروسہ
تو اور مری جان برابر ہیں وفا میں

کیوں روح نہ خوش ہوتی پروانگی اندر
دولہن سی بسی رہتی ہے بو تیری قبا میں

ہجر میں ہزاروں کے گلے گھونٹ دئے ہیں
حلقہ ہیں کہ پھانسی ہے تری زلف دوتا میں

چتون کا ٹھکانا ہے نہ آنکھوں کا ٹھکانا
مستی ہے تری شرم میں شوخی ہے حیا میں

اک شور ہے مشعل کہ سمجھ میں نہیں آتا
کچھ لطف نہیں نالہ بے ہم کی صدا میں

کیا میر اس سے ضبط جو سوز جگر نہو
او سرد مہر آگ مری بات پر نہو

سودا انہیں جنوں نہو خنجر کا ڈر نہو
کتنا سبک ہو جسم جو گردن پہ سر نہو

چلئے وہ راہ جس میں غم راہبر نہو
دنیا سے یوں اٹھو کہ کسی کو خبر نہو

کہتے ہو مجھکو رات کے وعدہ پہ جانے دے
یہ اس سے کہئے جسکو تمہاری خبر نہو

تکیہ چھپاؤں آنکھ سے پردوں میں اتنا دن
گر اشک رخنہ ساز مرا پردہ در نہو

لکھتا رہوں میں حشر تلک نامۂ فراق
آزردہ گر طبیعت مینا بسر نہو

اے اہل بزم عشق بھرو جام بیخودی
ایسی پیو کسی کی کسی کو خبر نہو

کیا کیا ہیں انتظام صف قتل گاہ میں
یہاں کا وہاں بجائے ادہر کا ادہر نہو

تو آرزوئے دل ہے تمنائے جان ہے تو
کیوں میرے جی کو چین تجھے دیکھکر نہو

گریہ نے پھر دکھائی ہیں خانہ خرابیاں
اے سیل اشک دیکھنا دیوار و در نہو

سنتا ہوں میں وہ کھنچتے ہیں بہر قتل غیر
ایکاش یوہیں سچ ہو کہ اونکے کمر نہو

اوڑتے پھرے جو خواب میں شب آسمان پر
تکیہ میں کوئی طائر سدرہ کا پر نہو

شغل بغیر عشق تو جینا محال ہے
کس کام کا جگر ہے جو درد جگر نہو

ماجرائے دل شیدا سنلو
میرے دکھ درد کا قصہ سنلو

اے بتو دل کا بھی نالہ سنلو
بانگ ناقوس کلیسا سنلو

طشت از بام ہوئی طور کی بات
لوگ کیا کرتے ہیں چرچا سنلو

جو کہوں گا سر محشر اٹھکر
پہلے تم بیٹھ کے تنہا سنلو

نہ سنو غیر کی کہنے دو مجھے
نہ کہو کچھ مرا اپنا سنلو

غش ہوئے حضرت موسے تمیز
اے لو اک اور تماشا سنلو

وعدۂ وصل عدو سے ہی سہی
کچھ ہماری بھی تمنا سنلو

عمر برباد خط و لب پہ گئی
حسرت خضر و مسیحا سنلو

ٹھہرو ٹھہرو کہ بڑا تار رنگ فغاں
راگ اک اور بھی چلتا سنلو

قہر درویش بجان درویش
لو مرے خون کا دعوی سنلو

حضرت ناصح بھی ہیں چیز کوئی
ذکر دنیا سے نرالا سنلو

شغل ہوتا ہے غزلخوان ٹھہرو
بلبل خلد کا نغمہ سنلو

خیال مجھے ہیں نقش و نگار ہونیکو
دل خموش ہے تصویر یار ہونیکو

کسیکی ٹھوکریں کھائیں غبار ہونیکو
اٹھے زمیں سے ہوا پر سوار ہونیکو

قفس میں روئیے جوش بہار ہونیکو
ہوا چمن کی نہ تھی سازگار ہونیکو

خدا کرے کہیں آجائے ہاتھ میں دامن
وہ کھیل سمجھے ہیں لے اختیار ہونیکو

مجھے قبول ندامت اگر تری رحمت
کرے پسند مرے شرمسار ہونیکو

تمہاری چوٹی جو ایڑی تک آ لی چلتے ہیں
بلا کے سر پہ تھا فتنہ سوار ہونیکو

بنے ہیں پیری میں داغ جگر مرے سرسبز
خزاں نے بدلا ہے جوڑا بہار ہونیکو

وہ مرنیوالا ہوں لے حسرت ہم آغوشی
زمیں نے ہاتھ پسارے مزار ہونیکو

کبھی تو وعدۂ فردا ترا وفا ہوگا
قیامت ہوئیگی انجام کار ہونیکو

جگر نہیں تو جگر کی عوض سہی پیکاں
کوئی تو ذرہ رہے بیقرار ہونیکو

ہزار ہیں مجھے تم ایک ہو خدا کی قسم
میں ایک ہوں تمہیں مجھسے ہزار ہونیکو

یہ شوق باعث محرومی وصال نہ ہو
نہ روک دے کہیں حیرت دوچار ہونیکو

فنا سے شعلہ طلب عمر کی وفاداری
جہاں میں آئے تھے بے اعتبار ہونیکو

لنگر چلی ہے جگر میں دوسار ہونیکو
چھٹا ہے تیر کلیجہ کے پار ہونیکو

ابھی بسے ہو جو بے روز شمار ہونیکو
وہ ہو چکے کبھی جیسے ایک بار ہونیکو

جگل کے سینہ پر داغ سے جلی ہو جہاں
ہوا یہ پھنسے چمن سے سوار ہو ہمکو

الہی کوسے خانہ نشیں کا کشتہ ہوں
زمیں چھٹتی ہے گھر کی مزار ہو ہمکو

اٹھایا دیدۂ تر ہائے بزم جاناں سے
لگاؤں آگ ترے اشکبار ہو ہمکو

جھکے کا سر ترے خنجر کے بار منت سے
کہ شوق قتل ہے گردن میں ہار ہو ہمکو

اٹھینگے حشر میں بھی کیا نہ کشتۂ بیداد
وہ چھوڑتے ہیں کفن سا گنہگار ہو ہمکو

برا ہو آرزوئے وصل کا جسنے مجھے
بغل میں کھینچ لیا ہمکنار ہو ہمکو

تمام عمر بسر ہوگی عشق کاکل میں
وہ طول دینگے مرے اختصار ہو ہمکو

بقدر جوش ترپنے تلک نہیں دیتے
وہ جانے سمجھے ہیں کیا بیقرار ہو ہمکو

رہے نہ عشق میں اے مشعلہ دین دنیا کے
ملے بتوں سے خدائی میں خوار ہو ہمکو

اڑی ہے نکہت گل لیکے پیرہن کی بو
چرائی غنچہ نے چٹکے سے کچھ دہن کی بو

دماغ میں بھی بسی کسکے سیم تن کی بو
فرشتے سونگھتے ہیں مرے کفن کی بو

وہ بال دھو کے بیٹھے ہیں اپنے کوٹھے پر
ہوائیں لپٹی ہے گیسوئے پرشکن کی بو

یہ رنگ لائی ہے مشاقی کی کیا عرق ریزی
کہ جوئے شیر میں ہے خون کوہکن کی بو

الہی خیر ہو جنگل میں جی نہ لگ جائے
کہ مجھکو آئی ہے غربت میں کچھ وطن کی بو

لگا کے ہاتھ میں مہندی جو بال دھوئے ہیں
حنا سے آنے لگی نافۂ ختن کی بو

ترے فراق میں گل خار خار وحشت ہیں
نہ کیوں دماغ پریشاں کرے چمن کی بو

چھپا تو ہم سے تو مشعلہ نہ طبع موزوں کو
تمہاری بات میں آتی ہے یاں سخن کی بو

ضبط نے تھام لیا رونے کا چرچا کیا ہو — صبر نے روک دیا پھر تو اکھڑوا کیا ہو

تم مجھے ہو تو غیروں سے اشارا کیا ہو — ظلم کرتے نہیں آتے ستم آرا کیا ہو

یہاں قیامت ہے ہو پہلے ہی قیامت برپا — آج موت آئے تو کل وعدۂ فردا کیا ہو

تمہیں دل ہو تمہیں جاں ہو تمہیں جینے کی امید — تم ہی جب غیر کے ٹھہرے تو ہمارا کیا ہو

وعدۂ روزِ جزا ابھی ہمیں منظور مگر — دیکھتے ہیں کہ عدو سے تو وعدہ کیا ہو

روح ہو تم سے زیادہ ہو محبت کس کی — جان ہو تم سے زیادہ مجھے پیارا کیا ہو

لوٹ کر دل میں سما جائے وہ آنسو کیسا — لب تلک آ کے جو رہ جائے وہ نالا کیا ہو

بات سچی ہو تو محشر ہی کی امید کریں — جھوٹے وعدے ہوں تو مرنے کی تمنا کیا ہو

آنکھ فتنہ ہے بلا زلف ہے آفت قد ہے — جس کا ہر عضو قیامت ہو سراپا کیا ہو

ان نہیں جانتے پر جا ہو تجھے دیکھ کہ لوں — تم اگر چاہو مجھے تو مرا چاہا کیا ہو

کون عاشق ہو تمہارا جو نہ معشوق ہو — جب تلک تم نہ ہو رسوا کوئی رسوا کیا ہو

بدلی مانگے کیا بوسہ کا کل ان سے — کھانے میں نال نہیں مفت ہیں سودا کیا ہو

زندگی عیش و ان کی ہو ایک ٹھہری — ہوں چراغِ سرِ رہ میرا بھروسا کیا ہو

مر نہ جاؤں کا شب ہجر کے ہی وصل علاج — میں اگر وصل میں مر جاؤں تو تبلا کیا ہو

کیجئے کانوں ہو ہر ایک کی سن لیتے ہو — تجھ سے غماز ہیں کیسے مرا کہنا کیا ہو

تاکتے رہتے ہیں ابرو کو اشارہ کے لئے — آنکھ کو دیکھتے رہتے ہیں کہ ایما کیا ہو

نیم بسمل کا کوئی دم تو تڑپنا دیکھو — بھاگتے ڈر کے ہو پھر کیسے تماشا کیا ہو

مشتاق اہل سخن ہوں تجھے بزم سخن — جب طبیعت ہی مخالف ہوں تو چرچا کیا ہو

بیٹھتے ہی مرے پہلو میں شعلہ شب وصل — بیٹھے آگ کلیجہ مرا ٹھنڈا کیا ہو

قابو میں دل ہے تو ہی عشق بتاں کا لطف
بالیں پہ کس نے آپ کو بیٹھے انفس کہا

گویا طواف کعبہ ہو بیت الصنم کے ساتھ
جینے کا غم ہوا امر ہمدم کے غم کے ساتھ

شعلہ کسی شرر کا چمکتا وہ بار بار
کانٹے چبھو گیا خلش دمبدم کے ساتھ

کیا بادشہ نے لگائے ہیں تلوار کے ہاتھ
کھوٹے وہم ہیں کسی طفل طرحدار کے ہاتھ
موت لکھی تھی مگر ابروئے خمدار کے ہاتھ
کبھی ہے تیر کی جنگی کبھی تلوار کے ہاتھ
تیری بخشش ہی تو تھا گرمی محشر سے خطر
کھینچتا ہے کوئی دل میں سے تصویر تیرا
میں وہ ہوں جنس کہ ہوتا نہیں سودا میرا
بیت ابرو ہے غزل میں یہ مضمون ہے اور
کشمکش بند قبا کی نہ گئی دنیا کی
بوالہوس چھپ کے جو آئیں تو تمہارے چھو کر
شانہ کی دست درازی ہے ستم کا باعث
نہ بچا سیل فنا سے یہ مکان خاکی
نہ تو دیندار سے مطلب ہے نہ کافر سے غرض
اک زلیخا سے بھلا قیمت یوسف کیا ہو
کہہ دیا عاشق ابرو کو مسلماں کس نے

خون برساتے ہیں مہندی بھرے [illegible] کے ہاتھ
او مسیحا نہ لگانا دل بیمار کے ہاتھ
میرا پیغام اجل آتا ہے تلوار کے ہاتھ
نکلے رہتے ہی نہیں شوخ ستمگار کے ہاتھ
گوشۂ دامن رحمت ہے گنہگار کے ہاتھ
اٹھتے سینہ سے نہیں کیوں مرے بیمار کے ہاتھ
نہ بکے مفت بھی گر مجھکو خریدار کے ہاتھ
چڑھ گئے رات کسی شاعر میخوار کے ہاتھ
ایک کے ہاتھ سے چھوٹے تو پڑے چار کے ہاتھ
بات کچھ تنگ پڑی محرم اسرار کے ہاتھ
رو کٹ جاتے ہیں ناحق [illegible] چار کے ہاتھ
اک زمانے نے لگائے در و دیوار کے ہاتھ
کب ہیں پابند ایمان سبحہ و زنار کے ہاتھ
بھاؤ بڑھتا ہی گیا گرمی بازار کے ہاتھ
وہ لگانے نہیں دیتے مجھے زنار کے ہاتھ

اب گلے لگتے ہیں بیساختہ اُن کے شعلہ
بالگانے نہیں پاتے تھے کبھی ہار کے ہاتھ

لوٹ جاتی ہے ترے سر سے قیامت آئی
نہیں رکتی نہیں رکتی پہ طبیعت آئی

جس قدر رنج کو چھیڑا ہمیں راحت آئی
زخم جتنا کہ کُریدا کئے لذت آئی

شمع گل ہو گئی کیا بزم میں آفت آئی
بے تکلف ترے اٹھتے ہی قیامت آئی

ابتدائے عشق میں یادِ قد و قامت آئی
میں ابھی مر ہی چکا تھا کہ قیامت آئی

شبِ تنہائی مرقد میں جو وحشت آئی
بیکسی دور سے چلائی کہ حضرت آئی

طول کیوں کرتے ہو یوں قصۂ قامت چلکر
مختصر کیوں نہیں کہتے کہ قیامت آئی

کھا چکے تیر مگر ہاتھ کا بوسہ لیں گے
لب تک جان اگر آ چکی سلامت آئی

تو وہ غفار ہے لینے گنہگار رو کے
عرصۂ حشر سے باہر تری رحمت آئی

جا لگی خبر بھی اسکے نہیں ہوتی معلوم
مجھ سے پھر کچھ دلِ دشمن کو محبت آئی

سامنے پھر گئی آنکھوں کے مگر زلفِ دراز
کچھ ترا روپ بنا کر شبِ فرقت آئی

دیکھ لو پہلے دہن بوسہ کا وعدہ تو کیا
بات بگڑ گئی اگر بیچ میں حجت آئی

عرصۂ حشر کو خالی کرو شعلہ آیا
اہلِ محشر کو ہٹا دو مری نوبت آئی

بھول کر کچھ تذکرے دل کے زباں پر آ گئے
تم تو اتنی بات کے سنتے ہی ہیں گھبرا گئے

رنج کیا ہے گر گلِ داغِ جگر کمہلا گئے
حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بے کھلے مرجھا گئے

تم تو کچھ تیرِ نگاہِ ناز پر اترا گئے
دیکھ لو پہلو ہی میں کیا دل کو بھی ہم کھا گئے

ہیں سلامت ہوش تو اپنا نہیں ایکدم قرار
بیقراری کہہ رہی ہے آپ کیوں گھبرا گئے

اٹھا دو پٹہ کو سینہ سے دیکھ لیں تو ذرا
زمانہ ناقۂ لیلیٰ نے کر دیا پامال

یہ کیا چھپا ہوا تیرے گلو کے ہار میں ہے
ہزاروں پھرتے ہیں یہاں قیس کس قطار میں ہے

عدو تو کیا ہے فلک کا پتہ نہیں چلتا
یہ آگ شعلہ مری آہ شعلہ بار میں ہے

مشقِ خرامِ ناز سے پامال ہم سہی
چلنا تو دیکھ لیں ترا دو ہی قدم سہی

مہر و وفا کے بدلے ستم ہی ستم سہی
دل میں خوشی نہیں نہ سہی غم ہی غم سہی

خنجر بکف پھرتے ہو یہاں بھی کرم سہی
آئی کسی کی کیوں نہ ہو پیدا کیے ہم سہی

ملجائے بیٹھ رہنے کو تھوڑی جگہ کہیں
کعبہ اگر نہیں ہے تو بیت الصنم سہی

مرنے بھی دے مجھے کہیں اے انتظار یار
آتی نہیں ہے نیند تو خواب عدم سہی

سمجھے نہیں ہیں تراوشِ مژگاں کا وہ اثر
ابکے ذرا چھڑا اور بھی اے چشم نم سہی

آخر تو انکسار و ندامت میں فرق ہے
میری طرح سے غیر کی گردن بھی خم سہی

دل اور ایک بوسہ کو انصاف کیجئے
اس پر بھی یہ گراں ہے تو کچھ اور کم سہی

تم دل کی آرزو ہو تو کیا دل سے دور ہو
آرام جاں ہوا کہ طبیعت میں رم سہی

صاحب ادہر سے کیسے رہِ خانۂ عدو
کہلاتے کیوں ہیں آپ مجھی پر کرم سہی

سنتے نہیں ہو کیوں مرے گریہ کی بات چیت
لگتی ہے یہ بھی زہر تو رونا قسم سہی

باقی کوئی ستم ہے جو اس بد گماں یہاں
تمکو یہ ہی یقیں ہے تو پھر مجھ میں دم سہی

دل کی عوض جگر کی عوض جان کی عوض
اک بوسہ دیجئے مفت نہیں کوئی رقم سہی

تیغ بلا کی مار ہوا سیر جی سے منہ
میری طرف سے گو ترے ابرو میں خم سہی

ہر جو قتل گاہ میں ہے عاشقوں کی فتح
چہرہ جو کاٹتے ہیں تو سب اک قلم سہی

پھر روز بدلتا ہے زمانہ نئی رنگت | ہجراں کا کبھی دن ہے کبھی وصل کی شب ہے

شعلہ جو یہی بیت ہیں یہی آپ کا دیوان
پھر قابل بخشش ہوا امید یہ کب ہے

اب کیا ہی جوش گریہ میں دل ابھی کھو چکے | ہم تو تری ہی جان کو پہلے ہی رو چکے
جو کچھ خرام ناز سے ہونا ہو ہو چکے | محشر بپا ہی ہو کہیں جھگڑا چلو چکے
مدت تک رہی ہے حسرت دیدار قبر میں | کبھی تو کبھی کہیں اٹھو بھی سو چکے
بیٹھے رہو بھی چشم تصور میں ایکدم | نکلے نہیں رہو گے تو تصویر ہو چکے
حسرت اگر یہی ہے تو رونے کی کیا امید | رونا اگر یہی ہے تو ہم ہاتھ دھو چکے
اب خون بہائے رونے کی امید ہے عبث | دامن کو وہ نچوڑ چکے ہاتھ دھو چکے
رونے میں تھا تصور گیسوئے تابدار | ہم تیرے بال بال میں موتی پرو چکے
چلائے ہیں چمن سے کہ گل زرد ہو گئے | بلبل کے دل میں سیکڑوں کانٹے چبھو چکے
دل بیچتے ہیں لیجئے ایسا گراں نہیں | بوسہ پہ کیا مدار ہے قیمت ہی چو چکے

شعلہ کو زندہ سمجھے وہ کہتے ہیں تیر سے
ہم نے تو آج ہی یہ سنا تھا کہ سو چکے

دیر و حرم میں جلوۂ جانانہ ایک ہے | پردہ اٹھے تو کعبہ و بتخانہ ایک ہے
گھر ہو کہ طور جلوۂ جانانہ ایک ہے | سننے کی بات سو ہیں پر افسانہ ایک ہے
ارمان دل میں خاک اڑاتے ہیں سیکڑوں | مجنوں ہزار دل ہیں مگر ویرانہ ایک ہے
میں آپ پر فدا ہوں فدا آپ غیر پر | میرا اور آپ کا تو کچھ افسانہ ایک ہے
دل ایک اور خون کے پیاسے ہزار ہا | سو رند بادہ نوش ہیں پیمانہ ایک ہے

ذرا جو ہاتھ کسی بندۂ خدا کے چلے
قیامت آ گئی دامن کماں اٹھا کے چلے

چرائی آنکھ تو جان و جگر چرا کے چلے
بچی نظر تو نگاہوں میں تم سما کے چلے

جو میری جان ہیں کیوں چلے ہو پہلو سے
جو میری روح تمہیں کیوں جدا بنا کے چلے

رہے گا قرب خدا قافلہ شہیدوں کا
ذرا بہشت میں ٹھہرے پئے کربلا کے چلے

یہ کیا ہی آتے ہی میرا سمجھ گئے مطلب
اٹھے گھر سے ہونٹوں میں منہ چھپا مسکرا کے چلے

جہانہ نقش تمنا تمہارے کوچہ میں
نشانِ سجدہ سرِ پائے سے مٹا کے چلے

عدم کی آمد و شد میں بھی رنج و راحت ہے
پیادہ آئے تجھے کاندھوں پہ قبر تک کے چلے

ہماری خاک امانت ہے انکی ٹھوکر کی
صبا سے کہہ دو کہ تربت ذرا بچا کے چلے

ہمیں وہ شوق شہادت تھا عہد طفلی میں
زمیں پہ پاؤں اٹھے بھی کہ سر جھکا کے چلے

کسی کی آمد و شد کا ہی بیخودی میں دھیان
جو اس جا سے جو آئے تو دل میں آ کے چلے

قدم اٹھاتے ہی مشکل ہے منزلِ مقصود
کہاں قیام کریں کوچۂ فنا کے چلے

وہی خلش ہے وہی دل کا انتشار بھی ہے
جو درد تھا سرِ بستر تہِ مزار بھی ہے

ہزار درد ہیں کچھ ان کا چارہ کار بھی ہے
ہزار غم ہیں مگر کوئی غمگسار بھی ہے

ستائے کیوں نہ ہمیں نامرادیٔ وحشت
جنوں بھی ہے پہ گریباں میں کوئی تار بھی ہے

امیدِ عفو مجھے اس کے رحم کی عادت سے
وہ بخش دیگا اگر تو گناہگار بھی ہے

لبوں پہ جان بھی ٹھہری تو کس بھروسے پر
جو وعدہ آنے کا ہو لطف انتظار بھی ہے

کہے ہے چشمِ فسوں ساز شب کی کیفیت
خمار سے بھی ہے کچھ نیند کا خمار بھی ہے

ادھر رہا تو ہے بوسہ کیا ملے اے دل
مگر خیالِ خمِ زلفِ تابدار بھی ہے

سرد مہری سے تری داغ جگر سینہ ہے
روزن سینہ سے کچھ ٹھنڈی ہوا آتی ہے

ہائے وہ گریہ خاموش ہے بھی گرم ہوئے
اشک غماز کو کیا آگ لگا آتی ہے

کسکے تلووں سے تصور میں ملی ہیں آنکھیں
اشک خونبار سے کچھ بوئے حنا آتی ہے

ہاتھ جیب سینہ کے ناسور سے اپنا سرکا
دل بیمار پکارا کہ ہوا آتی ہے

شعلہ ہے الفت دنیا تو فقط تا دم مرگ
زندگی یاد کسے بعد فنا آتی ہے

بیگانہ گر ہو کوئی تو اپنا بنا ہے
کافر سے کیا بگاڑ ہے اور کیا بنا ہے

ملتے ہیں مفت حضرت دل بوسہ ہائے زلف
جان پر نظر نہ کیجئے سودا بنا ہے

پھر خدا نہ دو سر بازار گالیاں
عاشق کو راہ راہ سے بندا اپنا ہے

جھٹکے نہ دیجئے کہ پھنسے ہیں ہزار دل
بیساختہ نہ زلف چلیپا بنا ہے

کہتا ہے کون یہ کہ وہاں دل نہیں
سارے جہان کو تو خدا نے بنا ہے

محشر بپا نہ کیجئے یوں راہ چلتوں پر
والان کے لیے کوئی پردا بنا ہے

شعلہ نے کیا بگاڑ کیا تم کو دل دیا
غیروں کے سامنے تو نہ اتنا بنا ہے

تم کو شکوہ جفا سے سمجھے
کیا کہا ہم نے آپ کیا سمجھے

ہم تری بات ناصحا سمجھے
کوئی سمجھے ہوئے کو کیا سمجھے

مرض الموت کو شفا سمجھے
درد کو جان کی دوا سمجھے

اس تڑپنے کو مدعا سمجھے
دل بد خو تجھے خدا سمجھے

ہائے نادانی سرشک نہ پوچھے
گریہ کو طرز التجا سمجھے

کر دے اک جہان کو بہت خود بیں — اے سکندر تجھے خدا سمجھے

در و انگیز کی آواز — دل شکستہ کی ہم صدا سمجھے

اور بگڑ جو مری شکایت سے — کچھ بھی موقع نہ بات کا سمجھے

شکوہ جور پر اٹھائی تیغ — وہ مجھے جان سے خفا سمجھے

کون کرتا ہے آنے کا وعدہ — ہم تری بندشیں حنا سمجھے

حیف نادانی و تغافل دل — کیا تجھے آپ سے خدا سمجھے

غیر بھیجے ہے اوسکو خط وصال — کاش میرا لکھا ہوا سمجھے

روح سے سینکڑوں لباس پہنے — کسکو اتری ہوئی قبا سمجھے

دل کی ناکامیوں سے جان گئی — کس نکمے کو کام کا سمجھے

شعلہ کل ہی تو میکدہ میں تھے
آج تم کیسے پارسا سمجھے

لطف صیاد سے ہم چمن بھول گئے — ایسے غربت وہ خوش آئی کہ وطن بھول گئے

کیا سراپا تھا ترا ہوش ربا روز ازل — حضرت صالح بنائے ہیں دہن بھول گئے

کسکے آنیکی خوشی میں یہ اوڑے سب حواس — ڈال اہل عزا مجھ پہ کفن بھول گئے

پانو کیوں ناقہ لیلی کے ہٹے جاتے ہیں — قافلہ والے مگر نجد کا بن بھول گئے

یاد وحشت میں جو وہ چشم فسونگر آئے — چوکڑی میرے بیاباں میں ہرن بھول گئے

یاد اک دن نہ کیا ہائے عدم والوں نے — واے غربت مجھے یاران وطن بھول گئے

دل کی آس پہ ناوک جو بہت توڑ تی — کیا تری گردشیں او چرخ کہن بھول گئے

وآیا کسے تابوت پہ پھرے آنا — لوگ کیوں رکھ کے مجھے زیر کفن بھول گئے

زندگی اور اجل میں کبھی جھگڑا ہوگا
آپ اگر گرمِ سخن بھی دمِ رفتار ہوئے

شعلہ کس فکر میں خاموش ہو دو دن کے لئے
زندگی چیز ہے کیا جس سے کہ بیزار ہوئے

بعدِ فنا بھی داغِ تپِ غم بغل میں ہے
جنت میں بھی گیا پہ جہنم بغل میں ہے

کیا کیا شبِ وصال عجب ہم بغل میں ہے
کچھ جی ہی جانتا ہے جو عالم بغل میں ہے

نظارہ کر رہے ہیں ترا سر سے پاؤں تک
دل ہے کہ آئینۂ قدِ آدم بغل میں ہے

ہم مر کے بھی شب چھٹے نہ رقیبوں کے رشک سے
دیکھا جو گور کو تو اک عالم بغل میں ہے

پالا ہے سانپ آپنے آغوشِ ناز میں
کہتا ہے کون گیسوئے خوش خم بغل میں ہے

ناطاقتی سے ہوتی ہیں زور آزمائیاں
پہلو میں دل ہے یا کوئی رستم بغل میں ہے

اب کیا رہا ہے جس کے بھروسے پہ زندگی
اک دل ہے سو بھی یا الٰہی کہ غم بغل میں ہے

پھر کیوں بغل میں دوسرے دشمن کو دوں جگہ
اپنا ہی دل ہے ایک سو کیا کم بغل میں ہے

اوراقِ دل پہ وصفِ خطِ یار ہے رقم
یعنی کتابِ عشق کی ہر دم بغل میں ہے

پر قسمتوں سے ہاتھوں کی کچھ دل پہ چوٹ ہے
اے شعلہ کوئی تو ہے جو ہر دم بغل میں ہے

دل سے وحشت کی آرزو نہ گئی
زلف خود پھر گئی سر سے بو نہ گئی

تلخیٔ مرگ کا مزہ مت پوچھ
زہر کی گھونٹ تا گلو نہ گئی

اپنے دل پر بھی رشک آتا ہے
نہ گئی کاوشِ عدو نہ گئی

تاب کیا عکسِ روئے زیبا کی
آرسی رخ کے روبرو نہ گئی

اس گلِ چیت پیرہن پہ مرے
جس کا دامن نسیم چھو نہ سکی

للہ کسی کے پیچ کا ڈورا نہ باندھیے | امید قطع ہوتی ہے امیدوار کی
ہاتھوں کو ہے نقاب سے منظور کشمکش | جالی بنا دے میرے گریباں کے تار کی
مجھ پر ہی کیوں خفا ہو کہ تیری نظر لگی | میں کیا ہوں تم پہ پڑتی ہیں آنکھیں ہزار کی
تم نے سنا نہ بیٹھ کے کچھ حال چشم تر | اوپری بات اوڑ گئی ابر بہار کی
آنے دو روز حشر دکھا دونگا بعد مرگ | تم خود کرو گے آکے زیارت مزار کی
اپنا ہی ایک غم ہے سو کیا کم ہے ہمنشیں | دل میں کہاں جگہ ہے غم روزگار کی
دل پھینکدوں نکال کے سینہ سے جب کہو | حسرت نکالیے مرے اختیار کی

پیدل ہوں شغلہ پر ہوں میں اسکے رکاب کا
ملتی نہیں ہے گرد بھی جس شہسوار کی

داغ جل جل کے جلاتے ہیں مجھے | زخم ہنس ہنس کے رلاتے ہیں مجھے
لاغری لطف نما دیتی ہے | لوگ پھروں نہیں پاتے ہیں مجھے
بزم کیونکر تہ و بالا نہ کروں | بیٹھ کر غیر اٹھاتے ہیں مجھے
مہربانی میں بھی ہے طرز ستم | ٹھوکروں سے وہ جلاتے ہیں مجھے
سب سمجھتا ہوں رقیبوں کے لگاؤ | آپ ناحق کو بناتے ہیں مجھے
کبھی ہاتھوں سے کبھی پاؤں سے | کھیلتے ہیں کہ مٹاتے ہیں مجھے
حال دل کہیو تو کس سے کہیے | سنکے لاکھوں وہ سناتے ہیں مجھے
کیوں ابھی آپ نہیں گرم خرام | اہل محشر تو جگاتے ہیں مجھے
غیر کے ہاتھ سے لیتے ہیں وہ جام | زہر بھر بھر کے پلاتے ہیں مجھے
دل یہ کہتا ہے کہ جب دے ہی چکے | آپ پھر کس سے چھپاتے ہیں مجھے

حشر کسکا وہاں تو پھر خبر لینا آپ انکو ہے
دور ہے ساقی مگر جام شراب آنکو ہے
رخنہ بندی ہو رہی ہیں سینہ صد چاک کی
چھا گئی ہے دیکھیں عروسان چمن پر بیخودی
بچ رکھو تم بھی اپنے دل میں عذر خوں بہا
نالہ سینہ سے نکل آیا در دل توڑ کر
خود بخود ہوتے ہیں میرے دیدۂ بیدار بند

سو رہو کس شب تو اگر آنکھ نہیں تم خواب انکو ہے
اتر رہا تو ہوں ہاتھ میں تمہارے نقاب انکو ہے
دلمیں ہی پردہ نشیں تم بے حجاب انکو ہے
چپ ہے بلبل دیدۂ نرگس میں خواب انکو ہے
زخم گنتے دو مجھے روز حساب انکو ہے
آج پہلو سے نوید اضطراب انکو ہے
کچھ تمہاری وضع سے آنکھوں میں خواب انکو ہے

ساقی مے پرست آتا ہے لئے جام و سبو
شعلہ اٹھے بیخودی محفل میں شراب آنکو ہے

رہو گے پردہ رخ کب تک چھپائے ہوئے
پھر گئی باد صبا پھر کیسے اڑائے ہوئے
خودی ہیں آکر عاشق پہ بیخودی چھائی
مگر تو نور ہی دیتی مری گناہوں نے
نگاہ کی طرح چپکے سے نکلے جاتے ہو
پھر انکو حشر کا کیا ڈر جو ہیں مانے ہیں
تمہاری یاد میں نے دی ہیں لاکھوں داغ
دکھ آئے ہی کیا بات جی میں اٹھ گئی
تمہیں کیو ستم کا تمہیں سلیقہ تھا
تمہاری جنبش دامن نہ جب تک ہوگی

بہت زمانہ ہوا طور کو جلائے ہوئے
کہ خاک بھی نہیں ہوتی ترے جلائے ہوئے
چلے ہو ہاتھ سے دامن کہاں چھڑائے ہوئے
ترا کرم ہے مگر آسرا بندھائے ہوئے
تمہیں تو چین نہیں آنکھیں سمائے ہوئے
تمہاری طاقت دیدار آزمائے ہوئے
اس ایک غنچہ کو کیا کیا ہیں گل کھلائے ہوئے
اٹھائے جاتے ہیں جو بزم سے تمہاری لئے
یہ ناز و غمزہ ہیں کسکے کہو سکھائے ہوئے
ابھی نہ حشر میں کیا خاک کے ملائے ہوئے

تم دمِ گلگشت گر اک بوسۂ رخسار دو / چونچ سے بلبل چمن میں گل کتر کر پھینک دے

ایسے صیادِ ستمگر سے ہو کیا امیدِ رحم / جو رگِ گل سے پرِ بلبل کتر کر پھینک دے

سر کٹا یوں جنبشِ ابرو سے بزمِ یار میں / شمع کا گلگیر جیسے گل کتر کر پھینک دے

ماہِ کامل سے تراشا چرخ جیسا ماہِ نو / ایسا اک نعلِ ستم دلدل کتر کر پھینک دے

اے ہلالِ آسماں کرتے ہیں ہم ٹھنڈی شراب / ابر کا اک ٹکڑا ہلال کتر کر پھینک دے

صورتِ ناقوس ہونگا روزِ محشر نعرہ زن / تو اگر میری زباں بالکل کتر کر پھینک دے

کیا دمِ تقریر چلتی ہے زباں مقراض سی / شوخیِ گفتار لاکھوں گل کتر کر پھینک دے

ساقیِ بزمِ تصور ہے وہ خاموشی پسند / گردنِ مینا دمِ قلقل کتر کر پھینک دے

وہ اسیرِ بندِ الفت جلد یا آشفتہ سر / اتنا او ظالم کہیں کاکل کتر کر پھینک دے

رشکِ چھو لینے پہ یوں گر دے تے کاٹے میری ناک / جس طرح کوئی پرِ بلبل کتر کر پھینک دے

منتظر ہیں سینکڑوں گلچیں نئے مضمون کے
شعلہ پھر بزمِ سخن میں گل کتر کر پھینک دے

کر کے پامال کہاں جاتا ہے جانے والے / او مری خاک سے دامن کے بچانے والے

ایک دل جس کے ہزاروں ہیں ستانے والے / ایک ہیں لاکھ مری جان کے کھانے والے

او مرے واسطے دربان بٹھانے والے / نہیں رکتے ہیں فرشتوں سے بھی آنے والے

آ گئے اتنے جنازہ کے اٹھانے والے / دیکھتا جا مجھے منہ پھیر کے جانے والے

کیا ہی سامان ہیں اک عمرِ دو روزہ کے لئے / کچھ مرے جاتے ہیں جینے پہ زمانے والے

پا گئے ہم بھی نہ شرماؤ ملاؤ آنکھیں / تم ہی ہو آپ مرے دل کے چرانے والے

میرے نالوں سے کیا غیر نے برہم اون کو / سچ ہے ہوتے ہیں بُرے آگ لگانے والے

دستِ نازک ہیں میرے سینہ پہ جو ہار پہنے دئے — ہاتھ لگی آگ کے ہاتھوں سے بجھانیوالے
دو اجازت مجھے رونیکی تو طوفان آئے — دیدۂ تر ہیں سمندر کے بہانیوالے
حال دل سنکے وہ کہتے ہیں بگڑ کر مجھسے — یہیں آجاتے ہیں باتونکے بنانیوالے

لیچلا بار گنہ سر پہ کہاں کا شعلہ
دبے جاتے ہیں جنازہ کے اٹھانیوالے

ادھر تو یہاں دل نہیں ہے ادھر جو دیکھو جگر نہیں ہے — اک آہ سینہ میں لگی ہے سو آہ میں بھی کچھ اثر نہیں ہے
نگہ اٹھائی تو قہر آیا جدھر کو دیکھا غضب الٹ دے — قضا کی شمشیر کھیلتی ہے تمہاری ترچھی نظر نہیں ہے
نہیں ہے کچھ بھی کہیں عشق ابرو سنبھل کے اہل ایماں لگانا — یہ گھاٹ وہ ہے جو پار اترا تو دیکھ لینا کہ سر نہیں ہے
الٰہی باقی ہے صاحب اتنا کہاں تسکیں ہو اضطرابی — یہ روئے زیبا کی روشنی ہے یقین مانو سحر نہیں ہے
جو تیری رفتار کے ہیں کشتہ انہوں نے کروٹ تک نہ بدلی — کہاں کا محشر ہے صور کیسا یہاں کسی کو خبر نہیں ہے
اٹھے لحد پر تو تم یہ باندھی جو کچھ بھی ہوئی تو دیکھو پر — بڑی الٰہی یہ خیر گذری کہ ان پہ انکی نظر نہیں ہے

نہیں ہے اے شعلہ بات خالی نہیں تو جاتا ہے یہ نکلکر
جو دل کو یہاں پر ڈھونڈتا ہوں تو پاتا وہ پر نہیں ہے

جاں دینا ہے چھیڑ دل لگی کی — رونا اک بات ہے ہنسی کی
دیکھیں نکلیگی کس کے جی کی — پھر اونکو تلاش ہے چھری کی
محشر میں بھی آکے بات کہو ہی — سنتا نہیں یہاں کوئی کسی کی
زخمو لاتا ہے وہ نمکداں — دیکھو کہیں بات ہو نہ ہنسی کی
دوزخ واعظ کو ہمکو جنت — اللہ نے خوب منصفی کی
اس کا کوئی مدعا بتاؤ — ہے خط پہ جو مہر مدعی کی

اگر محفل میکشاں میں آئیں
تو شیخی نکلے گی شیخ جی کی

شعلہ جب تک لگے نہ جوہر
ہوتی نہیں قدر آدمی کی

کہا تھا کیا جو ہوئے تم خفا سنو تو سہی
لو آؤ جانے دو بیٹھو ذرا سنو تو سہی

یہ اختیار ہے مانو نہ مانو پر کچھ تو
ہمارے دل کا ذرا مدعا سنو تو سہی

عدو سے کہتے تھے کیا بات پھر کہو تو سہی
نکالی آپ نے کیا کیا حیا سنو تو سہی

وصال میں ترے انداز کیا کہوں تجھ سے
وہ کس طرح سے کہ ٹھہرو ذرا سنو تو سہی

یہ بات جانے دو کس نے بھری تمہارے کان
یہ تو ہماری بھی بہر خدا سنو تو سہی

بڑی کسی نے کہا اور کسی نے دیوانہ
تمہارے واسطے کیا کیا سنا سنو تو سہی

خدا کے واسطے دامن نہ ہاتھ سے جھٹکو
یہ کس سے وعدہ ہے جلدی ہے کیا سنو تو سہی

جو آئیں حضرت ناصح تو آنے دو شعلہ
بھلا یہ دیکھیں وہ کہتے ہیں کیا سنو تو سہی

حسرت زخم سے پھر بھی نہوا دل خالی
کر چکا لاکھ نمکداں ترا بسمل خالی

کرکے پہلو کو چلا شوخ شمائل خالی
کیوں نہ حسرت ہی کروں کر گیا وہ دل خالی

جسم سے رخصت جاں ہے کہیں جلدی آؤ
لیلی روح کئے دیتی ہے محمل خالی

بوسہ رخسار کے وعدے پہ لیا تھا تم نے
بھاگتے ہیں جو نکہ دیا لیکے کروں دل خالی

تیری درگاہ سے محروم نہیں ہے کوئی
تیرے دروازہ سے پھرتا نہیں سائل خالی

اسکی جلوت ہی جو منظور رہو دل دروسے بھر
کیا ہوا شیشہ سے بزم میں داخل خالی

مہر قربان تمہارے نگہ بد کے لئے
چاند سے رخ پہ لگا لیجئے اک تل خالی

آرزوؤں کا برا ہو کہ کبھی جی نہ بھرا
ہو گیا پر نہ تمنا سے ہوا دل خالی

کاندھا دینے کوئی آیا جنازے کے قریب
ہوتے جاتے ہیں جو تابوت کے حامل خالی

ہر نفس آمد و شد لب پہ ترے ذکر کی ہے
صورت دانۂ تسبیح ہوا دل خالی

اسکو کیا آرزوؤں کا آنا نہیں آساں اونکا
دل کیا تھا یہاں رو رو کے بمشکل خالی

یاد تیری ہے ترا ذکر تصور تیرا
مشغلے سے کبھی رہتے نہیں عاقل خالی

ہر نفس رفع کدورت ہی گھڑی بھر ٹھیرو
کرنے دو شیشۂ ساعت کی طرح دل خالی

جسم سے فرقت جاں کوئی نئی بات نہیں
ایسے لاکھوں گئے اس لیلی کے محمل خالی

ہوتے کہ مستی کم ظرف پہ کیا کیا رویا
نظر آیا جو حباب لب ساحل خالی

تھا یہ حسن ہوا عین تغافل میرا
تیرے جلوہ سے نہیں پردۂ حائل خالی

ہائے اندھیر کیے غیر جلا شکو میرے
حکم ہوتے ہیں کہ ہو شمع سے محفل خالی

تپش دل نے تہ تیغ تڑپنے نہ دیا
مجھ پہ سو بار پڑا خنجر قاتل خالی

کام کیا آئیں گے پھر دست و زباں اپنے شعلہ
کیا کیا کرتا ہے بیٹھا ہوا غافل خالی

جنوں کا سلسلہ در پردہ نکلا حسن پنہاں سے
حجاب یار رسوا ہی مرے چاک گریباں سے

چلے ہیں پانو باہر دورۂ گردون گرداں سے
ترے وحشی کا جی گھبرا گیا تنگی میداں سے

دل و جان و جگر مل مل کے ٹپکے چشم گریاں سے
یہاں تو خانماں کے خانماں ڈوبے ہیں طوفاں سے

نہیں چھوٹا اب بھی خون کشتگان ناز داماں سے
جلو و پہیں وہ باہر آ سکے محشر کے میداں سے

سحر اٹھتے ہی اک آفت نئی ہو گئی چاک گریباں سے
مرا داغ جگر ہم خواب تھا خورشید تاباں سے

جلا سارا بدن لو شعر و بیاں سوز تپش جاں سے
لگی ہے آگ اس گھر میں چراغ زیر داماں سے

کھلا جاتا ہے راز عشق کیا کرتے ہو اے شعلہ
ادھر دیکھو تو رونے کی قسم لو چشم گریاں سے

غیر پر چشم عنایت کیسی — یہ اشارات یہ کنایت کیسی
خوب کہیے کہ ہم بھی چپ ہیں — شکر کی جا ہے شکایت کیسی
تیر و خنجر سے ذرا کام تو لو — چشم و ابرو کی حمایت کیسی
طور پر تم ہی تو تھے جلوہ فگن — بات سچ ہو تو روایت کیسی
جو نکلتا ہے قیامت قد ہے — ان بتوں کی ہے ولایت کیسی
قتل تا حشر کا تو فتوے مجھپر — غیر کے حق میں رعایت کیسی
جور ہوتے ہیں کرم کے بدلے — پھر گئی چشم عنایت کیسی
سن تو لو میری شب ہجر کی بات — قصہ کیسا ہے حکایت کیسی
اشک آتا ہی نہیں آنکھوں میں — کر گیا دل میں سرایت کیسی
مصحف رخ پہ نکل آیا خط — پڑھ گئی اور یہ آیت کیسی
کچھ کھلی جاتی ہیں آنکھیں آخر — حسرت مرگ نہایت کیسی
حضرت ناصح لو بس رہنے دو — دل نہ دینے کی ہدایت کیسی
نہ کہوں میں تو تمہارا کیا زور — نہ سنو تم تو شکایت کیسی
وعدہ اک وقت کا کر جائیگا — ابتدا اور نہایت کیسی

شعلہ کیوں کرتے ہو ٹکڑے ٹکڑے
دل کے دینے میں کنایت کیسی

بیٹھو اٹھو خیال نوک مژگاں چاہیے — گردشیں لینی کہ ہر پہلو میں پیکاں چاہیے

دلکو پہلو میں بھی کچھ وحشت کا ساماں چاہیے
صحفِ دست پائے خوف کرف جاناں چاہیے
عاشقوں کو کیا خیالِ کفر و ایماں چاہیے
سخت جانی کیلئے کیا تیغِ براں چاہیے
تمکو پہلو میں بٹھاؤں بیٹھتے سے پیشتر
خود بہر آگئے دیکھ لینا تم تو مجھکو ڈھونڈتے
گر یہی دیدارِ یاری ہے عدو بھی بے حجاب
باعثِ آسودگی ہے خانہ ویرانی مری
ہر نفس چلنا پڑا ہے کاروانِ روح کا
بت پرستی جب تلک ہے تب تلک ہے زندگی
ہر جلوہ پردہ پردہ آئینہ خانہ بنے
چرخ کیسا گریہ کسکا نوح کی کشتی کہاں
بوسہ لب کیوں نہ وقتِ قتل ہو لذت فزا

سینہ کے اندر ہی چھوٹا سا بیاباں چاہیے
مصرعۂ موزوں کا ہر اک لفظ پیچاں چاہیے
بت بنانے کے لئے خاکِ مسلماں چاہیے
عمر کا کٹنا بہت مشکل ہے کہ آساں چاہیے
درد کا اٹھنے سے پہلے کوئی درماں چاہیے
حشر میں ملنے کا کسکو عہد و پیماں چاہیے
آنکھ میں کوئی لگا ہو تو نگہباں چاہیے
در ہی جب گھر کے نہیں ہیں کسکو درباں چاہیے
ہر گھڑی مثلِ جرس ہیہات لب پہ فغاں چاہیے
صورتِ زنار گردن میں رگِ جاں چاہیے
دیدۂ بینا تری صورت پہ حیراں چاہیے
اک نہ اک ہر روز میرے سر پہ طوفاں چاہیے
بہر تسکیں زخم سے پہلے نمکداں چاہیے

تا سخن سنجی میں بھی شعلہ رہیں مضموں گرم
کچھ تو ہونٹوں کے اوپر آہِ سوزاں چاہیے

اس تقاضے سے جنوں کے بیاباں چاہیے
آنکھ لگتے ہی خیالِ زلفِ پیچاں چاہیے
خط بھی زیبِ مصحفِ رخسارِ جاناں چاہیے
چٹکیاں لیتا ہوا سینہ میں پیکاں چاہیے

ہاتھ میں رومال کے بدلے گریباں چاہیے
نیند سے پہلے مجھے خوابِ پریشاں چاہیے
کچھ نہ کچھ ملتا ہوا صورت سے قرآں چاہیے
کوئی تو حالِ دلِ مضطر کا پرساں چاہیے

تیر کیا ٹوٹتے تھے پہلو میں — اور بھی ان سے ور آ گئے ہے
روپڑے خون جگر آنکھوں سے — پھر وہی رنگ حنا آ گئے ہے
یہاں پہ لپیٹ پڑو وہاں کان پہ ہاتھ — گویا نالے سے صدا آ گئے ہے
تیرے دربار میں کچھ فرق نہیں — بادشاہوں سے گدا آ گئے ہے
حسن تیرا ہی پیا تابوت رواں — بیکسی اہل عزا آ گئے ہے
اور کیا اپنی کشش وحشت ہو — اے جنوں جیب قبا آ گئے ہے

تجھ دی میں ہی رہا اے شعلہ
بے خبر دار فنا آ گئے ہے

تمہارے بسمل بیتاب جانے کیا کرتے — نمک جو زخم میں ہوتا تو ہاں مزا کرتے
بتوں کا عشق نہ کرتے تو کیا برا کرتے — جو ایک کونے میں بیٹھے خدا خدا کرتے
یہ شکوہ کاہے کو کاہے کو یہ گلا کرتے — تجھے بھلا جو نہ کہتے تو کیا برا کرتے
لیے تھے دل کی عوض ہوئی غیر سے کیا ذکر — حساب دل کا بتا دل میں سمجھ لیا کرتے
ہمیں بھی خبر کہ ہم تجھے نہ قابل پرستش — دگرنہ حشر میں کیا جانے کیا کیا کرتے
کوئی جگہ نہیں دنیا بغلی ہیں یا دشمن کو — جو دل ہی کام کا ہوتا تو لوگوں [illegible] کرتے

بگاڑی حضرت شعلہ نے آپ کی عادت
سکھا طرز وفا اور نے وفا کرتے

دل کی الجھن سکا یا تھے بھی نہ سہی — اگر مری بات میں کچھ بات ہے یہ بھی نہ سہی
عید کو بھی وہ نہیں ملتے ہیں مجھ سے نہیں — اک برس دل کی ملاقات ہے یہ بھی نہ سہی
دلمیں جو کچھ تمہارے نہیں زباں پیچھے — نا ہر کی لطف دعا راتے ہے یہ بھی نہ سہی

زندگی ہجر میں بھی یوں ہیں گذر جائیگی
وصل کی ایک ہی تو رات ہے یہ بھی نہ سہی

میری تربت پہ لگاتے نہیں ٹھوکر نہ لگاؤ
یہی بس اُنکی کرامات ہے یہ بھی نہ سہی

کاٹ سکتے ہیں گلا خود بھی نہ کیجیے ہمیں قتل
آپکے ہاتھ میں اک بات ہے یہ بھی نہ سہی

حوضِ خونِ جگر بادۂ گلرنگ تو ہو
اور یہاں یہ بھی مساوات ہے یہ بھی نہ سہی

قتل قاصد پہ کمر باندھی ہے شعلہ اسنے
خط کتابت کی ملاقات ہے یہ بھی نہ سہی

کہاں ہے حشر جو پرسش ہے مدعا کے لئے
خموش رہنے دے اے ہمنفس خدا کے لئے

مریضِ عشق کو کیوں فکر ہو شفا کے لئے
یہ درد وہ ہے جو ملتا نہیں دوا کے لئے

بڑھائے جاؤں میں دم نالۂ رسا کے لئے
کسی کا ڈر نہ ہو گر عمر لے وفا کے لئے

خدا سے مانگ رہا تھا تمہیں جفا کے لئے
قدم اٹھے او اثر کر مری دعا کے لئے

نشانِ خاک نشینی ہے بے نشاں ہونا
کہ سر بلندی ہے منتہا ہی نقشِ پا کے لئے

یہ خبر تھی کہ جو پردہ میں تھی کلیم سے بات
کسے تھی تاب نظر حسن برملا کے لئے

جو چھیڑا نالۂ جانسوز ساز حسن ہوا
وہ آئے پردے سے باہر مری صدا کے لئے

جدھر کو جاہے کھنچا ہے روح قالب سے
بہت سے رستے ہیں اک کوچۂ فنا کے لئے

اگر نہیں نہ سہی میں وفا شعار مگر
بھلا نہیں تو برا ہی نہیں جفا کے لئے

لپٹ کے کعبہ نہ آجائے آستاں کے قریں
سمٹ رہی ہے زمیں تیری جبہ سا کے لئے

زمانہ کہتا ہے اک دن قیامت آئیگی
تمہارے وعدے تو ہوتے نہیں وفا کے لئے

اوسی کو فکر ہماری بھی منعمو ہوگی
جو روز بھیجتا ہے کاسۂ گدا کے لئے

چلے ہیں جان و جگر لب پہ رہ گیا نالہ
رکا نہ قافلۂ اہلِ دل درا کے لئے

ہمارا چاک گریباں تو تا بدامن ہے / ایسا ہاتھ کانپ رہے ہیں تری قبا کے لئے

میں آؤں بزم میں کیونکر تمہارے حکم بغیر / کہ دست شمع میں پروانہ ہی صبا کے لئے

وفا نہ ہو نہ سہی لطف انتظار تو ہے / ابھی سے مرتے ہیں ہم وعدۂ جزا کے لئے

وہ نغمہ سنج ہوں منقار سے نکل آئی / زبان بلبل سدرہ کی مرحبا کے لئے

کسی کی تیغ کے اقبال سے اڑا یا سر / یہاں جگہ ہی نہیں سایۂ ہما کے لئے

قلم کو صاف لکھا ہے نشان وہم تحریر / دہن کو چھوڑ دیا غیب کی ندا کے لئے

تری نظر میں نہیں شیخ و برہمن میں فرق / ہے ایک جلوہ ترا غیر و آشنا کے لئے

پیو بھی شوق سے شعلہ کہاں کا تقوی ہے
شراب رنگ ہے ناموس پارسا کے لئے

وحشت میں رو نہ سکے گر ہرے تری ہو جائے / شاخ آہو جسے کہتے ہیں ہری ہو جائے

نجد میں جا کے جو رو دوں تو تری ہو جائے / بید مجنوں کی ہر اک شاخ ہری ہو جائے

اوڑھ لی رخ پہ تمہارے زلف پریشاں تیری / اک تماشا ہے یہ ناگن جو پری ہو جائے

ڈھانپ کر منہ جو کفن میں ترا کشتہ روئے / نخل تابوت کی ہر شاخ ہری ہو جائے

ہوش اڑ جائیں گے مضمون لکھے ہیں خط میں / رفتہ رفتہ نہ کبوتر بھی پری ہو جائے

سرد مہری بتاں کا جو اثر ہو شعلہ
کوہ طور آگ کے برس کوہ مری ہو جائے

شامت آئی پہنسے ہائے نہ تقدیر کسی کی / اللہ نہ ہو زلف گلوگیر کسی کی

آیا کوئی دامن کو سنبھالے ہوئے تربت / تعویذ لحد کرتا ہے تصویر کسی کی

کیوں طور کی باتوں پہ عبث ناز ہے موسیٰ / ہم بھی تمہیں سنوائیں گے تقریر کسی کی

لے چرخ جفاکار کو بھی صبر مری قسم ہے	مت مانیو اے نالۂ شبگیر کسیکی

شعلہ کی دم نزع بھی آنکھیں نہوئیں بند
تکتا رہا صورت دم تکبیر کسیکی

تم دل کو جلا کے اور رلا کے	جاتے ہو کہاں لگا بجھا کے
گور شہدا بچا بچا کے	دامن کو چلو ذرا اٹھا کے
انسان کو بھی پری بنایا	صدقے اس شان کبریا کے
تھی الفت جسم خاک آخر	لو روح چلی ہوا بتا کے
گیسو نہ بنا بنا بگاڑو	پچھتاؤ گے ان کو سر چڑھا کے
محشر میں بھی سرمہ در گلو ہیں	کشتہ تری چشم سرمہ سا کے
ساغر سے ملا کے لب بگاڑا	کم ظرف کو تم نے منہ لگا کے
مرنا ہو جائے اک تماشا	تم بھی ساتھ آؤ گر قضا کے
پایا تجھے کھو کے ساری ہستی	ہم کھو گئے ہیں تجھ کو پا کے
اے بار گناہ کر سبکدوش	رکھ دینگے جنازہ یار اٹھا کے

ان سبزہ خطوں کو دل نہ دیجے
شعلہ سو رہئے زہر کھا کے

ہے کلائی کے لچکنے کا تمہارے ڈر مجھے	میں گلا خود کاٹ لوں لاؤ خنجر مجھے
کیا خیال روئے نمکیں نے رکھا مضطر مجھے	دکھے زخموں پہ رلایا خوب ہنس ہنس کر مجھے
داغ کھانے پر دکھایا عشق نے زیور مجھے	میرے آقا نے دیا ہے خلعت پرزر مجھے
تھا اگر عشق بتاں میرے مقدر کا لکھا	دے گئے [illegible] بلا میں تا کوئی [illegible] مجھے

ساقیا طرز تکلف دور گستاخی معاف — ایک سے ہوتا ہے کیا دو چار دے ساغر مجھے

اسقدر مشتعلہ بند ہی شوق پر پرو کی ہوا
لے اوڑ تخت سلیماں کی طرح بستر مجھے

جو ذبح کرنے پہ آمادہ میرے تو ہو جائے — ہر ایک عضو ستمگر رگ گلو ہو جائے
دکھاؤں گلشن فردوس کی بہار ہمیں — جو داغ سینۂ سوزاں میں رنگ بو ہو جائے
اگر ہو گرم فغاں میرے ڈھنگ سے بلبل — چمن ہو خشک نسیم بہار لو ہو جائے
نکل کے اشک جو آ جائے آنکھ سے باہر — در یتیم کی گوہری کی آبرو ہو جائے

یہ عشق ایسی بلا ہے کہ جس سے اے شعلہ
جگر کے ٹکڑے ہوں پہلو میں دل لہو ہو جائے

کون ہے تاب جسے جلوۂ رخسار کی ہے — دھوم ہی دھوم فقط حشر میں دیدار کی ہے
مجھے بیہوش کشش ابروئے خمدار کی ہے — دلپہ کچھ چوٹ اوچھی ہوئی تلوار کی ہے
اور کس دل میں جگہ زلف سیہ کار کی ہے — میرے گھر میں ہی مگر قدر شب تار کی ہے
خواہش مرگ بجا مرگ طلبگار کی ہے — وہی اچھا ہے جو مرضی تیرے بیمار کی ہے
کیا اٹھیں حشر میں ہم منزل ہستی کے تھکے — وہ چلے جائینگے طاقت جنہیں رفتار کی ہے
دل پر داغ میں ہے کوچۂ جاناں کا خیال — یہاں بھی سیر ہوا خلد کے گلزار کی ہے
نغمہ سنجی چمن دام میں کام آئی تھی — قدر صیاد کو مرغان گرفتار کی ہے
دل ناداں عبث عیار سے امید وصال — ایک بوسہ پہ تو نوبت وہاں تکرار کی ہے
بھر لیا دامن نظارہ کو چاہا جس نے — لوٹ سی لوٹ تری دولت دیدار کی ہے
داغ کو بھی ہے یہاں مرتبہ حسن کمال — دلپہ تصویر ترے چاند سے رخسار کی ہے

بعد مردن لاش پر آ کر وہ بت کہنے لگا
تا مرادِ وصل کو میرے خدا کیا ہو گیا

ولہ

بے الفت ابرو میں جو کاہیدہ تن اپنا
سایہ کبھی تلوار کا ہو گا کفن اپنا
اُس منہ کی کریں بات ذرا منہ کو تو دھو لیں
غنچوں سے کہو صاف تو کر لیں دہن اپنا

ولہ

مژدہ اے جانِ حزیں لے ستم ایجاد آیا
ہاں مبارک سرِ شوریدہ وہ جلاد آیا
پہنچے جب شہرِ خموشاں میں وطن کی سوجھی
دیکھا جب گورِ غریباں کو تو گھر یاد آیا
حیف اے عمر کہ آخر ہوئی امید یہیں
خوب ہی تیرا وعدہ کہ اب تک نہ تجھے یاد آیا

ولہ

ابروؤں پر قطع ربطِ جسم و جاں ہو جائیگا
فیصلہ ہو گا جو خنجر درمیاں ہو جائیگا
قافلہ روحِ رواں کا جب رواں ہو جائیگا
جسم بھی اک دن غبارِ کارواں ہو جائیگا
آبرو جاتی رہے گی رحم کر بارِ گناہ
بار رکھ دینگے اگر لاشہ گراں ہو جائیگا
ظلم ہے پیرِ فلک کا اب جوانوں کی طرح
آسماں کیا ہو گا جس دن نوجواں ہو جائیگا

ولہ

کب سیرِ گل میں مجھے خفقاں نہیں ہوتا
کب وحشتِ جنوں میں یہ گریباں نہیں ہوتا
دل آپ کے دیوانوں کا کاہے کو لگے گا
سنتے ہیں کہ جنت میں بیاباں نہیں ہوتا
کیا زیستِ دو روزہ کے لئے آئے عدم سے
اس جینے میں مرنے کا بھی ساماں نہیں ہوتا

کیا دیکھتے ہو میری طرف حضرت تسلیم
کچھ دل کا لگانا بھی تو آساں نہیں ہوتا

ولہ

قدر دلجو سرو سے روئے منور آفتاب | آ گیا ہے کیا سوا نیزے کے اوپر آفتاب
رو برو آیا ترے آئینہ بنکر آفتاب | ہے مقرر اپنے طالع کا سکندر آفتاب
حسن کا ورا فزوں ہے ہر ایک لیکر آفتاب | آسماں پر ایک ہے اور یہاں گھر گھر آفتاب
کون سے منہ سے کیا آئینہ کا وعدہ شام کو | جھانکتا پھرتا ہے صبح سے در اکثر آفتاب

ولہ

کیا بلا آئی ہے کسکے واسطے ساماں ہے آج | ایڑی تک چوٹی لٹکتی کل [illegible] آج
کل ہی بوسہ دینا کہا تو صحف رخ کی قسم | درمیاں گویا ہے آپکے قرآن ہے آج

ولہ

میں اور نہ تم اور نہ دونوں کا خدا اور | تم ہو وہی بتاؤ گے کیا روز جزا اور
کافر ہو ستم ہم بھی تو بندہ ہیں کسی کے | اے دشمن دیں سمجھا ہے کیا اپنا خدا اور

ولہ

آنکھوں میں آیا سینہ پر داغ سے لہو | آنکھوں نے سب نچوڑ لیا اس چمن کا رنگ
اس رشک گل کے رخ سے شایہ خدا کی شان | کیا ہی بہار کیا ہی چمن کیا چمن کا رنگ
اے روح چھوڑ الفت تن بہت ہوئے | بگڑے دہری دہری نہ روائے کفن کا رنگ
آجائے ہاتھ آپکا دامن تو دیکھنا | کیا گل کھلائے گا مری دیوانہ پن کا رنگ

ولہ

رات بھر روتی رہا کر غم پنہاں مجھکو | صبح تک جینے نہ دیگی شب ہجراں مجھکو

ولہ

نہ دیکھو دیکھو مجھے دیکھ بھال لینے دو	لو ٹھہر جاؤ ذرا دل سنبھال لینے دو
نکالوں حسرتیں دل کی بلائیں لے لیکر	جو مجھکو ہاتھوں میں زلفوں کے بال لینے دو
ابھی اٹھا دینگے ٹھوکر سے فتنۂ محشر	پرا اونکو ہاتھوں میں دامن سنبھال لینے دو
وہ کہتے ہیں مجھے چھیڑو نہ راہ میں شعلہ	ادھر ادھر تو ذرا دیکھ بھال لینے دو

ولہ

زبان خار دشت پہ حدیث قیس و لیلا ہو	جنوں فصل بہار آئی گریباں نذر صحرا ہو
جو آئے اشک غم مژگاں پر نہ کیونکر راز افشا ہو	یہ وہ قطرہ ہے جو آنکھ سے گرتے گرتے دریا ہو

ولہ

حالت ہے کیا مرگ وہی دل کے جلن کی	ہے شمع کا فانوس کہ چادر ہے کفن کی

ولہ

تم جسے شوق سے نظارہ میں رکھا گیا ہو	دلمیں جب آ گئے پھر آنکھ کا پردا کیا ہے

ولہ

کرے ہے پہلو کو دل اور تن کو جان خالی	یہ کون آیا کہ ہونے لگے مکاں خالی
کیا مروت نے مری چشم درفشاں خالی	جہاں پہ پنج چمکے کر گئے وہ کاں خالی
لئے کسی نے تو اٹھا گئے پان کے بوسے	ہوئے ہیں جیسے تو اب شمع میں خاصدان خالی

ولہ

اجازت دوں جو تا اونکو مکان لامکاں تک	اٹھاؤں گر زمیں سر پر تو چلا آسماں تک
نفاق چون جان ہوتا ہے لحد کا تنگ ہو جانا	بھلا مردہ کہاں پائے کہاں اٹھ کر کہاں جیتے

ولہ

مجھکو بیٹھے جو گلے سے مرے خنجر آ کے	خون بہنے میرا اگر سینہ سے پیکاں نکلے
کیسے زاہد ہو کہ مرتے ہو بتوں پر شعلہ	تم تو واللہ عجب مرد مسلماں نکلے

ولہ

چشم تر نے جھڑی لگائی ہے	ایک برسات خوب آئی ہے
دل میں آگ آہ نے لگائی ہے	دیدۂ تر تری دوہائی ہے

ولہ

جب اشک ہوئے چرخ چہارم نکل گئے	ہنسا قہقہہ کہ حضرت عیسیٰ پھسل گئے
دیکھی تمہاری گیسوے پیچاں کی جب لٹیں	سنبل کے پیچ ڈھیلے ہوئے بل نکل گئے

ولہ

انکا ناشاد بھلا جوروں سے کیا شاد رہے	جا کے جنت میں اگر کشتۂ بیداد رہے
قفس جسم کی پابند نہیں روح رواں	یہ وہ بلبل ہے جو دام میں آزاد رہے
کون ہمسایہ میں تیرا تھا کہ شب بھر شعلہ	نالہ کرتے ہوئے منہ پر دم فریاد رہے

ولہ

ہم حشر میں بھی دل داغدار لیکے چلے	تری ستائش سے امیدوار لیکے چلے
ہماری آمد و شد گل ہے دنیا میں	بہار لائے تھے ہم تو بہار لیکے چلے

رباعیات

کب تک نہ قبول یہاں وفا نے چاہا	مرنا بھی مرا نہ بے وفا نے چاہا
کیا جور بتاں کی پھر شکایت شعلہ	ہوتا ہے وہی جو کچھ خدا نے چاہا

ولہ

ہر درد میں پائی جاں نوازی تیری
ہر زخم میں دیکھی چارہ سازی تیری
رحمت سے گناہوں کی بڑھائی ہمت
نازاں ہوں میں جس کے لیے نیازی تیری

ولہ

میں لے تو چلوں تیری نگاہوں کو وہاں
پوچھے گا نہ کوئی پر گواہوں کو وہاں
محشر میں نہیں ہے جب حساب رحمت
پھر کون گنے گا گناہوں کو وہاں

ولہ

خالی کبھی فکر کم و بیش سے نہ ہوئے
ہم سیر کبھی تیرے کرم سے نہ ہوئے
وہ کون سے رحم ہیں جو تو نے نہ کئے
وہ کون گناہ ہیں جو ہم سے نہ ہوئے

ولہ

بیداد و جفا ستم شعاری کب تک
یہ جرم و گناہ کی روبکاری کب تک
آنکھوں کی بہت دنوں نظارت دیکھی
اور زلف تری سر رشتہ داری کب تک

ولہ

اے شعلہ نہ غم نہ شادمانی ہوگی
پیری ہوگی نہ تو جوانی ہوگی
کیا آج ہے اوروں کے فسانے سننا
کل تیری ہی زندگی کہانی ہوگی

ولہ

اے شعلہ سرور عیش و مستی کب تک
تو کیا ہے بلا یہ تیری ہستی کب تک
پیری میں شباب کیسی حسرت افسوس
اے مرد خدا بت پرستی کب تک

ولہ

یوں مے کو چھپا چھپا کے دہر سے حصول
اس زہد ریا میں مرنے سے حصول

او توبہ شکن وہ آیا ابر رحمت	ناحق توبہ کے لو ذکر نیسے حصول

ولہ

تخم غم و رنج آپ بویا شعلہ	اس دیدۂ تر نے پھر ڈبویا شعلہ
دل دیکے ہے دلبرو سے ملنے کی امید	جو پاس تھا وہ بھی تجھ سے کھویا شعلہ

ولہ

بے جرم نہیں اگرچہ ہیں خوار و ذلیل	ضامن ہی مرا ہی جو ہے امت کا کفیل
کیا فکر ہے پھر سزائے عصیاں کی مجھے	رحمت ہے تری مرے گناہوں کی وکیل

ولہ

جب جلوہ خدا کا ہے یہیں پیش نگاہ	کعبہ کے لئے شیخ ہے ناحق گمراہ
وہ نور ہے آنکھ میں کہ دیکھا نہ کبھی	وہ بت ہے نگاہ میں کہ سبحان اللہ

ولہ

بخشش کی امید ہے سیہ کاروں کو	وہاں ملتا ہے بے طلب طلبگاروں کو
حقدار نہیں ہیں بے گنہ رحمت کے	حصہ رحمت کا ہے گنہگاروں کو

ولہ

نے شمع کی فکر نے عصا کے پابند	احباب و عزیز کا سہارا تا چند
آنکھیں کئے بند کیا چلے جاتے ہیں	سیدھا ہے رہ عدم نہیں پست و بلند

ولہ

ہستی کا نشاں مٹا چکا ہے کب کا	دنیا سے قدم اٹھا چکا ہے کب کا
کشتہ ہوں یہ جو دھر کے لیے ہو تابوت	او بیا و دل سوار جا چکا ہے کب کا

ولہ

زحمت ہوگی توکل پہ زحمت ہوگی
رحمت ہوگی توکل پہ رحمت ہوگی
جو اوروں کو بخشدیگا بخشے گا مجھے
کیا اس سے الگ میری قیامت ہوگی

ولہ

یہ ذلت و خستگی و خواری کب تک
ناموس کی ہائے پردہ داری کب تک
دل خون ہوا ہے فکر عقبیٰ کے لئے
اے شعلہ تری شرابخواری کب تک

ولہ

کیا خلد میں ہوگی مے پرستی ایسی
ہر روز سرور روز مستی ایسی
ہر چند بھرا ہے حوض کوثر لیکن
جنت میں کہاں شراب سستی ایسی

ولہ

اے شعلہ تباہی خوب دنیا اب تک
کیا غم ہے نہیں جو فکر عقبیٰ اب تک
دیگا وہی بے طلب جو دیتا ہے مدام
بخشے گا وہی کہ جسنے بخشا اب تک

ولہ

پروانہ کی رات بھر حکایات کہی
چل تجھ کو عشق کی کرامات کہی
اے شعلہ جلا جل گیا بھی پر بن شمع [illegible]
تجھ سے تو کہے شمع یہ کیا بات کہی

ولہ

غفار ہے بول اسکی کرامت اپنی
مت چھوڑ مرے لئے تو عادت اپنی
میں کیا ہوں بڑا گناہ [illegible] تجھے
مت دیکھ ہے مجھے تو دیکھ رحمت اپنی

ولہ

غفلت ہی یہی تو کیا ہی بخشش کی دلیل | ہر بات میں دیر ہر اک کام میں ڈھیل
ناکامی دو جہاں ہے دل کی خواہش | اے شعلہ ہوئے ہوس نکمّے وکیل

ولہ

یارب غم دل مٹانیوالا تو ہے | بگڑی کو مری بنانے والا تو ہے
کیا فکر گناہ گر ہے بخشش تیری | کیا غم ہے اگر بچانے والا تو ہے

مخمس بر غزل حکیم مومن خاں صاحب مومن دہلوی

آنکھیں لڑا کے اک بت رشک پری سے ہم | منہ [illegible] رہتے ہیں کس بیکسی سے ہم
بیزار یہاں تلک تو ہوئے عاشقی سے ہم | ٹھانی تھی دل میں اب نہ ملیں گے کسی سے ہم
پر کیا کریں کہ ہو گئے لاچار جی سے ہم

غیروں میں کیا ہے جن سے کرو اسقدر وفا | اور ہم میں کیا برائی ہے کیوں ہم سے ہو خفا
صاحب کوئی قصور ہمارا کوئی خطا | ہمسے نہ بولو تم اسے کیا کہتے ہیں بھلا
انصاف کیجئے پوچھتے ہیں آپ ہی سے ہم

سینہ میں دل اوچھلتا ہی کچھ دل ہوا صبور | گھر سے جو چلے ہیں جیسے وحشت کا ہو وفور
لائیگا رنگ اپنے بھی دیوانہ پن ضرور | کیا گل کھلائیگا دیکھئے ہے فصل گل تو دور
اور سوئے دشت بھاگتے ہیں کچھ ابھی سے ہم

آیا اٹھا کون یہاں جو کچھ سہم گیا | جاں حزیں پکار رہی ہے خدا خدا
پہلو میں آج اور ہی کچھ ہے معاملا | کیا دل کو لے گیا کوئی بیگانہ آشنا
کیوں اپنے جی کو لگتے ہیں کچھ اجنبی سے ہم

تھا کونسا وہ روز جو ہم پر کرم ہوا
ہمکو تو خاک ہی میں ملاتا رہا سدا
اور کب ہمارے واسطے کی غیر پر جفا
منھ دیکھنے سے پہلے ہی کیمدل صاف تھا
پوچھو کیوں غبار رکھیں آرسی سے ہم

کیا جان ایسے لوگوں پہ ہم خستہ حال دیں
ان آئینہ رخوں پہ نہ کیوں خاک ڈال دیں
اے شعلہ جو عدو کے لئے گھر سے ٹال دیں
ہے نام آرزو کا تو دل کو نکال دیں
مومن نہیں جو ربط رکھیں بد عتی سے ہم

مخمس بر غزل رند لکھنوی

ہے لطف جب کہ سینہ ہو ماتم سرائے دل
پھر ہی مزا جو ہجر کے صدمے اٹھائے دل
اور ہو رہی ہو پہلو میں کچھ ہائے ہائے دل
آفت ہے میری جان کسی پر جو آئے دل
کچھ مشغلہ ضرور ہے آخر برائے دل

کھٹکا لگا ہوا تھا کسی کا تھا انتظار
بیٹھا کبھی اٹھا کبھی تڑپا میں بار بار
سنبھلا نہ دل بہانے سے تدبیر کی ہزار
آیا کسی طرح سے نہ فرقت میں جب قرار
لیٹا رہا میں ہاتھ کے نیچے دبائے دل

تیرے ہی واسطے تو ہیں پیدا [illegible]
تیرا ہی دل ہے تیری ہی جان تیرا ہی جگر
تیرے لئے ہی رنج اٹھائے ہیں عمر بھر
تیرے بغیر کس کی تمنا کرے بشر
تو آرزو ہے جان ہے تو مدعائے دل

گلچیں کا کچھ خطر ہے نہ کچھ خوف باغباں
نالے وہ کیجئے کہ چمن سے اٹھے دھواں
جی بھر کے پھول توڑ لے خالی ہے گلستاں
آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں

نظارہ سوز شاہد مضموں شتاب آ
پردے سے او عروس سخن بے نقاب آ

اُو فتنۂ قیامت سنور کے اوٹھ
اُو شورِ حشر سر پہ مری ہاتھ دھر کے اُٹھ
اُو شاہد خیال سراپا نکھر کے اوٹھ
اُو چشم شوق دامنِ نظارہ بھر کے اُٹھ

گلچینو بیٹھ بیٹھ کے چن لو چمن سے پھول
بلبل کے منہ سے جھڑتے ہیں شاخِ سخن کے پھول

منظور ہے کسی کا سراپا رقم کروں
مدِ کمالِ حسن میں کچھ بیش و کم کروں
خجلت سے حورِ خلد کی گردن کو خم کروں
افسوں پری کا تختِ سلیماں پہ دم کروں

جلوے دکھاؤں عکس بتِ بے مثال کے
اک قدِ آدم آئینہ رکھدوں نکال کے

قامت ہے وہ کہ جس سے قیامت بنی ہزار
لیتا ہے حشر جس کے قدم جھک کے بار بار
طوبائے خلد بھی قدمِ گلگشت پر نثار
پیدا وہ جلوہ سرو سے ہے [illegible] برار

اوس قد کی اس اوٹھان پہ صدقے اوتار کے
قمری کو پھینکیے سر سے وار کے

بالوں کے بیچ میں رہ ظلمات مانگ ہے
یا شب میں کہکشاں کی کرامات مانگ ہے
کیوں مانگ کو دو لوک یہ ونرات مانگ ہے
بن بن کے روز بگڑے ہے کیا بات مانگ ہے

افشاں بھرا جو مانگ میں پُر نور ہو گئی
دو ٹکڑے بیچ سے شب دیجور ہو گئی

کہتا ہے خامہ وصف ہوں چوٹی کے کیا رقم
مجھ سے نکل سکیں گے نہ کالے کے پیچ و خم

جوڑا اگوندھا ہوا ہو کہ گھٹا ہے میرا وہم
لپٹا ہوا ہے سانپ کا جوڑا مگر بہم

صورت بلا کی ہے تو نشانی ہے قہر کی
ظالم کی گانٹھ گانٹھ میں پوڑیا ہے زہر کی

زلف خمیدہ سنبل تر ہے خیال میں
کیا کیا پھڑک رہی طائر مضموں کی جال میں
سو سو طرح کے پیچ ہیں ایک ایک بال میں
کہتی ہے طبع ڈال دیا کس وبال میں

سیدھا سا راستہ اور کوئی دیکھ بھال لو
اس پیچ سے نکال سکو تو نکال لو

سیدھی تو بات یہ کہ گیسو ہیں تابدار
سنبل کو ہمسری کا ہی دعوی خدا کی مار
لو پاس کی لپیٹ ہے کھلی ناقہ تاز
پرکالہ ہیں بلا کے یہ مست روزگار

وہ آپ اپنے زلف کا دیوانہ ہو گیا
آئینہ خانہ گویا پری خانہ ہو گیا

رخسارے ہیں کہ چاند کے ٹکڑے [illegible] ہیں
دیکھے کسی چمن نے نہ یہ پھول خواب ہیں
یا آفتاب حشر ہیں وہ اک سحاب ہیں
جلوے ہیں نور حق کے زیر آب تاب ہیں

بلبل کرے نظارہ تو گل سے بگاڑ ہو
موسیٰ جو دیکھے طور کا جانا پہاڑ ہو

گیسو کھلے جو رخ پہ تو حیران نظر ہوئی
مشاطہ خیال کی صورت دگر ہوئی
اس وہم میں نہ دن کی نہ شب کی خبر ہوئی
شانہ سے زلف کو جو ہٹایا سحر ہوئی

آئینہ مارے شرم کے بے تاب ہو گیا
پانی میں ڈوب ڈوب کے سیماب ہو گیا

ساری کتاب ایک اسی نقطے میں بند ہے

اوسکے دہن پہ پہینکدوں غنچہ نکو وار وار
رہ رہ گئے ہیں اپنا سا منہ لیکے لاکہ بار

گلشن میں آپ سر بگریباں ہیں شرمسار
دعوی دہان تنگ سے اوسکے خدا کی بار

غنچوں سے کہد و اپنے دہن کو رفو کریں
اس جہوٹھ بولنے سے کہیں منہ نہ بو کریں

دانتوں کے آب و تاب سے لعل یمن ہے دنگ
ہیرے ہیں یہ چمکتے موتی ہیں آب رنگ

یہ ذرسے بہا ہیں تو وہ ریزہ ہائے سنگ
چتی چڑی ہوئی ہیں میان دہان تنگ

حیرت پہ میری خندۂ بیجا کا جوش ہے
آئینہ اک دوکان جواہر فروش ہے

سیب ذقن بہشت کا میوہ ہے پربہار
اور دل گرے ہیں چاہ زنخداں میں بیشمار

خوش ذائقہ لذیذ تر و تازہ خوشگوار
اوچہلا تو ایک بھی نہیں ڈھیلے مگر ہزار

کیا ڈہونڈتے ہو یوسف مصری کو راہ میں
گم کارواں کے کارواں ہیں ایک چاہ میں

سانچے میں وہ ڈہلی ہوئی گردن ہے نور کی
مے سے بہری ہوئی ہے صراحی بلور کی

اندر سے پرتو ہیں جو کہول شمع طور کی
یہ ہی جگہ ہے خون دل ناصبور کی

خنجر پہ رہ گیا کوئی دامن پہ رہ گیا
میرا لہو ہے یہ کہ جو گردن پہ رہ گیا

شانوں کی شان وہ کہ دکہا دے خدا کی شان
نازک ہے وہ کلائی کہ ممکن نہیں بیان

بازو وہ گورے گورے کہ کہلا ہے جن پہ جان
دیکھنے لگے جو عاشق شیدا تو آئے درمیان

پنجہ ہے آفتاب تو ناخن ہلال ہے
دونوں میں ایک ہاتھ میں کیسا کمال ہے

اوبھرے ہیں سحرِ حسن میں دو نور کے حباب
اوبھار ہیں کہ سارے بدن کا بیاں شباب
یا مست لیٹے اولٹے دھرے ساغرِ شراب
ایک ایک کا جواب ہے دونوں ہیں لاجواب

نازک بدن کو جالی کی محرم پسند ہیں
سونے کی چڑیا چاندی کے پنجرے میں بند ہیں

اوس صاف صاف پیٹ کے اوصاف کیجئے کیا
مخمل سے نرم نرم تو قاقم سے گدگدا
کہیے جو اوس کو تختۂ الماس ہے بجا
چکنا ہے برگِ گل سے تو آئینہ سے صفا

کب تاب ٹھہرنے کی وہاں لاتی ہے نظر
میں کیا ہوں یہاں جی کی پھسل جاتی ہے نظر

موئے میاں پہ کیجئے کیا فکر کا بیاں
اثبات ہے نفی کا نہ ہے وہم کا گماں
چلتی نہیں ہیں فکر کی باریکیاں یہاں
مفہوم کا ہی نام ہے معدوم کا نشاں

یا تو کسی نے میری نظر کو چرا لیا
یا قدِ نازنیں نے کمر کو چرا لیا

پھر کچھ نظر نہیں مجھے دکھلاتی ہے کمر
مضمونِ ناف آپ سے بتلاتی ہے کمر
بارِ نظر کے بوجھ سے بل کھاتی ہے کمر
پڑ جاتی ہے گرہ جو لچک جاتی ہے کمر

باریک بات آتی ہے اپنے خیال میں
موتی پرو دیا صانعِ قدرت نے بال میں

اے فکر اب تو آ ہی گیا عین مدعا
ہے شرم کی جگہ جو ہو مضمون کہا کہا

نوحہ جانگداز جورشیم ماطلعت نواز

بیٹا ہے نوجوان یہ کون اٹھ گیا ہے آج — پھر فلک گھرا ہوا سر پیٹتا ہے آج
پیاسا چلی بھی شامل اہل عزا ہے آج — میدان کربلا میں بھی ماتم سرا ہے آج

اک نازنین کی لاش پہ غم کا ہجوم ہے
محشر کا شور نالۂ پیہم کی دھوم ہے

گل بزم شمع ہو گئی اندھیر ہو گیا — آنسو پیہ شراب سے جی سیر ہو گیا
بست خزاں کا باغ میں ست پھیر ہو گیا — تختہ چمن کا خاک کا اک ڈھیر ہو گیا

کیسی چھری یہ گردن بلبل پہ چل گئی
نکہت گلوں کی جھاڑ کے دامن نکل گئی

یا جلد جلد پا بہت گل پیرہن دریغ — باد خزاں نے لوٹ لیا سب چمن دریغ
پوشاک جنکی روز تھی زیب بدن دریغ — پہنا رہے ہیں آج اسی کو کفن دریغ

پردہ اٹھا دیا بت عصمت مآب نے
دھوکا دیا جوانی خانہ خراب نے

یا عمر تھی ابھی تو یہ مرنیکے دن نہ تھے — اے چاند ابھی زمیں پہ اترنیکے دن نہ تھے
جو گمر لے بال رخ پہ بکھرنیکے دن نہ تھے — میرے بگاڑ تم کو سنورنیکے دن نہ تھے

کس گل کا حسن آخری آیا ہے جوش پر — نکہت اڑانے آئی ہے تابوت دوش پر

بول خم کھلے یہ زلف معنبر کو کیا ہوا — کیوں مند گئی یہ چشم فسونگر کو کیا ہوا
بول زرد ہے یہ روئے گل تر کو کیا ہوا — کیوں سرد ہے یہ جسم سمن بر کو کیا ہوا

اعجاز لب کہاں گیا کیا قہر ہو گیا
آب حیات چاہ ذقن زہر ہو گیا

یعنی وہ چشم ناز کی حرکت کہاں گئی — شوخی کہاں گئی وہ شرارت کہاں گئی
ہیں آنکھ تو وہی پہ مروت کہاں گئی — منہ تو وہی ہے ہنسنے کی عادت کہاں گئی

گردن تو ہے جھکی ہوئی اب بھی حجاب سے
منہ دیکھنا کیسے بھول گئے پر نقاب سے

آئینہ سر کو پھوڑ رہا ہے وہ رخ دکھاؤ — سر پیٹتا ہے شانہ ترا زلف کو بناؤ
خوں ہو رہا ہے رنگ حنا پاؤں میں لگاؤ — سرمہ ملا ہے خاک میں دیکھو نظر اٹھاؤ

بگڑے ہو میرے شکوہ بیجا سے کس لئے
دامن اٹھائے جاتے ہو دنیا سے کس لئے

دیکھو تو اک نظر مجھے کیوں ہو گئے خفا — بولو تو مجھ سے ایسی بھی یہ خامشی ہے کیا
جھنجھلانا بات بات پہ میری کہاں گیا — ایسا مزاج بگڑا ہے یکدم سے واہ وا

چپ ایسے ہو رہے ہو کہ کچھ جانتے نہیں
آنکھیں کھلی ہیں اور مجھے پہچانتے نہیں

جنبش اگر زباں کو ہو پیارے جواب دو — سمجھا نہیں ہیں لب کے اشارے جواب دو
اے چشم اشتیاق کے تارے جواب دو — او شاہراہ ہستی کے ہارے جواب دو

اک بار تو اٹھا کے نظر دیکھ لو مجھے
آنکھوں سے اپنے خاک بسر دیکھ لو مجھے

گیسو کھلا رہا ہے طرہ طرار ہائے ہائے — وہ بو کہاں ہے رشک ختن تار ہائے ہائے

کیا کیا چمن کھلے ہوئے دکھلائے آگ ہیں	انگارے میرے نالوں نے برسائے آگ ہیں
شعلے رخ نگار نے بھڑکائے آگ ہیں	کندن سا جسم ڈال دیا ہائے آگ ہیں

گلچیں چمن کے خاک میں مشغول ہو گئے
نازک بدن کے جسم کے سب پھول ہو گئے

اک نوجوان سے [illegible] ماتم نشین ہیں	ایسا ہوں اب نہال ہیں کہ گویا نہیں ہوں میں
پامال درد و یاس و غم ناتواں ہوں میں	یا محو انتظار دم واپسیں ہوں میں

اے مرگ انتظار کہاں تک شتاب آ
اے موت انتظار کہاں تک شتاب آ

اے [illegible] ہو گئے سیر غم کہاں تلک	یہ ہائے ہائے ہو [illegible] پہ ہر دم کہاں تلک
جور و جفا سے نالہ پیہم کہاں تلک	بے وقت مرنے والے کا ماتم کہاں تلک

کیا ایک رات ہے جان کے کھونے کے واسطے
باقی تمام عمر ہے رونے کے واسطے

قطعہ تاریخ کتاب بے نظیر وقائع راجگیار والی امیر مولفہ ناظم و ناثر باکمال منشی کیول کشن صاحب مرحوم متخلص خالص نائب فوجدار سابق راج سوائی جیپور از مصنف

از فکر رسا و طبع موزوں	شد ختم چو قصہ نگاریں
[illegible] شد مو از سر خویش	گلدستہ گلشن مضامیں
	۱۸ ۹۵

قطعہ تاریخ وفات منشی جواہر لال صاحب عم مصنف

شد چو سوئے جناں جواہر لال
یادگار گذشتگانِ حصار

یوم شیو برت و ماہ پھاگن بود
کز قوالب رمید جانِ حصار

حیف ایں مقتضی برادر کرد
ختم نام برادرانِ حصار

ہر دل را شکستم و گفتم
بے پدر گشت خاندانِ حصار

۱۹ ۳۸

تاریخ کدخدائی جگت نرائن خلف منشی ہر سکھ رائے مالک مطبع کوہ نور

جب وہ مہوش زینت بر ہو گیا
گرم پہلوئے قمر ہو گیا

اٹھ گیا شمع کے منہ پر سے نقاب
رخ شب روئے سحر ہو گیا

بخت بیدار نے شعلے سے کہا
کر دعا وقت سحر ہو گیا

سر انجام سے آئی یہ صدا
کدخدا لخت جگر ہو گیا

۱۹ ۳

تمت

کار بعنایت است باقی بہانہ

بہار گلشن بقا آئینہ حقیقت نما گنجینہ راز سرمایہ دولت لایزال

شرمیت بھاگوت کا پرم پوتیت لب لباب رس پنچ ادھیائی کی دلگداز نظم

برج چھب

موسوم بہ

بزم برندابن

مصنفہ و مرتبہ

سخنور باکمال فصیح زمن شیوا بیان عالی طبع نازک خیال سکل گن ندھان

جناب منشی بنواری لال ورما حصاری متخلص شعلہ وکیل عدالت علیگڈھ

اوم

شری گیتا مہاتم

ہے ایشور ہے پرمیشور ہے جگت آتما ہے پرم آتما ہے جگدیش
ہے نرنکار ہے پرکاش روپ ہے جوتی سروپ ہے برج چند
ہے مادھو مکند تیرے گن اپار اور میری حقیقت چھوٹا منہ بڑی بات
ہے۔ ہے دین بندھو ہے کرپا سندھو جو کچھ جگت میں ہو رہا ہے
جو کچھ کہ ہو گیا ہے جو کچھ کہ ہوگا سب تیری ہی کرپا اور دیالتا کے
آشار ہے جو کچھ ہے سب کا تیری ہی مرضی پر دارومدار ہے جو کچھ
ہے سب تیرا ہی جلوہ ہے جو کچھ ہے سب تیرا ہی پرکاش ہے۔ تیری
ستائش نہ میری مجال نہ ناطقہ کی طاقت۔ شعر

صورت میں چھپا ہے معنی میں محو ہے تو ہستی میں نیستی ہے معدوم میں وجود ہے تو

مجبور اوس سے در گذر کے اپنی اوس اپار اُپما کو دوبارہ یاد دلاتا ہوں

جو عین برندابن دربار میں تیرے حضور پیش کر چکا ہوں اور اب پھر وہی لیکر حاضر آیا ہوں - اس بیقرارانہ التجا کی قبولیت سے کچھ تو سطئین کر دیا جاؤں حکم خواہ کسی وقت ہو یہ تیری خوشی پر ہے -

ﺳﮯ ﺟﮯ ﺟﮯ

اے ناظرین

کچھ میرے مختصر سے حالات بھی سن لیجئے - خاندانی منزلتوں اور ذاتی عزتوں کا اظہار تو ایک امر عبث ہے - بلکہ عموماً زمانہ حال کو بہت ہی قریب پچھلے زمانے سے معمولی طور پر ملانے میں ایک عبرت انگیز نظارہ پیدا کرتا ہے جو آپکا داس ہنواری لال متخلص شعلہ خلف جناب ناظر موتی لال مرحوم قوم کائستہ بھٹناگر فیروزہ حصار کے خاندان قانونگویان سے علی گڈہ میں پیشۂ وکالت کا خوش گذران ہوں پچیس برس سے سخن سازی کے دریائے ناپیدا کنار میں ہاتھ پیر مارتا رہا دیوان - قصائد - مسدس - مثنوی - سب کچھ تصنیف کئے اور اونکی قدر افزائیوں کا زمانے کی رنگتوں کے موافق فخر بھی حاصل ہوتا رہا -

چنانچہ اوسی برزہ سرائی سے ایک جلد دیوان موسوم بہ ارمغان شعلہ ولایت میں بھی جا نکلا گیا جو اس وقت برٹش میوزیم یعنی عجائب خانہ لندن کی کسی میز پر رکھا ہوگا لیکن میں جہاں تک خیال کر سکتا ہوں ایسے مضامین سے

جو دہرم سبندہی یا بھگوت گنانباو نہیں ہیں بحیثر نام آدہی سیخن اور واہ وا
سے کچھ فایدہ نہ اوٹھا سکا۔

اہو بھاگ کہ مارچ ۱۸۸۵ء میں کچھ قدرتی تحریکات سے دربار سیری
برندابن دہام مندر گوبند دیوجی میں بتقریب جلسہ بھارت دہرم مہامنڈل
بحیثیت ممبری و بطور پرتند ہی مجکو بھی شامل ہونے کا
افتخار حاصل ہوا۔

جس جلسے میں کہ ہزاروں ودیاوان پنڈت اور بھگت رونق افروز تھے
اس دہرم اوتساہ میں جناب دہرگ دیوان رام جس صاحب
سی ایس آئی وزیر مہاراجہ کپور تھلہ و ریذیڈنٹ بھارت دہرم
مہامنڈل اور شرمان پنڈت دینڈیال جنرل سکرٹری کے حسن استعداد
سے مجکو بھی بطور واکھیان برج بھومی کی مہما اور دہرم سبندہی مضامین پڑہنے
کا موقع ملا جواب بطور مسدس برج لیج کے نام سے شائع ہوکر بھارت کھنڈ
بھگوت بھگتوں کو آنند دے رہا ہے یہ اوسی آنند اور مبارک تحریک کا نتیجہ ہے
جس کا میں تن من دھن سے شکر گذار ہوں۔

ہے کرپا سندہ ہے بھگت تبسل آپکے چرن کملوں کو بارم بار ڈنڈوت ہیں جنکی کرپا
سے آپ کے اوہت چرترا ور آپکے گنانباد میں میرے کہو دیا پی من کی رچی
ہوئی کہ آج اُردو نظم پنج ادہیائی آپکے پرم اُنراگی بھگتوں کے حضور میں پیش کرتا ہوں
ہے پریم آنند بھگتوں مجکو اس پرم پونیت تصنیف میں بشریت بھاگوت

سری کرشن چند مہاراج

کے چرن کملوں کو کوٹان کوٹ ڈنڈوت ہیں جن کے
چرن امرت کی اپار مہما کو شیش سارد ا برہما شو بھی بیان نہیں کر سکتے
ہیں انہیں چرنوں کی کرپا اور دیالتا سے بھاگوت بھگتوں کو پریم آنند رس کی دینے والی یہ
پریم پونیت پوتھی اردو زبان میں نظم کیگئی ہے۔ اے ناظرین سنسار میں کون ایسا
منش ہے جو اس پریم پوتر پستک کو جس میں سچا آنند گرہن ہو پڑھ کر برج
چندر کے گنانواد اور ادبھت چرتر برنن کئے ہیں اپنے نام پر منسوب کر اپنا
ادھکاری ہو۔ اسلئے جن کمل چرنوں کے دھیان سے یہ نعمت لازوال مجھکو عطا
ہوئی ہے انہیں چرنوں میں بھینٹ کرتا ہوں۔

بنواری لال شعلہ

ادم

سری گیتا ئی نمہ

سری جگدیش سریندا بن بہاری
سری گوبند رادھکا کرشن گوپال
سری مرلی منوہر شیام سندر
سری جدوپت سری بانکے بہاری
سری جگت آتما مادھو بیدتا
ملک دوارکی نندلا گوپال موہن
کنھیا نند نندن نند پیارے
توہی ہے حسن رخسار حقیقت
توہی ہے کاشف اسرار ازلی

سری رادھکا رمن مادھو مراری
مدھو سودن سری گھنشام نندلال
سری بھگوان توہی اللہ پرمیشر
[illegible] شیام مورت جگت دھاری
دیال دین بندھو پران داتا
نول نندہ چھبیلے لال موہن
دل آرام جان جیو دلارے
توہی ہے پردہ بردار حقیقت
توہی ہے رونما حسن ابدی

توہی ہے جلوہ فرمائے دو عالم
توہی روحِ طلسمِ جان و تن ہے
توہی وحشت فزائے عشقِ رسوا
توہی ہے موجدِ ایجادِ کونین
توہی ہے عشقِ ازلی حسنِ جاوید
توہی ہے رونقِ گرمیِ بازار
توہی ہے نغمۂ بلبل چمن میں
توہی پروانہ توہی شمعِ محفل
توہی لچھمن توہی سیتا توہی رام
زمین پہ چرخ مہر و ماہ تیرے
فنا طرزِ خرامِ نازکی آن
بہشت جنت جو بنائے تیرے لیے
بلائے تونے جنت و نیت ہائم
زبانِ سبزہ ناطق ہے ثنا میں
نمودِ آفرینش ہے تجھی سے
توہی خلاق ہے کون و مکاں کا
الاّ لک تجھے تیری گفتگو ہے
توہی ہے رب سے برتر رب سے بالا
ادہم بگڑے ہوئے لاکھوں سنوارے

توہی ہے خود تماشائے دو عالم
توہی بخشندۂ روح و بدن ہے
توہی نقش و نگارِ حسنِ زیبا
توہی ہے بانیِ بنیادِ کونین
توہی ہے خلوتِ دل بزمِ توحید
توہی خود جنس توہی خود خریدار
توہی غنچہ توہی ہے گل چمن میں
توہی گلبن توہی شورِ عنادل
توہی گوپی توہی رادھے توہی شیام
دو عالم میں تماشا گاہ تیرے
لقا اک لب کی تیرے مقصد مشتاق
حیات و موت دونوں کھیل تیرے
کہ زندہ تیرا انداز نگاہ عالم
کہ ہے سرگرم ہر ذرہ ہوا میں
وجودِ آفرینش ہے تجھی سے
توہی رزاق ہے ہر انس و جان کا
غرض ایک توہی تو ہے توہی تو ہے
توہی ہے حالِ عصیاں بخشنے والا
مری بھی تیرے حسن نے بیران بہار

ں چھوڑے کے قابل جسم ناپاک
ں جو کچھ ہوں سب تجکو خبر ہے
تہ ہے گنہگاروں پہ رحمت
ا دشمن کا بھی ادبار تو نے
ا تو دیں بند ہوئے سہارے
ں ایک وقت کا توشہ تھل میں
نب رستہ ہے اور منزل کڑی ہے
لتی و بلندی کا اٹھانا
ہ رہبر کوئی راہ پر خطر میں
را ہے وقت وہ جس کا کہ ڈر ہے
دم آخر اداس آنکھوں میں ہوگا
رتی ہوں محبت کی نگاہیں
م رخصت ہو گھر والوں نے گھیرا
دم اہل ماتم ہوں سرہانے
ر ایک کی ہو نگاہ حسرت آلود
ب مایوس ہو ناکام دنیا
ی کو ایک دو دم کی اقتضا دی
ی ہر کام باہم بٹ رہے ہوں
ں سامان رخصت جب ہو طیار

بلکتی کس طرح سے جانکنی میں جانک
مرا انجام کیا تیری نظر ہے
ہمیشہ ہے تری بخشش کی عادت
اتارا ڈوبتوں کو پار تو نے
بھٹکا بیٹھا ہوں منزل کے کنارے
جھکا پڑتا ہے سر فکر عمل میں
جو گٹھڑی سر پہ ہے بوجھل بڑی ہے
ہزاروں قافلے گو ہیں روانہ
اندھیرا ہوگا ہر جانب نظر میں
سماں یہ ہے کہ جو پیش نظر ہے
کسی دن یہ سماں آنکھوں میں ہوگا
ہر اک جانب ہوں حسرت کی نگاہیں
پڑا ہو سب لدا اسباب میرا
عزیز و اقربا خویش و یگانے
کھڑے ہوں میرے بالیں پہ موجود
طیاں ہو ہم اسیر دام دنیا
کسی کے دل میں ہو فکر سواری
اٹھانے والے بپائی جد رہے ہوں
پڑے ہے جان اور اجل میں آکے تکرار

بکٹ سے چند رہا ہے سے بالا
لڑی بلسر سے اور ملکنا سے مکول
ادہر ادسے لیے ہوئے بازو سے بازو
صفائی رنگ سے آئینہ ہو دنگ
تبسم ہو دم نظارہ باہم
جدا ہوں کو ہر ایک نام دونوں
بہم دیگر ہو عکس حسن زیبا
جو ہو یوں حسن یکتا کا نظارہ
نرسنگے ہر دن ڈھلک کر سیت پٹ پر
اگر اس حسن کا آخر سماں ہو
دو شاخے کی غوص ہو برج کی دہول
سلے سے چلنے کو لکڑی برج بن کی
غرض اس طرح ہو انجام میرا
یہ دولت چھوڑ دوں ناداں نہیں ہوں
تمہیں تو شرم سے جاں سکے دینے کی
رہوں تا اختلاط آب و گل میں
زباں جب تک دہن میں ہو نہ بیکار
ہمیشہ ورد ہو نام گدائی
اسی آنند میں باقی فنا ہو

کبڑوں سے ہار بن بالا سے بالا
لٹوں سے کبریت گندل سے نرمیں پھول
ادہر ادسے ملے ہوئے گیسو سے گیسو
جھلکتا گوریوں ہو شیام کا رنگ
عیاں اک جسم میں ہو من دو عالم
بنے ہوں ایک رادھے شیام دونوں
کنہیا رادھے ہوں رادھے کنہیا
بہار روئے زیبا کا نظارہ
کھلی رہجائیں خود آنکھیں پلک پر
مرا فرنا حیات جاوداں ہو
پیڑیں اور نرسے ہو کے کہمارے پھول
بنے اکسیر یوں پھنک کر بدن کی
تمہارا نام ہو اور کام میرا
بہشت اور موکش کا خواہاں نہیں ہوں
تمہیں کو لاج ہے بیڑا اٹھانے کی
رہے نقشہ انہیں چرنوں کا دل میں
کہا داسی کروں سرکار سرکار
ہمیشہ ہو زباں پر نام نامی
نہ محتاج عزیز و اقربا ہوں

کسی کے سامنے پھیلے نہ دامن | نہ احساں ہو کسی کا بار گردن
رہو تم باغ ہستی میں رنگ و بو سے | کٹیں دن زندگی کے آبرو سے
اڑو گے سرو سے بالا تو اچھا | دگر ہو فرش والا تو اچھا
رواں ہو کر کرم ہو سیل در سیل | رہے دنیا کی دولت ہاتھ کا میل
پہر دیا ہے ملک داری تمہارا | تمہارا ہی رہے غمخواری تمہارا
عوض ہو جب کبھی جھگڑا فراسے | کہیں سب بولو راجہ کرشن کی جے

بزم شب ماہ
سرود کی کیفیت بنسی کی دلکش آواز
گوپیوں کی بےچینی

کہ ہر سے ساقی بزم شب ماہ | کھلا بند نقاب حسن دلخواہ
صدائے نغمہ کی افسونگری سے | عجب در پردہ ساز دلبری ہے
فلک جلوہ فروش ماہ تاباں | زمیں پر ہیں گستردہ داماں
شب مہتاب فرش چادر نور | بیاباں در بیاباں جلوہ طور
مجلا نور تھا ہر ایک طبق میں | زمیں لپٹی تھی چاندی کے ورق میں
شفق موج ہوا سے آسماں میں | جھلک سیماب کی تھی ریگ رواں میں
زمیں پر فرش تھا گل چاندنی کا | مہ تاباں تھا اک گل چاندنی کا
ملمع تھا ہر ایک گل پر سنہرا | نظر آتا تھا ہر پتا روپہرا

طر وشت تہا عطر حنا میں — لپٹ کر ماخور کی موج ہوا میں

ـــ شفاف دریا کی روانی — بہرا بکہرا ہوا چاندی کا پانی

ہ آب و تاب تہی انوار مہ میں — جہلکتی تہی زمیں جمنا کی تہ میں

ر گرداب ہالا ماہ کا تہا — لب دریا اوجالا ماہ کا تہا

ی تہی روشنی جو طور میں ہی — عروس شب مغرق نور میں تہی

ـــ تار نظر پاتی نظر تہی — فلک کو بہی نظر آتی نظر تہی

ا افشاں تہا ہر تابندہ کوکب — مہ انور تہا اک خال رخ شب

صفائی آئینہ سطحہ زمیں کا — دکہائی دے تہا ہنسنا چرخ برین کا

ہ گردوں عجب جلوہ فشاں تہا — زمیں پر جو گرا سایہ کتاں تہا

را تہا نور مہ سے تا بماہی — بنی تہی چاندنی ظل الٰہی

رض بہر نمونہ جلوہ ذرات — دو عالم میں تہی تہی ایک ہی رات

و نہ دشت تہا حسن جہاں کا — نقاب اولٹا تہا روئی مہوشاں کا

ہار حسن کا تہا جوش بن میں — شجر باہم تہے ہم آغوش بن میں

ب جو گنگے کی ٹہنڈی ہوائیں — خمیدہ سر جو بن کی تہیں لتائیں

لک تہی سر رگ برگ شجر میں — چکاچوندہ آ رہی تہی دشت و بر میں

ل عاشق کو ذوق درد کی رات — صلائے گرمجوشی سرد کی رات

پے سیر بہار حسن صحرا — شب مہتاب و موج آب دریا

ل دجاں دلربا دلبر دلآرام — حسیلے چہیل بانکے چہب سر کشام

سراپا عشوہ گر سر تا قدم ناز — برنگ حسن خود طاؤس طناز

تماشا حسن سے سرمست و مدہوش — قیامت قامت و مشتاق آغوش

ہوا یوں جلوہ فرما برج بن میں
وہیں مرلی ادہر گردہر نے چھیڑے
صدائے نغمہ نے غارت ہوش
قیامت زا عجب انداز سے تھا
ہوا تھا سوز سے بیتاب پانی
رواں موجوں کے آتش رنگ ڈورے
تھمی رک رک کے لہروں کی روانی
سمٹ کر رات سانچے میں ڈھلی تھی
کہیں سوز اور کہیں جلوہ کا تھا ساز
جھکا پڑتا تھا جلوے پر مکٹ کے
نہیں تھا تاب نظارہ کا کچھ ہوش
غرض جو عالم ایجاد میں تھا
بنا دامان صحرا رشک گلشن
ہوائے سرد میں تھی نکہت گل
صبا میں سنسناہٹ جو بھری تھی
تلاطم دل میں ہر نغمہ رواں تھا
ہر اک آواز پیغام بشارت
پئے بوسہ دئے پیغام لب کے
سری جی لاڈلی ہم پر یہ رادہا

بہار تازہ جوں صحن چمن میں
پھرے سر شیام نے اعجاز لب سے
وہ عالم بیخودی سے خود فراموش
لب جاں آفریں دمساز نے تھا
بنا تھا آگ پر سیماب پانی
حباب آب پارے کے کٹورے
جما چلتا ہوا جمنا کا پانی
شب مہتاب چاندی کی ڈلی تھی
ادہر جھانکی اودہر مرلی کی آواز
بنا پیتم کا انگ گردوں سمٹ کے
بنی تھی چشم حیرت ہمہ تن گوش
ہر اک نے عجب فریاد میں تھا
چمن کے رنگ میں ڈوبا ہوا بن
پروں میں تھی چھپی منقار بلبل
صدائے جنبش بال پری تھی
بندھا مرلی کی دھن کا اک سماں تھا
ہر اک انگلی میں تھی رمز اشارت
پکارے بانسری میں نام سب کے
سکھی چندراولی للتا بساکھا

کیا بیچین ساری گوپیوں کو
پکارا پیر تھم جب ساری گوپیوں کو

یہ کہکر سب سے تن من دھن بسارا
چلا دست شکیبو کہ حیرت کا نظارا

ارا اُہا اہا آہا اہا جی
ادھر دھن بانسری باجی وہ باجی

وفور شوق سے رغبت بدل میں
نہ جان تن میں نہ تن تھا پیرہن میں

روانہ سوئے بن از خود فراموش
پریدہ یاں متھرا دوش بردوش

اقتضائے جنوں وحشت سرانجام
تصور دل میں لب پر شیام ہی شیام

نہ سدھ گھر کی نہ سدھ تن کی نہ من کی
ہوا سر میں بھری تھی برج بن کی

نہ عصمت نہ پاس ننگ و ناموس
خودی سے دور اور وحشت سے مانوس

حریف شرم عقل و ہوش تاراج
حیا گھر کی نہ باہر کی کوئی لاج

گریباں پہ نہ دامن پر نظر کچھ
نہ سر کی اور نہ ساڑھی کی خبر کچھ

بھرا جادو تھا بنسی کی صدا میں
ہزاروں گر گئی رخنے حیا میں

اُٹھایا ننگ سے اور نام سے ہاتھ
نکمّے ہو گئے ہر کام سے ہاتھ

کوئی بیٹھی ہوئی اُٹھی جھجک کے
کوئی اُٹھی ہوئی دوڑی لپک کے

گلے میں تھا کسی کے ہار آدھا
کسی کا رہ گیا سنگھار آدھا

کہیں شانے سے آدھی مانگ سلجھی
کہیں زلف ایک بکھری ایک اُلجھی

اَدھوری کوئی چشم نرگسی میں
لگا دونوں کا سُرمہ ایک ہی میں

کہیں رکھا ہوا محرم میں بیسر
کہیں پہنا پاؤں کا ہاتھوں میں زیور

کوئی ماکھن دہی کو چھوڑ سٹکی
کسی نے سر سے ٹیکی دودھ کی مٹکی

کوئی دلدادہ گھبرائی ہوئی سی
کوئی زنجیر شرمائی ہوئی سی

اشارہ بہر عشق و دلربائی
سر سوراخ انگشت حنائی

ادائے پائے نازک فتنہ انگیز
صدائے نغمہ مرلی شرر ریز

بچھڑ کر چلدیا تنہا سا تجھ سے دل
ہر ایک وا لیے ہوئے تھی ہاتھ سو دل

سراپا آرزوئے وصل جاناں
ہر اک درد محبت سے غزل خواں

غزل

آگئی صبح ازل چاک گریبانوں میں
ورنہ پہلے تو نہیں تھی ترے دیوانوں میں

گرم ہے بزم تو پروانگی بزم بھی ہو
ہم بھی ہیں شمع تجلی ترے پروانوں میں

کون ہے واقف اسرار ظہور جلوہ
کون ہے حسن حقیقت کی اداؤں میں

بجز ہن ہی نہیں اک دامن صحرائے جنوں
وحشیوں کا ہے ترے شہر بیابانوں میں

جیسے شیرازۂ اجزائے دو عالم باندھا
ہم بھی آئے گیسوؤں لیے پریشانوں میں

نغمہ نے کا ہے اعجاز کہ لب کا اعجاز
جان آنکھی ہوئی آتی ہے بیابانوں میں

شوخی دست جنوں اور بھری جاتی ہے
دامن دشت کو ماکا ہے گریبانوں میں

لذت زخم کو پوچھے دل بسمل سے کوئی
پھر لیا شور قیامت کو نمکدانوں میں

اے خدا حسن خدارا نگہ لطف ادھر
شعلہ خاک نشیں بھی ہے ثناخوانوں میں

جو دیکھا گر ہوں کو مدہوش پامال
مخاطب ہو گئے پھر پرسش حال

سری چندر نے پوچھا کیوں ہو بیتاب
بتاؤ کیا ہے سبب تیر ہتاب

کہا نہ پوچھو کس کی آرزو نے
نکالا گھر سے کس کی جستجو نے

غلط ہے گر سرِ دلبستگی ہے | کہ مثلِ بوئے گل خود رفتگی ہے

اگر میرے لئے ہے وحشت گردی | تو ہے شرطِ جنوں کچھ پا بمردی

حقیقت پر اگر ہے عشق مائل | نہیں ہے تنگ راہ کوچۂ دل

تلاش و فکرِ لا حاصل سعی ہے | بہارِ عشق رنگِ بیخودی ہے

تماشا ہوں سرِ راہِ حقیقت | مقید ہوں نہ پابندِ طریقت

بھرا ہوں دل سے دل کی آرزو سے | نہیں تنہا ہوں لیکن جستجو سے

بظاہر بے جہت ہوں یا کہیں ہوں | ہر اک دل میں مگر خلوت نشیں ہوں

نہیں ہے وہ بیاں میرا مجھ سے کچھ کم | کہ دل ہے جلوہ گاہ ہر دو عالم

سوارِ ناقہ ہوں لئے زیبِ محمل | ہمیشہ ہوں مقیمِ کوچۂ دل

تصور ہی سے دل رشکِ چمن ہے | جو دل میں ہوں تو دل ہی انجمن ہے

مجھے ہر چشمِ نم جمنا کا گھاٹ ہے | مجھے ہر رخنۂ دل بنسی بٹ ہے

نظر میں ہے اگر حسنِ حقیقت | ہر اک پہلو ہے میرا کنجِ خلوت

یہی چھپنا دل میں بھی بانکی ہے میری | جھکی گردن تو پھر جھانکی ہے میری

یہاں اک نازنیں پیشِ نظر ہوں | ہزار انداز سے واں جلوہ گر ہوں

کھلیں دل جس طرح پھولوں کی کلیاں | رنگیں ہو جائیں بندرابن کی گلیاں

بظاہر ہوں اگرچہ آب و گل میں | مجھے چاہو تو ڈھونڈو دل ہی دل میں

قریب و دور دونوں میں ہوں معمور | قریں سے ہوں قریں اور دور سے دور

عیاں ہوں اپنے چہرہ بے محمل سے | ابد کے بعد اور پہلے ازل سے

زمین و آسماں ہیں ہیچ راز | دو عالم ہیں مرے پازیبِ ناز

اونگلیں تھیں کہ حسرت کی نشانی — امید وصل مرگ ناگہانی
پے اظہار غم تھا تازہ مضمون — رباعی حسب حال زار موزون

رباعیات

دلدادہ کسی کے پہلے اسے ماہ نہ تھے — تھے واقف رسم حسن گمراہ نہ تھے
عصمت کی بھی پردہ داریاں نہیں معلوم
آگاہ ہیں سب تجھسے آگاہ نہ تھے

جب آنکھ نہیں تو اشکباری کیسی — جب دل ہی نہیں تو آہ وزاری کیسی
دامن کی ہیں دھجیاں تو عصمت کیا خاک
جب جیب نہیں تو پردہ داری کیسی

بیشک دنیمہ ہے کون لاریب ہے کون — دانائے صواب واقف عیب ہے کون
ہم پر تو ہے پردہ داریوں کی تاکید
خود پردہ کشائے عالم غیب ہے کون

او گاؤ زمیں پہ رحم کہانے والے — او سب کو گناہ سے بچانے والے
او سادہ مزاج کیا فراموشی ہے
ہم بھی تو ہیں ساتھ ہی کے آنیوالے

وائے ستم کی خود پشیمانی کیا — جب سچ سمجھ لیا تو نادانی کیا
پردہ کیسا جو جیب گریباں ہے چاک
داماں ہی نہیں تو پاکدامانی کیا

دل گر ہی پڑے تو کیا سنبھالے کوئی　　اس پیچ کو کس طرح نکالے کوئی
اولجھا ہوا ان لٹوں کا سلجھے کیونکر
زنجیر نہیں کہ توڑ ڈالے کوئی

اے شوخ مزاج تندخوئی کب تک　　شیریں دہنی یہ ترشروئی کب تک
گر عشق نہیں صواب اچھا نہ سہی
اے واقف راز عیب جوئی کب تک

دیگر

ہے سرمۂ چشم خاک پائے جاناں　　ہم بھی ہیں گدائے کوئے شاہ خوباں
آئینۂ دل میں ہے اوسی کی تصویر
ہے جس کے خیال میں دو عالم حیراں

حسرت بھری یہاں نظر ہے واں شوخ نگاہ　　واں لب پہ ہے بانسری یہاں لب پہ ہے آہ
تھا روز ازل ہی سے یہ لازم ملزوم
یہاں بخت سیاہ اور وہاں حسن سیاہ

پانی میں یہ آگ تھی لگائی کس نے　　جمنا پہ تھی بانسری بجائی کس نے
او نغمے ذرا خدارا انصاف
سکھلائی ہے تجھکو یہ نوائی کس نے

کونین کے پار سے سبکدوشی ہے　　دیوانے نہیں جو یوں ہی بیہوشی ہے
بنسی کو بجا بجا پکارا کس نے
غارت گر ہوش کیا فراموشی ہے

آنند بہار برج نندن پیارے اے تند و ولار برج نندن پیارے
دشنام سزا ہے طالبان بوسہ ا
یہ کیسا ہے پیار برج نندن پیارے

دیگر

پامال پڑے ہوئے ہیں ہم بھی سر راہ نے طاقت صبر ہے نہ ہے طاقت آہ
اک روز یہ جور و ظلم ہوگا معلوم
ہے داور حشر تو ہی اور تو ہی گواہ

کیا دولت عشق ہے کہ جوڑی ہم نے آنکھیں شب و روز ہیں نچوڑی ہم نے
گھر والوں سے کام ہے نہ گھر سے مطلب
جوڑی اک تجھ سے سب سے توڑی ہم نے

شوہر کے قدم پہ جاں نثاری کیسی جب دور ہوئے تو پاسداری کیسی
بیہوش کیا ہے تیری جب نے کہنا م
جب ہوش نہیں تو ہوشیاری کیسی

جو کچھ کہ بدی ہوئی ہے سب ہے معلوم ہر ایک کا بخت ہے ہر اک کا مقسوم
تو واقف حال ہے ازل سے اپنا
اے محرم دل نہ کہہ خدارا محروم

دنیا کو گئے ہیں بھول تیری خاطر ڈھیے کو دیا ہے طول تیری خاطر
جاں دینے ہوا ہے جاں کا اولٹا دشمن
قالب کو کیا قبول تیری خاطر

دیگر

ہر درد میں پائی جاں نوازی تیری — ہر زخم میں دیکھی چارہ سازی تیری
گو خاک نہیں ہے خاکساری اپنی
نازاں ہوں میں سنکے بے نیازی تیری

غارت گر جاں کو ہائے پروا نہیں — کیا قصۂ زلف ہے کہ کوتاہ نہیں
اندھیر ہوا ہے برج بن میں اندھیر
ہے روز سیاہ غم شب ماہ نہیں

ہے گریہ بے اثر لب جو خالی — اچھے آنکھیں رہ گئے ہیں آنسو خالی
دل دلدادوں کو کیوں تلاش ہی شغل
یہاں بانسری کر چکی ہے پہلو خالی

اٹھی اک مہ جبین خیل بتاں سے — چلی آگے گروہ گوپیاں سے

بڑھی پھر جو اب کلمہ پسند — بہت طرار شوخ چالاک چوبند
سنبھالا بیقراری سے جگر کو — لیا آنچل پہ خون چشم تر کو
کیا اظہار حسرت دو بدو ہو — مخاطب ہوئے شوخ شعلہ خو ہو
کہ اے آرام جان جان عشاق — دل و جاں دلربا حیرت چور قزاق
غزال شوخ بر تند ان رمیدہ — بر آنگ بوئے گل دامن کشیدہ
تجھے زیبا ہے ناز بے نیازی — تری بخشش ہے درد جانگدازی
نہ تھی گر بانسری کو تجھ سے کچھ لاگ — لگائی کیوں شب مہتاب میں آگ
بلایا کیوں تھا بنسی کی صدائیں — نکالے اب جو سو رخنے حیا میں

لگائی آپ تو نے آگ دل میں — مزا بخشا ہے دردِ متصل میں
سراسر ہیچ ہے عقبیٰ و دنیا — نہیں جز تیرے کچھ مجھ سے تمنا
سوالِ صبر اے خودکام تا چند — جوابِ بوسہ کب ہیں تلخ پند
نہ قابو ہے نہ زورِ صبر دل پر — نہیں ہے اختیاری جبر دل پر
اگر ہم سے یہی تھی کج ادائی — تو کیا تھا مدعائے دلربائی
ترے خواہاں ہیں سودائی نہیں ہیں — خدائی کے تمنائی نہیں ہیں
ترکے لطفِ خداوندی سے پاویں — نہ کر بہرِ جفا پامال افسوس
قیامت خیز ہے دردِ جدائی — تو ہی کچھ سوچ رسمِ آشنائی
نہ ہم میں طاقتِ رفتار باقی — نہ ہم میں قوتِ گفتار باقی
فغانِ سرد کو ہے گرمجوشی — سرشکِ گرم کو ہے چشم پوشی
دلِ بیتاب قابو میں نہیں ہے — کوئی سنتے بھی کہ پہلو میں نہیں ہے
کیے دیتی ہیں سنجیدہ نگاہیں — چرالائی ہیں دزدیدہ نگاہیں
نہ پہلو میں نہ آنکھوں میں نہ لب پر — دلِ مشتاق نکلا تیری جیب پر
نہیں بے وجہ کچھ صحرا نوردی — تلاشِ دل میں ہے یہ دشت گردی
دل و پہلو کا رشتہ توڑ دیتیں — جو ہوتا دل ہی دل تو چھوڑ دیتیں
خیالِ حسنِ زیبا ہے اوسی میں — بھری ساری تمنا ہے اوسی میں
ترے ہاتھوں میں اے شوخِ جفاجو — دلِ سوزاں کی آتی ہے ہمیں بو
یہ شورِ حشر کیا ہے بانسری میں — دلِ نالاں چھپا ہے بانسری میں
انہیں زلفوں میں ہم اے حسنِ آفاق — دلِ گم کردہ پہلو سے مشتاق

سزا ہے گر ہماری دردِ ہجراں
ہوئی دشوار مشکل زندگانی
یہی ہر پاکن چرخ و زمیں ہے
یہی گنجینہ ہے رمزِ نہاں کا
اگر دل صاف ہے صدق و صفا میں
الگ ہووے تو ہجر و وصل مائیں
شرارت شوخی و دم حیلہ بازی
کہاں اے بت جدائی کا غلط ہے
رگِ دل ہیں مثالِ زلفِ پیچاں
تلاش و فکرِ ظاہر کا عمل ہے
نکلنا ہو رہا ہے تجھ کو مشکل
ہوا جب ختم حالِ شوخِ بسمل
ہوا ہے ہم آغوشیِ جاناں
سرِ یکدیگر آرزو ہے دردمنداں
اوٹھا طناز اک بانکی ادا سے
رضائے وصل خوش طرزِ تکلم
کسے چٹکے سے بل نازک کمر کے
مٹایا حسرتِ تلخی جہاں کو
اونگلیں حسن کی سیمیں ستوں ہیں

خدارا پھیر دے واہائے نالاں
کہ ناممکن ہے بیدل زندگانی
نہیں ہے دل تو پھر کچھ بھی نہیں ہے
یہی آئینہ ہے حسنِ جہاں کا
تو خود پروا تھا ہے آشنا میں
اگر دل سے نکل جائے تو جائیں
نہیں چلتی یہاں کچھ کارسازی
یہاں دعوئے خدائی کا غلط ہے
نہیں ان سے نکلنا سہل و آساں
کہ دل خلوت کدہ حسنِ ازل ہے
مبارک گو ہوں کو تنگیِ دل
رموزِ عشق و رازِ حسرتِ دل
جبیں فرسا گروہ مہ جبیناں
فدائے حسن خیلِ خود پسنداں
لٹک لیتا ہوا چوکے ہوا سے
صلائے بوسہ زیرِ لب تبسم
سیماب کی سب کو جست بھر کے
لبِ شیریں دئے لبِ تشنگاں کو
حمائل دستِ نازک گردنوں میں

نیستانِ رشکِ بلبل گل کے تھیں ساتھ
گیے سعیِ کشائے خندۂ گل
رواں تھا اچھلا بیچے ہر اک کے
کناری تھی کناری پیت پٹ کی
کوئی سرگوشیِ گل میں تھی مشغول
لپیٹے ہاتھ میں کوئی تھی پٹکا
لئے ہاتھوں پہ جان و دل سرِ دست
کوئی موزوں صدا دمساز ہر لی
وفورِ ذوق میں لرزاں رگ و پے
دماغوں میں بھری بوئے گلِ تر
ہر اک کے رخ سے زیبائی ہویدا
جو دیکھا حسنِ گل کو اپنا دمساز
رگِ دستورِ نازِ مہ جبیناں
ہوئیں اک بار یکتائی فراموش
بنی سرکش ہر اک شمشادِ قامت
ہر اک سادہ میں شوقِ کج ادائی
سری گلبستانِ نازِ بے نیازی
ہوا آگاہ حالِ رنگِ محفل
جہاں ہے عجز سے ہے ارجمندی

دو سرے تھے پھروں پر پھول سے ہاتھ
گیے متوجہ قمری و بلبل
چھٹی اک دوسری پکڑی لپک کے
ہلاتی تھی جگر جنبش پلک کی
کوئی سلجھائے تھا الجھے کرن پھول
کوئی ڈھیتی تھی نٹ ناگر کو جھٹکا
ہزاروں بلبلیں اک گل پہ تھیں مست
کوئی مستانہ آواز ہر لی
سرایت کر رہا تھا نغمۂ نے
ہر اک تھی شادماں جامے سے باہر
ہر اک سمجھی ہوئی اپنا ہی شیدا
ہوا کچھ بلبلوں کو عشق پر ناز
غرورِ حسن سے رسمِ حسیناں
سمجھ کر شیوۂ کشتانِ آغوش
ہر اک نوخیز فتنہ اک قیامت
ہر اک بیخود میں ذوقِ خودنمائی
ادا فہمِ رموزِ عشق بازی
کھلا ایک ایک کا اندیشۂ دل
پسندیدہ نہیں ہے خودپسندی

چھوڑا کر اپنا دامن سب کو چھوڑا ۔ ہر اک کے حسن کا ایمان توڑا
ہوا مانند بو گلشن سے پنہاں ۔ بدن سے روح جیسے جسم سے جاں
چلا آنکھوں سے باہر جان ہو کر ۔ چھپا نظروں سے انتردھیان ہو کر
گیا دامن کشاں جیت چور جیسے ۔ جگر سینے سے دل پہلو سے جیسے
گروہ گوپیاں سے ہو گئے غائب ۔ رہا پنہاں بت شوخ عجائب

مہاراج کے انتردھیان ہونیسے گوپیوں کی بیتابی درد ہجر کی بیچینی باہم کی گفتگو فراق کی اضطرابی تلاش و جستجو کی آوارگی خرابی

کدھر ہے ساقی محفل فراموش ۔ ہر رنگ جام خالی ہے ہر آغوش
نقاب افگن ہوا حسن تجلی ۔ پھر اب بیتابیوں نے لی تسلی
کہاں ہے بلبل گم کردہ دل ۔ ہوا پر بوئے گل نے باندھا محمل
گئی گلزار سے گل کی سواری ۔ اوڑاے خاک اب باد بہاری
کہاں وہ نور وہ ٹھنڈی ہوائیں ۔ زمیں جھاڑا کریں بن کی لتائیں
کلی ہر پھول کی کملا رہی ہے ۔ ہر اک شاخ شجر مرجھا رہی ہے
ہوا بنگرا اوڑی رنگت گلوں کی ۔ زباں سوکھی ہوئی ہے بلبلوں کی
خزاں سے لٹ گیا گلشن کا جوبن ۔ ہوا پر اوڑ گیا ہے بن کا جوبن
عجب میلی سی رنگت ہے قمر میں ۔ ہوئی ہے چاندنی پھیکی نظر میں
فلک پر ہے نگاہ چشم مردم ۔ ہوا ہے مہر شب مہتاب میں گم

جہاں تاریک ہے سب کی نظر میں | اندھیرا چھا رہا ہے بحر و بر میں
صدا اٹھی نہ گلبانگِ درا کی | ہوئی آہٹ نہ کچھ آوازِ پا کی
نہ بوئے پیرہن بادِ صبا میں | نہ باقی گونج بنسی کی ہوا میں
پریشاں گوپیاں تھیں بر سرِ راہ | عجب بکھرا ہوا تھا خرمنِ ماہ
گرے دامن پہ آنسو چشمِ تر سے | ہوا نورِ نظر غائب نظر سے
جگر سینے سے دل پہلو سے نکلے | کلیجے ہاتھ سے قابو سے نکلے
پریشاں سر بصحرا تھیں ہر اک سو | بتانِ شوخ چشمانِ آہو
ہراساں ہر طرف نظریں اٹھائے | غزالانِ بیاباں زخم کھائے
ہر اک جانب نگاہِ حسرت آمیز | سیہ چشموں کی چتون وحشت انگیز
ادائے دلبری طرزِ جنوں زا | پری رویاں تھیں سر بصحرا
تلاشِ دلربا میں بیخودانہ | برنگِ نالۂ دل تھیں روانہ
ہر اک خود رفتہ تھی جویائے گھنشام | ہر اک گم کردہ تھی شوخِ دلارام
بھرے کانوں میں تھے پیل کی صدا کو | ہر اک کہتی ہوئی آوازِ پا کو
اگر غنچہ کوئی چٹکا تو چونکیں | اگر پتا کہیں کھٹکا تو چونکیں
کوئی تھی دیکھتی آغوش و بر میں | کوئی کہتی تھی ابھی اب تھا نظر میں
نظارہ خواب سا تھا روئے گل کا | پتہ کوسوں نہیں تھا بو سے گل کا
ہر اک تھی دم بخود حیران و ششدر | پکارا سب نے اک اک نام لے کر
کدھر ہو لالجی جسودہا دلارے | کدھر ہو اے سری کہنیا ہمارے
کدھر ہو اے مکٹ دھاری مراری | کدھر ہو اے سری بانکے بہاری

کہاں ہو اے چھبیلے چھب منوہر ۔ کہاں ہو اے رسیلے شیام گردھر
پکارا ایک نے ہو پران پیارے ۔ پکارا ایک نے ہو بنسی وارے
پکارا ایک نے ہو کرشن گوپال ۔ پکارا ایک نے ہو نند کے لال
کہا اک نے کہاں ہے او فسوں ساز ۔ کہا اک نے کہاں ہے او دغاباز
پکاری ایک ہو ہو کرشن جی ہوت ۔ چھپائی ہے کہاں مکھ چندر کی جوت
غرض چلائی ہر اک نالہ و ساز ۔ نہ آئی پھر کے لیکن کوئی آواز
ہوا تھی برج بن میں روح بلبل ۔ صبا آوارہ پھر نکہت گل
ہجوم گوپیاں ناز پرور ۔ خراب کوچۂ عشق سمن بر
گریباں تا بدامن چاک ہی چاک ۔ لباس حسن رنگیں خاک ہی خاک
صدا یا زلف مشکیں گرد آلود ۔ جگر میں آگ لب پر آہ پر دود
جنوں کے ہاتھ سے تھی شرم پامال ۔ نقاب رخ بنے بکھرے ہوئے بال
نظر نیچی پہ اونچی اونچی فریاد ۔ وہی آنکھوں میں قد سرو آزاد
وہی تھا سوز آہ شعلہ میں ۔ وہی ہنسی کے رخنے جان و دل میں
نگاہوں میں وہی خود بیں کی صورت ۔ وہی آنکھوں کی پتلی شیام مورت
ہر اک تھی صورت کاکل پریشاں ۔ غرور حسن پر اپنے پشیماں
ہر اک مصروف اپنی ہائے ہو میں ۔ ہر اک مایوس اپنی آرزو میں
اٹھایا حشر کو شور و فغاں سے ۔ ملایا تھا زمیں کو آسماں سے
شکایت بخت بد سوئے ہوئے کی ۔ تلاش و جستجو کھوئے ہوئے کی
ستاروں سے کبھی لی ماہ کی فال ۔ کہیں ذروں سے پوچھا مہر کا حال

زباں پر گفتگوئے جلوۂ ذات — ہر اک پتے سے حسنِ سبز کی بات

کہ اے برگِ نہالِ صحنِ گلشن — ہوا دارِ بہارِ شاخِ گلبن

ادھر کو آئے ہیں چلت پھرت ہمارے — کہیں دیکھے بھی ہیں گمنام پیارے

بہم بجنے کی یہ آواز کیوں ہے — نہیں واقف تو برگ و ساز کیوں ہے

کوئی تھی پوچھتی سبزے سے بدحال — کہ تو کس پائے نازک کا ہے پامال

یہ کیوں اک اک قدم پر دب رہا ہے — سبک رفتار کوئی تو گیا ہے

نہیں ہے رہنمائی کے اگر کام — ڈبویا کیوں جہاں میں خضر کا نام

شکر خوابی شبِ مہتاب میں ہے — مقدر کی طرح کس خواب میں ہے

عبث نا آشنا دیوانگی ہے — چمن سے کیوں تجھے بیگانگی ہے

خدارا سبزہ گوں پتا بتاوے — اگر گمنام دیکھے ہوں بتاوے

چلی کوئی گل و سنبل کی جانب — کوئی نالاں پھری بلبل کی جانب

کھلی زلفیں کھلے گیسو کھلی مانگ — لگاتی پھرتی تھیں چت چور کی تھانگ

یہی سوچ تھی کہ سر مکٹ کی — لگی گیندی کو چوری سیتپٹ کی

کوئی روکے ہوئے بادِ صبا کو — کوئی پکڑے ہوئے موجِ ہوا کو

لگا ہوتیں تھا قدِ شوخ بیباک — لگی تھی تاکنے شمشاد پر تاک

کہا سنبل کے سارے پیچ کھولو — کوئی کہتی تھی غنچوں کو ٹٹولو

یہ کیوں اڑائی نکہت چمن کی — چرا رکھی ہے بو کس پیرہن کی

گلوں کی کچھ ہو شاید بد معاشی — ذرا ان کی بھی لو جامہ تلاشی

چلی آتی ہے بوئے بیوفائی — بھری ہے رنگ میں نا آشنائی

لبوں پر خندۂ بیباک کیوں ہے
یہ ہو جو گریباں چاک کیوں ہے

چلی اک فتنۂ ہمرنگ قیامت
بڑھی نوخیز اک شمشاد قامت

کہیں غنچے سے پوچھا گل سے پوچھا
کہیں قمری کہیں بلبل سے پوچھا

گلوں کو دیں قسم بلبل کو سوگند
دھرے گودی میں غنچے سے جگر بند

رکھا قمری نے سر پر سرو کے ہاتھ
کہا دیکھے نہیں ہیں ہیچ کے ناتھ

چمن میں قہر تھا لب تشنگاں پر
اوگے کانٹے تھے ہر گل کی زباں پر

نیایا جب پتہ رشک چمن کا
نشاں دیکھا نہ ماہ انجمن کا

کسی گل میں نپائے وہ خط و خال
کیا مانند سبزہ باغ پامال

چمن سے کر کے یوں گل گشت آئیں
پریشاں حال سوئے دشت آئیں

ہوئی چاک گریباں سے جو فرصت
لیا دامان صحرائے قیامت

سحر کا پہلے ہی پھاڑا گریباں
ہلال چرخ کا تاڑا گریباں

بھرا تھا وحشت میں سامان محشر
بنا تھا ہیچ بن میدان محشر

ہمرشک چشم سیلاب زمیں تھا
فلک اک دودِ آہ آتشیں تھا

جھجکی دیکھی جو شاخ بید مجنوں
کہا لیلی وشوں نے حال محزوں

کہ اے پروردۂ دامان صحرا
خمیدہ صورت گیسوئے لیلا

تمنائے قدمبوسی ہے کسکی
اوسے دیکھا کبھی ہے حسرت جسکی

کوئی خوش چشم وحشی ناز ساماں
مخاطب تھی سوئے خیل غزالاں

کہ اے رام رم شوخ دلارام
سبک رو و سبک جسم و سبک گام

سرناز و ادائے حسن وحشت
شکار ناوک چشم محبت

تمھیں ہو پاسباں دشتِ جنوں کے
نگہباں گردشِ چشمِ فسوں کے

نگاہوں میں ہی حسنِ شوخ دلخواہ
یہ کس کے واسطے ہو چشم بر راہ

نہیں آیا ادھر تو کاہے پیارا
غزالِ شوخ بے پروا ہمارا

بنادیں گے تمھیں زر بفت کی جھول
سجادیں گے سینگوں میں کرن پھول

مگر حیوان انیس سایہ کب تھے
ہوائے دشت میں رنجور سب تھے

گئیں بس التجائیں یوں ہی بے سود
کہاں صحرائیوں سے چشمِ بہبود

کوئی پامال سایہ رشک سے تھی
مخاطب کوئی طفلِ اشک سے تھی

کہ اے طوفانِ محشر سے ہم آغوش
قیامت کیلئے ہیں کیا ترے جوش

توہی جوشِ بہارِ خونِ دل ہے
توہی ہمراز دردِ منفصل ہے

توہی ہے باعثِ آرامِ عاشق
توہی ہے قاصدِ پیغامِ عاشق

ترے رستے بنے ہیں بحر و بر میں
توہی چالاک ہے سب کی نظر میں

کجا ہے توشہ کچھ لختِ جگر باندھ
خدارا بے تکلف اب کمر باندھ

اگر جاتا ہے کسی ہمراہ کو ساتھ
تو لیتا جا فغان و آہ کو ساتھ

جب آنکھوں سے سرِ دربار پہونچے
قریبِ خلوتِ دلدار پہونچے

ادا کرکے سلامِ اول کا دستور
کھڑا رہیو ادب آموز کچھ دور

پھر اس دم محو و خاموش رہنا
نظر تیری طرف اٹھے تو کہنا

کہ اے بحرِ کرم دریائے رحمت
گوارا تشنگاں پہ کیوں ہے زحمت

انیسِ شب ترے اندوہگیں ہیں
حزینِ بزم بے تمہید آشیاں ہیں

نہیں قابو میں جوشِ چشمِ گریاں
بھلا کب تک نچوڑیں جیب و داماں

بنے نقش قدم اعزاز تجھکو
خدا رادے نشان کرشن گوپال
غرض سب گوپیاں تھیں سر بصحرا
ادای دلربا بیتابی دل
مژہ کانٹوں کا تلوے پار ہے تھے
نرالے ڈھنگ کے تھے جیتے وا دل
سوی گردوں تھیں حسرت کی نگاہیں
نہ تھا پر اضطراب دل میں کچھ فرق
مخاطب تھی خیال بت سے ہر فرد
تصور دو بدو آئینہ تمثال
ثریا کر ایک نے دست مناجات
کسی نے بیقراری کو دکھایا

فلک پر لاکھ فخر و ناز تجھکو
تجھی پر ہے جہاں ہے نند کا لال
پریشاں حال وحشت عشق رسوا
خرام ناز مشق رقص بسمل
گریباں تا بدامن چاک ہے تھے
جنوں ساماں ہر اک بے ساز و ساماں
لبوں پر سرد گرما گرم آہیں
ہر اک پہلو وہی جولانگی برق
مستدعی ہیں سنائے شکوہ ورد
دکھایا ابتدائی عشق سے حال
سنائی مختصر سی ہجر کی بات
کسی نے اشکباری کو دکھایا

مسدس

یاد ایام کہ پردے میں تھا حسن جاوید
لگ گئی قفل حقیقت کو محبت کی کلید
یاد ایام کہ خلوت میں تھی بزم توحید
کھینچ لائی تجھے عشاق کی یاں حسرت دید
جلوہ حسن ازل یوں سر بازار نہ تھا
بے بہا جنس کو گاہک سے سروکار نہ تھا

نور ہی نور تھا یہ جلوہ فزائی کب تھی
آپ ہی آپ تھا یہ محفل آرائی کب تھی

حسن ہی حسن تھا یہ ہوش ربائی کب تھی
ذات ہی ذات تھی یہ قصۂ دورائی کب تھی

حسن پردے میں تھا جس حسن کے دیوانے تجھے
تب خلوت میں تھی ہم نوم میں بیگانے تجھے

آفرینش کا سبب ہے ترا اک رنگِ صفات
ہستی و نیستی دونوں ہیں ترے جلوۂ ذات

تیری تحریک کی اک رمز ہے کل موجودات
ہیں ترے کھیل بقا اور فنا موت و حیات

صورتِ عبد میں جوں معنیِ معبود ہے تو
ہست میں نیست ہے معدوم میں موجود ہے تو

خالقِ کون و مکاں مالکِ امکانِ وجود
پردہ بردار رخِ معنیِ اسرار شہود

رازقِ جن و بشر صانعِ بود و نابود
خود تماشا و تماشائی حسنِ مقصود

جلوہ ہیں جلوہ گر و جلوہ نمائے عالم
بانیِ عالمِ ایجاد و بنائے عالم

مچھ اوتار ہوا پہلے تو ماہی بنکر
چار وہ رتن سمندر سے نکالے متھ کر

کچھپ اوتار ہوا صورتِ مہ بار دگر
تیسری بار تھا بارہ کے قالب میں گزر

حفظ پہلاد کو خود آ کے نمودار ہوا
شکلِ نرسنگھ میں جو تھا ترا اوتار ہوا

پانچویں بار ہوا غیرتِ ماہِ روشن
قد کوتاہ تھا نہ خیز ہو جوں سرو چمن

جلوہ گر حسن نمودار بشکل باون
دان لینے کو بڑھائے ہوئے دست و دامن

کیا ہوا بل سے ترے دان کا ساماں پورا

ایک قدم بھی نہوا عالم امکان پورا

شتم اوتار پیر سمراعظم کا خدو سفا
اتویں بار پیمبری تراعظم شہ عالم پاک
چھتریوں کا تھا کیا خون رواں بر سر خاک
قاتل ہوا وہ بدکیش و جفاجو بیباک

آٹھویں بار ترا حسن دوبالا آیا
دونوں عالم میں عجب جلوہ یکتا آیا

ر نہاں کو پسند آہی گیا حسن ظہور
ندی خانہ تھا حقیقت کی خوشی سے معمور
جلوہ گر بن کے ہوا خانہ بسدیو میں پور
دل میں اک جوش محبت تھا تو آنکھوں میں سرور

سنتے بسدیو جی یہ لخت جگر میرا ہے
دیوکی کہتی تھیں گودی کا بسیرا ہے

ے مادر سے غرض تھی نہ پدر سے مطلب
خانے سے نہ کچھ کام نہ گھر سے مطلب
نہ بسیر ہونے سے نے لخت جگر سے مطلب
تھا مگر ایک حقیقت کی نظر سے مطلب

حسرت دید نہاں جلوہ جاوید میں تھی
دونوں عالم کی خوشی گریہ تولید میں تھی

وہ شام کہ کثرت سے تھے شفق سے کیا پھول
عا پہنے ہوئے پیرہن رنگ قبول
اور وہ بھادوں کی جھڑی رحمت باری کا نزول
ذرہ ذرہ تھا عبادت میں سراپا مشغول

ہر طرف دھوند ہتا تھا تجلہ التیں ہونے کو
آسماں پھرتا تھا ٹھہرا کی زمیں ہونے کو

ہ شانہ کش کا کل ظلمت شب تار
ا تھا فلک سے مجھے صدمے میں ادبار
چرخ کرتا تھا زمیں پر در انجم کو نثار
رات تھی تا بہ کمر صورت گیسوئے نگار

عالم الغیب نے خود غیب کا پردا اُولٹا
جلوہ فرمانے نقاب رُخِ زیبا اُولٹا

نور ہی نور سیہ خانۂ لیسدلو میں تھا
رازِ سربستہ کی صورت سے ہر اک قفل کھلا

دیدہ بانوں پہ پڑا قدرتِ حق سے پردا
چشمِ عاشق کی طرح حلقۂ زنجیر تھے وا

جب اُٹھا پردۂ اسرارِ حرم گل کے لیے
آئی آواز کہ یہ نور ہے گوکل کے لیے

زینتِ دوشِ پدر ہو کے چلا نورِ نظر
اشکِ بیتاب کی مانند ہوا زیر و زبر

آبِ جمنا بھی پابوس تھا تا شانہ و سر
پل نہ جھپکی تھی کہ لیسدلو گئے نند کے گھر

رشکِ خورشید نے اک رشکِ قمر کو بدلا
حکمِ ازلی تھا کہ دختر سے پسر کو بدلا

صبح ہوتے ہی کھلا جلوۂ نورِ جگدیس
کوئی زہرہ تھی کوئی ماہ کوئی تھی برجیس

برج کی گوپ چلیں پہنکے ملبوسِ نفیس
نند بابا کو بدھائی تھی جسودا کو اسیس

دوب خوش ہو کے ہر اک راجکماری لائی
پالنے پھول کے خود بادِ بہاری لائی

دہانی دہانی تھا عروسانِ چمن کا ملبوس
منگلا آرتی کا صحنِ چمن میں تھا جلوس

رقص کرتے تھے شجر اوڑھکے پر رنگِ طاؤس
برگِ گل تھی سی گھڑیالیں تھی غنچے ناقوس

سجدہ میں پہلی ہی جھاڑی رُخِ پرنور کی تھی
آتشِ گل میں لپٹ شعلۂ کافور کی تھی

وجد میں جھومتی پھرتی تھی عجب بادِ سحر
ٹہنیاں آرتی لینے کو جھکیں تا بہ سمر

بچھا بچھا کیا رستے بچھا تھا ہر اک برگ شجر
نونہالانِ چمن سجدہ میں جھکے ہوئے سر

گونج کر پالکی پتوں کی ہوا نکلی
سنگ دہن قمری کو کو کی صدا نکلی

صرف استت تھا ہر ایک نغمۂ مرغانِ چمن
پیش پر کہتا تھی کہ اوڑتے تھے ہوا پر گلشن

پھول چن لینے کو پھیلا تھا زمیں کا دامن
دیوتا کہتے تھے جے کرشن کی جے دہن ہوا دہن

حسن میں نور سمایا تھا سپاہی ہو کر
سر پہ آیا تھا مکٹ فتر الٰہی ہو کر

آئیں پریوں کی طرح بحر سے موجیں باہر
ساڑھیاں آب دار تھیں بند ہیں تا کمر

کاہتیاں دامن دریا سے کسیں سینو پر
ہر حباب سرور بنا تھا تبا مجرم زر

قعر دریا سے اوچھلے تھے گہر چھال پہ چھال
وار کر پھینک دیے موتیوں کے تھال پہ تھال

سانولے رنگ پہ زیبا تھے عجب نقش و نگار
ایک ہی گل یہ تھی گل گلشن قدرت کی بہار

قد بڑھا زلف بڑھی حسن بڑھا آخر کار
پھر تو ہونے لگے اک روز میں سو سنگھار

عکس سمجھا تھا کہ ہے جلوہ نمائی مجھ میں
آئنہ کہتا تھا ہے ساری خدائی مجھ میں

اب سناتے ہیں تجھے شوخ سراپا تیرا
دیکھ دکھلاتے ہیں تجھکو ہی تماشا تیرا

خود ہی حیران نہ کرے حسن خود آرا تیرا
خود خبردار ہو اب اوٹھتا ہے پردا تیرا

کاش اپنی ہی اداؤں کا نہ بسمل ہو جائے
اپنا نظارہ تجھے آپ ہی مشکل ہو جائے

اس ہی زانونے تو آئینۂ دل توڑے ہیں

وہ کمر ہے جو اوٹھا سکتی نہیں بار نظر
تار ہے بال میں اُولجھا ہوا ناسفتہ گہر
پیچ لیکے کے کمر میں ہیں کہ نیلکے میں کمر
یا ہے آئینہ قدرت کی صفا کا جوہر

بانسری زیب کمر ہو کے لسی ہے کیسی
کاچھنی بال میں بل دیکے کسی ہے کیسی

شکم صاف میں کیا تشو جو نکلے گن میں کہر
پھینک کر تختۂ الماس کے مضموں پہ پرے
سیٹ کے گھٹی ہوا ی تماشا جو ہاتو نکلے گہر
طبع نے سینکڑوں آئینے دکھانیکو دھرے

حسن خود بیں کی نہ مضموں سے لڑائی ہو جائے
صاف تشبیہ نہیں ہے کہ صفائی ہو جائے

دونوں شانوں میں بھری حسن تجلی کی ہے شان
نازکی دونو کلائی کی کلائی پر قربان
دونو بازو ہیں نکالے ہوئے عشاق کی جان
ہاتھ وہ جنکو نہیں چھین کے دلکی پہچان

دست بردی کو لگے رہتے ہیں گیا گھا تو مگر
بانسری دیتی ہے دل لاکے انہیں ہاتوں میں

اونگلیاں شمع لطافت کی ہیں وہ اٹھتی ہوئیں
دوا گر پنجۂ خورشید ہیں دنش ہیں مہ نو
ناخنوں کی وہ ضیا اور وہ کف دست کی ضو
وار کر پھینکدے گردوں جو مہ مہر ہوں سو

بے ستوں چرخ برین کسکا سجایا ہوا ہے
دست قدرت انہیں ہاتوں کا بنایا ہوا ہے

کیا گلا ہے کہ صراحی کی نہیں جس سے مثال
کوئی کہتا ہے کہ یہ نور کے سانچے کا ہے ڈھال
شمع کی لو کا کوئی کرتا ہے جو تش فکر خیال
سب دکھاتے ہیں غرض اپنے مضامین کا کمال

پھر بوسہ لب عشاق کو مانوس ہے یہ
قدرتی حسن کے بتخانے کا ناقوس ہے یہ

جان شیریں سے بھی شیریں ہے عجب بیت دہن
جسمیں یہ ماند تھا آب و سیمیں نہیں جائے سخن

منہ لگی جس کی ملائی وہ ہے غنچہ سا دہن
اس پہ قرباں ہیں اگر لاکھ ہوں قدرت کے چمن

کیا دکھایا تھا تجھے یاد ہے اس غنچے میں
گلشن عالم ایجاد ہے اس غنچے میں

لب شیریں کی لت سے ہیں دم دمساز
رگ نے نغمک کو ہے انکی بدولت کیا ناز

بانس کی پوریں پیدا ہوئی میٹھی آواز
ہستی دیتی دو نو ہیں انہیں کے اعجاز

دیر لگتی نہیں دینے میں کچھ لینے میں
جان لینے میں وہ مشتاق یہ جان دینے میں

جلوہ ہائے لب دنداں پہ نہیں تاب نظر
غنچہ بیتی نازک ہے عجب جاں پرور

تہ میں گل برگ کے لپٹے ہوئے رکھے ہیں گہر
ناوک غمزہ دلدوز ہے پیکاں دو سر

فکر گلزار حقیقت کی ہے گل چینی کا
لطف ہے اہل نظر کو نہیں حق بینی کا

وہ کنول ور وہ انوار تجلی کی ضیا
عکس افگن جو ہوا نور درخشاں انکا

حسن کی شمع فروزاں ہیں عجب جلوہ نما
لڑ گئی اور بھی آئینہ قدرت کی جلا

اور ہی نور ہے جبیں نور کے رخسارے میں
اور ہی ماہ ہے وہ جیسکے یہ دو پارے ہیں

سبزہ گوں حسن کی کیا گہری ہے رنگت انکی
گل بچھونا ہے گلشن قدرت ان ہیں

صانع حق نے دکھلائی ہے صنعت ان میں | سب کی سب گوشت کے بھری ہیں ملاحت انمیں

لو یہاں شیفتہ ہیں حسن کے گویائی کی
طوطیاں بول رہی ہیں انہیں آئینو کی

سحر گجر سین بھرے ہیں لب شال | رس بھرے ہیں ہیں شکر کے کام بھرے پر رسال
وہ کیلے کہ خدنگ قدر اندازی کی بھال | وہ میٹھے نہیں جان کو اگر لیں نکال

شکریں وہ ہیں کہ دل ہی میں وہ پر رہتی ہیں
سرمگیں وہ ہیں کہ آنکھوں میں پھر رہتے ہیں

چشم بد دور وہ مخمور ہیں پیاری آنکھیں | خنجر ناز ہیں ابرو تو کٹاری آنکھیں
ہیں نگاہوں میں دم گریہ و زاری آنکھیں | انہیں آنکھوں نے تو کھوئی ہیں ہماری آنکھیں

یہ بھی مژگاں ہیں کہ جو قلب الٹ دیتی ہیں
پل جھپکنے میں یہ پرہنا بند پلٹ دیتی ہیں

صاف و شفاف وہ پیشانی کا حسن روشن | آب آئینے کی موجیں ہیں جبیں کے وہ شکن
نور میں نور کی وہ لو ہے کہ قشقے کی پھبن | سبزہ گون حسن کے حصے میں ہے کیا کیا جوبن

یہی آئینہ ملاحت سے بھرا دیکھا ہے
اسی الماس کی تختی کو ہرا دیکھا ہے

کان وہ عالم امکاں میں نہیں جنکا جواب | نازکی انکی کہاں اور کہاں برگ گلاب
وہ صدف نور کے ہیں کون مکانین نایاب | کیوں نہ ہو حلقہ بگوش انکا مرا در خوشاب

کہ رہے گنبد دل وہ سجادہ ہیں نور کے
گوشوارہ مہ و خورشید ہیں دونوں انکے

موج میں بحر ہی اور قطرہ میں دریا تو ہے

اس سے پہلے سے بت شوخ ہیں خواہاں تیرے
آئینہ خاک میں تھا جب سے ہیں حیران تیرے

واقف حسن نہ تھے بے سر و ساماں تیرے
جانتے بھی نہ تھے گیسو کو پریشان تیرے

ایک تھے وصل و جدائی کو سمجھتے کب تھے
ای صنم تیری خدائی کو سمجھتے کب تھے

ای دل و جان و جگر کرشن کنہیا پیارے
بانکی بانسری دھن سر پہ قیامت باگے

نازک اندام ہیں وحشت زدہ آفت مارے
سر پھرا ہیں ترے چاک گریباں سارے

کل تلک لڑتے تھے مور بیابانوں میں
آج دیوانوں کا ہی شور بیابانوں میں

ای دلارام جہاں نند دلارے گھنشام
لیلی ایک ہی تیرے چمن کے صبر و آرام

ننگ ناموس سے ہر چند ہوں لاکھوں الزام
کام رکھتے نہیں کونین سے تیرے ناکام

خلوت خاص ہی اغیار کو یاں راہ نہیں
پاکدامانی پہ دھبا ہی تو پروا نہیں

بانسری او لب جمنا پہ بجانیوالے
چاندنی رات میں او آگ لگانیوالے

خاک عشاق سے دامن کے بچانیوالے
دیکھتا جا ہیں منہ پھیر کے جانیوالے

نہ چھپے گا نہ چھپے گا کبھی جلوہ تیرا
دیکھ ہر ذرہ میں ہی حسن سراپا تیرا

او دل آزار کھلا جاتا ہے راز نہاں
او جفاکار عبث شرط وفا کا تھا بیاں

او ستمگار غلط لطف و کرم کا تھا گماں
او ترا کار کماں تھیں محبت کا نشاں

کاش بدنام نہو جائے محبت تیری
بیوفا دیکھ نہ کھل جائے حقیقت تیری

ہم تو کیا حسن کی اپنے بھی نہ تھی تجکو خبر
دہرتا آتا تھا نہ سیدھا بھی مکٹ کا سر پر
سامنے آنکھ نہ اوٹھتی تھی کہاں ترچھی نظر
یوں کسی جاتی تھی کب کھینچکے پٹکے سے کمر

نغمے نے ہیں بھرے سینکڑوں جادو کبھے
کالی کملی کی جگہ دوش پہ گیسو کب تھے

سانولے رنگ پہ پہلے تو تجھے ناز نہ تھا
ہم ہی ہمراز تھیں سربستہ کوئی راز نہ تھا
بھولی صورت تھی کرشمہ نہ تھا انداز نہ تھا
لب تھا جاں بخش ہر اک بات میں دمساز نہ تھا

نغمہ کیا سیکھی بجانا بھی نہیں آتا تھا
راس کیا پانو اوٹھانا بھی نہیں آتا تھا

ابتلک کھیل سمجھتی تھیں تماشا تیرا
تو چھپا پیش نظر ہے وہی جلوہ تیرا
کھلگیا چاک گریبانوں پہ پردا تیرا
کھینچے پھرتا ہے بیابانوں میں سودا تیرا

سہل چت چور کی چوری کو سمجھ رکھا تھا
بانسری بانس کی پوری کو سمجھ رکھا تھا

خود فراموش ہوئی تھیں تری بنسی سنکر
جوش وحشت نے نکالا ہمیں گھر سے باہر
شوق بیتاب سے بے پردہ میں کیا تھا مضطر
غیرت ماہ تھی یوں ترے چھپنے کی خبر

خاک اس دل پہ پڑے جو کہ ستایا جس نے
آگ لگجائے شب مہ کو جلایا جس نے

۵ پر ترے حسن کی وہ ہوا اور وہ عجب بیل بہار
وہ خرام لب جو قامت سرو طرار

وہ لب لعل و لب نے کا وہ حسن تکرار
کھینچ کر لے ہی گئی بانسری دھن صبر و قرار

کیسا ڈھایا ہے غضب حسن کے متوالے نے
آسماں سر پہ گرایا ہے مکٹ والے نے

خود نمائی سے خجل شوخ خود آرا ہم ہیں
ننگ و ناموس مٹانے سے ہوئے رسوا ہم ہیں
غرق دریای ندامت میں سراپا ہم ہیں
جان غم گشتہ کی مایوس تمنا ہم ہیں

کاش پھٹ جائے زمیں اور سما جائیں کہیں
ہر شب ماہ میں اے بت تجھے یاد آئیں کہیں

تاب گیسو میں رہی اور نہ رہی زلف میں بل
پڑ رہی ہے تپ غم سے دل و جاں میں ہلچل
چھب میں تار نہیں چیر و نیہ کیسے آنچل
خاک سی کر بھی گئی ایک نگاہ اول

جا کے وہ حسن کو دکھلا کے یہ پردا کیا ہے
آخر اے شوخ گناہ دل شیدا کیا ہے

ہائے برہم ہوئی کیا صحبت سیر مہتاب
چشم مشتاق ہوئیں جوشش گریہ سے پر آب
غیرت ماہ نے ڈالا رخ انور پہ نقاب
دل شکستن کی صدا آئی نہ مانند حباب

آگ سی لگ گئی سوز تپ غم کی تن میں
کچھ بھی تو نہ ملی بانسری دھن کی خبر

درد اٹھتے ہیں کیسے اور کسے سوز نہاں
آنکھ کیوں بند رہا کرتی ہیں کیوں اشک رواں
دل ہوا آگرا ہے کس طرح سے پہلو میں نہاں
[illegible] کیوں سینے میں گھٹتا ہے دھواں

آشنا گل کی ہیں پر واقف فریاد نہیں
ہم وہ بلبل ہیں جنہیں طرز فغاں یاد نہیں

سر دہری نے غضب آگیں ڈالا ہمکو
جستجو نے تری اے شوخ نکالا ہمکو

صاف اندھیر ہوا مہ کا اُجالا ہمکو
بیقراری نے کیا ہے تہ و بالا ہمکو

پھینکدیتی ہے او پیچھے وہ پٹک دیتا ہے
نہ زمیں لیتی ہے ہمکو نہ فلک لیتا ہے

سروِ آزاد تجھے قامتِ رعنا کی قسم
بیچ میں جو ہے ترا اوسکی تمنا کی قسم

گیسوؤں والے سر زلف لیلا کی قسم
نند بابا کی قسم تجکو جسودا کی قسم

کاش ای ڈھیٹھ ہمارے جو کسی کی سوکن
سب سے پیاری ہے تجھے بنسی ہے اوسکی سوکن

رحم کر رحم ذرا اپنے پریشانوں پر
زور اب ست جنوں کا ہے گریبانوں پر

حشر سا حشر ہے برپا ترے دیوانوں پر
زخم دل ٹوٹ کے گرتے ہیں نمکدانوں پر

کثرتِ درد سے اب دل و جگر کچھ بھی نہیں
بیخبر اب تو خبر لے کہ خبر کچھ بھی نہیں

گوپیوں کی جستجو نقش قدم کا ملنا مہاراج کا پرگھٹ ہونا

کدہر ہے ساقی دامن کشیدہ
جبیں ہوں بہر سجدہ نور آگیں
غرض جب حد سے گذرا درد جانکاہ

کہ ہیں پامال غم آفت رسیدہ
دکھا نقش کف پاے نگاریں
رہی باقی نہ تاب نالہ و آہ

برہنہ سر گروہ حشر رفتار
چلیں رک رک کے مثل نبض بیمار

بکھرا ہر آبلے کا منہ تھا خوں سے
شکستہ لذت خار جنوں سے

کمر ٹوٹی ہوئی تھی آرزو کی
تھکی نظریں تھیں چشم جستجو کی

کہ ناگہ نقش پائے یار دیکھا
زمیں کو غیرت گلزار دیکھا

ٹھٹھک کر رہ گئی اک غیرت ماہ
کیا نقش قدم سے سب کو آگاہ

جھکا کر مہ جبینوں نے جبیں کو
لگایا نقش پائے نازنیں کو

کہا سب نے یہی پاک نشان ہے
جو سب کے دیدہ و دل میں نہاں ہے

جبیں فرسا ہوئیں نقش قدم سے
دیئے بوسے لگا کر چشم نم سے

کیا آگاہ منزل نقش پا نے
تسلی دی امید دلربا نے

تشفی کی دل اندوہگیں کی
بندھا لی آس سجدہ نے جبیں کی

نکل آیا حصول دشت گردی
بڑھا آگے کو شوق رہ نوردی

ہر اک کو سراغ نقش پا تھی
غزل خواں شوق میں خوش خوش ادا تھی

غزل

نشان پائے رنگیں سے سراغ مہ جبیں پایا
شب مہتاب میں صحرا کا صحرا گل زمیں پایا

ترے نقش قدم پر ہے سر خسرو پر پروالے
مٹا کر ننگ و نام دنیا سلیماں کا نگیں پایا

بڑھایا سجدہ نقش قدم نے حسن آرائش
نشاں پا کو اکسیر کسیر زیب جبیں پایا

ملیں آنکھیں بجائے سرمہ اندوہگیں کی خاک کف پا نے
ہر اک نے دیدہ حیراں کو اپنے سرنگیں پایا

وہ فارغ خاک صحرا عرش تک ملتا نہیں اسکو | قدم چھو کر زمیں نے رتبۂ عرش بریں پایا
شمیم کاکل مشکیں اوڑی پھرتی ہے صحرا میں | غزال چین کو مست بوئے زلف عنبریں پایا
نہ آیا او جھکے پہلو تک بھی نقش پائے نازک سے | دل مضطر کو کیا اچھا مقام دلنشیں پایا
ستاروں کی طرح کسب ضیا سے ذرے روشن ہیں | زمیں نے آسماں سے بڑھ کے یہ ماہ مبیں پایا
اجازت شرم نے اکدم نہ دی اظہار گریہ کی | ہمیشہ اشک چشم تر کو زیب آستیں پایا
صدا سے نے یہ نقش پا کی بر تصویر بول اوٹھی | مدام سر پا انکسری نے کیا لب جاں آفریں پایا

خوشا تیرا مقدر وادیٔ غربت میں اے شعلہ
کہ ہر سجدہ نقش قدم شغل جبیں پایا

نظر بازانِ چشم شوق و اُمید
کیا سب نے نشاں پا کو رہبر
ہوای شوق میں جو پائے گم نشاں ہم
زمیں پر تھی ہر اک کی چشم پر غور
جھجک کر نقش پائے منتشر ہے
قیامت شور محشر ہے بہم ہے
رواں ہے ساتھ رشک ماہ کوئی
ہمیں میں سے کوئی فتنہ رواں ہے
ہوا ہے نرم کس پردہ دل سخت
سرو رفتن کی دمساز ہے کون
زمیں پکڑی نشاں سر قد نے

بلا گردان ذوق حسرت دید
چلیں سب سر کے بل نقش قدم پر
بڑی تحقیق سے کھوج لیتی چند ہی گام
ملا نازک سا اک نقش قدم اور
کہا سب نے تعجب کی نظر سے
یہ کس کا دوسرا نقش قدم ہے
برنگ سایہ ہے ہمراہ کوئی
ہمارے پاؤں کا ساہی نشاں ہے
خوشا طالع خوشا قسمت خوشا بخت
بت نازک بدن ہمراز ہے کون
جلایا غیرت و رشک و حسد نے

کہا دل میں کہ یارب کون ہے یہ — بت شوخ شکر لب کون ہے یہ

رفیق جان جانان کون ہے یہ — انیس ذوق پنہاں کون ہے یہ

زمیں پر ہیں قدم آنکھوں میں گھر ہے — کوئی تو ہے جو منظور نظر ہے

حمائل کس کی ہے زلف سیہ پوش — ہوا ہے ناز کس کا زینت دوش

کوئی تو ہے نثار چشم وابرو — کوئی خوش چشم ہے ہمراہ آہو

کوئی ہے مے پرست چشم خودبیں — کوئی تو ہے مدمست چشم خودبیں

کوئی تیغ نگہ پر سر بکف ہے — کوئی تو تیر غمزہ کی ہدف ہے

مذاق زندگی کھویا ہے سب نے — لیے شیریں دہ لب کس تشنہ لب نے

حسد سے تھالیوں پہ آہ و نالہ — غزل خواں بھی ہیں ہر اک بار شکر نالہ

غزل

آشفتہ سر ہی ساتھ ترے برج نہیں کون — الجھا ہوا ہے زلف شکن در شکن میں کون

ہاں التفات بھی ایک نظر دور سے سہی — بیٹھا ہو اور قریب عدو انجمن میں کون

دل میں اگر نہیں ہے خیال لب ملیح — بھرتا نمک ہے زخم جگر کے دہن میں کون

ہو تیرے نقش پا کے قریں نقش پائے غیر — آیا ہمارے تیرے سوا برج بن میں کون

صیاد کا گمان کبھی گلچیں کا وہم تھا — کھٹکے پہ بلبلوں نے پکارا چمن میں کون

کیا کیا غم فراق میں غربت وطن بنے ہے — سچ ہے شریک ہوتا ہے رنج و محن میں کون

نکہت کو بلبلوں سے بھی ہیں پردہ داریاں — مانند بو ہے خلوت گل پیرہن میں کون

غربت میں رہتے رہتے زمانہ گذر گیا
شعلہ اگر گئے بھی ملیگا وطن میں کون

ہر اک جویاں سراغ مدعا کی
ہر اک حیراں نشان نقش پا کی

نہ دیکھا شوخ یکتا ماہ منزل
بڑی نقش دوئی سے حیرت دل

نگر جھکا جو اک دم چشم نم کو
نہ پایا دوست کے نقش قدم کو

شگوفہ تھا بیاباں میں عجائب
ہوا تھا نقش پاے غیر غائب

ہر اک ششدر کہ اسکا مدعا کیا
ہر اک مضطر کہ ہے یہ ماجرا کیا

ہوئی حیراں نگاہ چشم مردم
کہ تھا یاں عکس بھی آئینے میں گم

نشان پا نہیں ملتا زمیں پر
گئی کیا مثل مہ چرخ بریں پر

کہا اک ماہ ہوش نے بے تامل
یہ کیسا بیخودی میں ہے تغافل

پیادہ پا جو آئی ہے بہت دور
ہوئی ہے نازنیں چلنے سے معذور

پڑے ہونگے قدم اوٹھنے کے لالے
ہوے ہونگے حنائی پا میں چھالے

رہی ہوگی نہ تاب رہ نوردی
کہاں عورت میں اتنی پامردی

بہت خورشید رونے پا کے مضطر
اوٹھا لی مثل شبنم ماہ پیکر

ہلال آسا کشادہ کر کے آغوش
کیا ہے مثل کاکل زینت دوش

کوئی انداز ہے جو بھا گیا ہے
[illegible] جسم آگیا ہے

اسی حیرت میں تھیں حیرت سرانجام
تلاش گلشن میں مایوس و ناکام

نہاں دیکھا نیا یک مدعا کو
نہ پایا [illegible] بھی نقش پا کو

گریں سب اشک کی صورت زمیں پر
لگائی خاک صحرا کی جبیں پر

دیا تھا ہاتھ سے آئے ہوئے کو
غزال شوخ رم کی جستجو ہے
یہ ناگہ اک پری رو شمع رخسار
کہا سب نے وہی ہے نازک اندام
وہی حیرت نما و فتنہ زا ہے
یہی تھی مثل دل پہلو بہ پہلو
قیامت قد وہی ہے حشر رفتار
اسی کی رشک دل کو جستجو تھی
ہوئیں آکر فراہم چار سو سے
شباب کا خیال لا ابالی
کہا ہر اک نے ای ہمراز و ہمدوش
ترے آگے کہاں ہو سادہ بہاری
بتا ہے کس طرف شوخ دلارام
یہ پوچھا حال رشک گل کا سب نے
کہیں بھی ہوں شریک غم تمہاری
سراسر تازہ تر حسرت ہے میری
فریب مہربانی میں پھنسا کر
اکیلا چھوڑ کر رنج و قلق میں
نہیں بکتا کسی سے کام خود کام

غضب تھا کھو دیا پائے ہوئے کو
نگاہ وحشت آگیں چار سو تھی
ہوئی کچھ دور صحرا میں نمودار
وہی ہے یہ جو تھی ہمراہ گلشفام
وہی آئینہ دار نقش پا ہے
یہی تھی دوش پر مانند گیسو
وہی ہے بستہ دامان دلدار
یہی ہمرہ گل مانند بو تھی
تلاش گل میں حیراں گل کی بو سے
وہی نکلی وہی پرسانے والی
کہاں چھوڑا ہمیں تھا رنگ روپوش
ترا ہی نام تو تھا ہمزبان پیاری
کہاں ہے آرزوئے جان گلشفام
کہا اک آہ بھر کر غنچہ لب نے
کہاں ہمدوش ہوں ہمدم تمہاری
فزوں کچھ تم سے بھی حیرت ہے میری
گیا جانے کہاں دامن چھڑا کر
کیا آوارہ دشت لق و دق میں
غلط نکلا غلط شوق دل شیام

یہی بہتر ہے بے تکرار ہو کر — رہو محو جمال یار ہو کر
ثبات زندگی ہے نقش برآب — خیالات جہاں ہیں خواب ہی خواب
اگر روشن نگاہ دوربیں ہے — ہر اک سو جلوہ عین الیقین ہے
نجات و موکش ہے یاد گرامی — ہے وصل اصل ذکر نام نامی
نہیں دنیا و مافیہا سے کچھ کام — یہیں بیٹھے بھجو ہر نام کا نام
تن پر داغ خود ہے مرگ چھالا — شریک سرخ ہیں مونگے کی مالا
تپش کیا کم ہے آہ متصل کی — لگی دھونی ہے ہر دم سوز دل کی
جگر کی خاک سے بھشمی رمائیں — یہی زلفیں ہیں جوگی کی جٹائیں
سہانی بھگت کا ہے پریم رس ہے — سنا ہے آپ ہی فریادرس ہے
تری تاثیر ہے درد جگر میں — اثر کتنے ہیں سب آہ سحر میں
عجب کیا ہے یہیں سے گرمیاں ہو — بت نامہرباں خود مہرباں ہو
یہ سنکر گفتگو سے شوخ ہمدرد — ہر اک بیٹھی رہیں با صورت گرد
پسند دل ہوئی خلوت گزینی — لیے ذکر صنم گوشہ نشینی
ہوئیں مصروف یاد جلوۂ ذات — زباں پر حفظ بازی و طلسمات
ہر اک محو خیال راحت جاں — لیے اظہار درد دل غزلخواں

غزل

کہاں ہے او بت رشک قمر ہم سے جدا ہو کر — فراقی ہو شب مہتاب اپنی کالی بلا ہو کر

وٹھائی ہو گی خاص و عام سے شرم
ہوا کرتی ہے آدھے نام سے شرم

شاشے خلق کے الزام کو بھی
ہمیں چھوڑا تو چھوڑا اس نام کو بھی

اگر سمجھا ہوا ہے اے دلارام
کہ سب لیتے ہیں آدھا پیار کا نام

تو پھر رتبہ جستجو وفا کے لیے ہے
یہ شایاں نندبابا کے لیے ہے

پھر اسمیں بھی ہے سبکو جائے تکرار
غلط ترکیب میں ہوتا ہے انکار

جو آدھا نام ہو جاتا ہے پیارا
مصرعے کے لفظ ہوتے ہیں دلارا

سر نام گرامی ہیں ہمیں تو
کہ نصف نام نامی ہیں ہمیں تو

نہیں ہے نام کو بھی اسمیں وسواس
ہوا کرتا ہے کچھ ہمنام کا پاس

لو ارا نام سے ہے ننگ تجکو
محبت میں ہے عزم جنگ تجکو

کسے ہے تاب فرقت ایکدم کی
کوئی حد بھی ہے فور درد و غم کی

کہاں تک بیوفا نامہربانی
رہی ہے کوئی دم کی زندگانی

غضب ٹوٹا ہے دل پر جان پر تھہر
قیامت آ رہی ہے فتنہ دہر

نقاب رخ سے ہے وہ شعلہ آہ
ہوا جاتا ہے غارت حسن دلخواہ

لٹا رکھا ہے درد متصل نے
نیا رکھا ہے بسمل زخم دل نے

بلا ہے سرگذشت شام ہجراں
ستم اندوہ و حسرت یاس حرماں

ہما راغم ہماری ناتوانی
نہیں سنتا کوئی ساری کہانی

دل بد بیں نہیں آگاہ تیرا
ہے مثل رنگ تو سینہ سیاہ تیرا

عیاں ہے ذات اے ہرجائی تیری
ہمیں معلوم ہے نکھرائی تیری

کہاں تک روئے ساری رات کوئی
نہیں بنتی بنائے بات کوئی

تہوا الزام اشک تہ نشین پر
کبھی تیریگا کو پرو ہن کا تیلا
ترے یہ کوس چوراسی ہیں کتنے
بہا لیجائیگی سبکو روانی
اثر گہرا ہے اشک آتشیں کا
قیامت دیدۂ گریاں سمجھنا
نہ رہتا اس بحر و سے اے جفاکار
یہ جوش اشک تا تحت الثرا ہے
پتے ملتے نہیں ہیں بحر و بر کے
خیال عجز کیا کل کو بچانا
غلط روداد یہ غم کی نہیں ہے
ذرا تو رحم کر او بے رحم دسا
تو ہی خود دیکھ لے آ کر سرراہ
اوارا ہم پہ یہ آفت کہانتک
پھر کس کام آئیگا ہوا سے
ہٹائی الفت اتنی غیبت بدر
نہ انکو نیا اور وہ مصری مسو پرے
ہاں ہوتی ہے سچی چور کی بات
بجھو رکھا تھا پکھ جب گیر تو نے

قدم کی جسٹر نیائیگی زمین پر
کبھی دیکھی نہیں آنکھوں کی لیلا
زمین پر برج کے باسی ہیں کتنے
دکھائی دیگا سو سو کوس پانی
رفو ہوگا نہ اک رخنہ زمیں کا
نہ انکو اندر کا طوفان سمجھنا
کہ اک انگلی پہ تھا کوہ گرانبار
زمین ساری اوٹھالیگا تو کیا ہے
اچھلتے کب ہیں ڈوبے چشم تر کے
نہیں کیا ساری گوکل کو بچانا
کہ عرض حال ہے دھمکی نہیں ہے
کہانتک کوئی تیا پی سنبھالے
خرابی عمر و سال شب ماہ
تجاہل سے سر غفلت کہانتک
تجھے جب پران پھر کیا پران پیارے
قدر یا اپنی محبت کی نہیں قدر
نہیں واقف نہیں ہتکنڈوں سے تیرے
کئیے غارت کہاں گو شیر و عنبر است
بہت توڑے ہیں ظرف شیر تو نے

نہ سیدھا باندھنا آتا تھا تنبیا
بنا پھرتا ہے اب لالا حکیمنا

وہی ہم ہیں ذرا تو سوچ جی میں
ہماری ڈھونڈھتی ہر اک گلی میں

نہیں اب تیری اولٹی جستجو ہے
نگاہ حیرت افزا چار سو ہے

پسند دل ہماری اب ہے فریاد
بہت بھولا ہوا ہے یاد کر یاد

جسے دیکھا وہ تیرا مبتلا ہے
گناہ دوستی ہم پر ہی کیا ہے

رہیں صحرا نشیں ایوس کب تک
سزائے رخصت ناموس کب تک

نہیں اکدم بھی اب تاب جدائی
وہی ہو پھر وہی جلوہ نمائی

بن میں سری کرشن مہاراج کا پرگھٹ ہونا اور باہمی گفتگو

کدھر ہے ساقی مست مے ناز
اوٹھا دے درمیاں پردۂ راز

دکھا دے جلوہ ہائے حسن مستور
نظر کا ہو نظارہ نور ہی نور

گئی حد سے گذر جب بیقراری
سنی آخر صدائے آہ و زاری

کیا گھر اپنا اشک چشم تر نے
جگہ کی دل میں آہ پر اثر نے

ہوئی کوتہ شب غم طول ہو کر
دعائیں آگئیں مقبول ہو کر

کھلی رشک قمر کی پردہ پوشی
ہوئی ٹھنڈی فلک کی گرمجوشی

خوشی پھر آرزوؤں نے دکھائیں
تمنائیں گئیں سب لوٹ آئیں

جفا میں بھی ہے اوسکے لطف و اخلاص
کہ ہے عشاق سے اک نسبت خاص

گروہ گوپیاں بیکس و خوار
سراپا انتظار جلوۂ یار

تصور میں ہر اک گردن جھکائے
کسی کی راہ میں آنکھیں بچھائے

پریرو تونکے صف بستہ کھڑے تھے — امید و یاس میں کچھ متوحش سے تھے
نقاب آنکھوں پہ آنسو روکنے کو — لبوں پہ ہاتھ نالے روکنے کو
یکایک آئی بوے نکہت گل — فغاں سے ہوگئیں خاموش بلبل
پلٹ کر آگئیں جانیں بدن میں — اوجالا سا ہوا پھر بیت حزن میں
نگاہیں تھیں چکاچوندہ ایک دم سے — ہوا پرگھٹ بُت طرار جم سے
ہر اک نے کھولدیں آنکھیں جھپک کر — لیا آغوش میں سب نے لپک کر
نہ تھا فکر پس و پیش و بد و نیک — گری پڑتی تھی اوپر ایک کے ایک
کوئی کھینچے تھی پٹکے کو کمر سے — کوئی لپٹے ہوئی تھی پیٹ سر سے
کسی نے زلف سے پوچھا پسینا — کسی گستاخ نے تسمی کو چھینا
کوئی تھی دیکھتی مژگاں کی صنعت کو — کوئی تھی کھینچتی اپنی طرف کو
کوئی تھی شوق میں لب گزیدہ — خوشی سے کوئی پیراہن دریدہ
کوئی رخ کے مقابل محو حیراں — کسی کی اونگلیاں زیر زنخداں
کسی کا شوق میں آغوش پر ہاتھ — کوئی رستے ہوے تھی دوش پر ہاتھ
کہا اک نے پکڑ کر ہاتھ مضبوط — چھوڑا لو گر ہو کوئی ہاتھ مضبوط
یہی تھی ہم سے شرط آشنائی — کیا ہے خوب پامال جدائی
اگر اب چھوٹ جاؤ تم تو جانیں — بھلا ہو جاؤ اب کے تم تو جانیں
نظر کسطرح آنکھوں سے نہاں تھا — بُت نامہرباں اب تک کہاں تھا
زیادہ ایک سے تھا گو سروکار — پر اب یکساں ہے سبکی حالت زار
خصوصیت اگر ہے جان تو لے — سوار دوش کو پہچان تو نے

اٹھیں ہیں سے وہ گھبرائی ہوئی سی ہمیں ہیں ہو وہ شرمائی ہوئی سی

مگر اب تو نہ وہ فرقت نہ وہ غم وہی وہ ہو وہی تو ہو وہی ہم

وہی ہے برج بن وہی شب ماہ وہی نظارگی حسن دلخواہ

گئے دکھ درد جان مضمحل سے غزل گائی وفور شوق دل سے

غزل

نظر سے ہو کے نہاں شوخ خوش جمال آیا بغل میں جا کے طرح چاند لال آیا

ہم ایک یاد میں بھولے ہیں دونو عالم کو زمانہ خواب ہوا جب ترا خیال آیا

چمن میں آنکھ بچھاتی ہیں بلبل و قمری عجب بہار سے جو وہاں کا نونہال آیا

ہر ایک رنگ میں دیکھی ہے تیری نیرنگی ہزار وضع میں اک حسن بے مثال آیا

خرام ناز نے پیسا تھا ٹھوکروں میں دل قدم قدم کے تلے شوق پائمال آیا

نوید کیف ہے دل کو کہ پہنچے مژدہ وصل وہ خود وہی آفت جان [illegible]

سپے کی اپنے پشیمانیاں ہیں شعلہ
کہ سر پا تو تلک آب انفعال پایا

پڑھے ہیں مضمون تازہ ہر کسی نے مبارکباد گائی اک سکھی نے

مبارکباد

اے ترا جلوہ ناگاہ مبارک ہمکو غیرت ماہ شب ماہ مبارک ہمکو

بخت بیدار کو مژدہ ہو مقدر کو نوید مقدم دولت دلخواہ مبارک ہمکو

جسمیں ہو جوش وہ آنسو ہو سزاوار انہیں
لاکھو جھنکوا سے کوئی شمع تو بیٹھے ہیں تپتیا

جسمیں تاثیر ہو وہ آہ مبارک ہمکو
جیا بیٹھے وہ لے تری چاہ مبارک ہمکو

ہے ہر اک نقش قدم نقش جبیں سے تسلیم
خاکساری سرِ راہ مبارک ہمکو

ہوئی بارے شب مہتاب شفاف
غبار کلفت دل مطلع صاف

نسیم صبح نے دامن سنبھالا
بہار تازہ نے جوبن نکالا

ہوئی چہکار مرغان چمن کی
چلیں سن سے ہوائیں برج بن کی

سر گل بلبل گلشن تھی گستاخ
گلے لپٹی بہم تھیں شاخ سے شاخ

پریشانوں نے خود گیسو سنوارے
کھلے پژمردہ باسی ہار سارے

طرب انگیز تھا میدان صحرا
زمردگوں تھا ہر دامان صحرا

ہر اک کو تھے لیے ہوئے آغوش مطلب
بہار سبزہ گوں پر لوٹتی تھیں سب

سر سبزہ ہر اک غلطاں خوشی سے
گری پڑتی تھیں شوق بیخودی سے

مشام جان میں تھی بوئے گل تر
دماغ خوبرویاں تھے معطر

ہر اک بے بادہ مست شوق دلدار
ہر اک بے نشہ تھی مدہوش و سرشار

بڑھا ذوق دل صد پارہ کیسا
بھرا تھا دامن نظارہ کیسا

لگیں آنکھیں بت حسن آفریں کی
تشفی کر گئیں جان حزیں کی

نہ وہ دل نہ لب پر آہ جانسوز
نہ جوش بیقراری خانماں سوز

ہوا سامان عیش شب مہیا
وہی گوپی وہی نٹ کھٹ کنہیا

ہر اک بیتاب شوق متصل میں
ہر اک ناکام ذوق کام دل میں

وہ لطف حسن یکتا جوش میں تھا
برنگ دل ہر اک آغوش میں تھا

ہوئے ٹھنڈے نمک سے زخم بسمل
کیا حاصل ہر اک نے مقصد دل

بہار آئی جو ہنگام طرب کی
ہوئی یوں گفتگو اک غنچہ لب کی

کہ اے آرام دل پیارے سری شیام
ہے نذر خوشخرامی صبر و آرام

تری اک اک ادا رنگیں ادا ہے
بہار گلشن ہستی میں کیا ہے

دو عالم کو ہے آہنگ تماشا
عجب ہے تیرا نیرنگ تماشا

خبر کیا گوپیاں سادہ دل کو
کہاں قدرت خمیر آب و گل کو

نگاہ چشم ظاہر ہیچکارہ
کسے تاب نظر بہر نظارہ

مگر ہر دل ہے رسوائے محبت
ہر اک سر میں ہے سودائے محبت

رُکے کیا شکوۂ بیداد سے دل
کہ آگے لب پہ ہے فریاد سے دل

او ٹھا رکھا تھا کیا جوش بکا نے
کیا ہے چپ نگاہ شرمسا نے

پئے اظہار حال جان مضطر
برنگ غنچہ خاموشی ہے بہتر

رُکی لب پر ہوائے نالۂ دل
رہی دل میں صدائے نالۂ دل

ہے بہر دیدہ و دل اک نظارہ
ترا حسن نہان و آشکارہ

ہوا جب دیدہ حیراں سے غائب
عجب حالت ہوئی اے بوالعجائب

سروں پر تھی بلائے آفت و قہر
ہوا تھا حشر برپا فتنۂ دہر

لگائی خاک تیرا چشم نم سے
جبیں رگڑی ترے نقش قدم سے

ہر اک جانب تھا اشکوں کا تلاطم
مگر راہ سر مقصود تھی گم

پکارا ہر طرف با آہ و زاری
نہ آیا رحم اے مادھو مراری

اوٹھایا تم نے کل رسم جہاں کو
یونہیں لگتے ہیں دھبے خانداں کو

کہ ہے پابند دنیا آدمی زاد
کیا ظاہر کہ کیوں ناموس برباد

برا ہے گھر سے باہر پاؤں دھرنا
نہیں لازم کبھی حد سے گذرنا

اوٹھانا ہاتھ کو شرم و حیا سے
اوترنا ہے نگاہ اقربا سے

زمانے کی نہ رکھی شرم کچھ بھی
نہیں معلوم سرد و گرم کچھ بھی

کیا کیوں شوق دل ناموس پر حرف
نگیں کیا ہے جو آئے نام پر حرف

اگرچہ ہیچ ہیں وسواس دنیا
مگر تھا کچھ مناسب پاس دنیا

یہ سچ ہے کون ہے فرزانہ عشق
کہاں پابند ہے دیوانہ عشق

کھلے ہیں مجھ پہ سب راز محبت
کہ ہے سوز نہاں ساز محبت

تعارف اک برائے نام سا ہے
تعلق ایک رشتہ خام سا ہے

محبت کا عجب نشو و نما ہے
یہ عالم دونوں عالم سے جدا ہے

اگر اے آرزومندان آغوش
جہاں خواہی نخواہی ہے فراموش

بھری سر میں ہوائے گلشن وصل
بڑھے ہیں ہاتھ پھر دامن وصل

نہ ہو بیتاب شوق متصل سے
ذرا کچھ کام لو تسکین دل سے

کہ پھر کامرانی ہے یہی شب
سر عیش و جوانی ہے یہی شب

یہ سنکر رمز شاہ مہ جبیناں
بڑھا جوش شباب نازنیناں

قرار و صبر سب قابو میں آئے
دل خود رفتہ خود پہلو میں آئے

ہوا بزم طرب کا ساز و ساماں
پھٹے جوبن سلے چاک گریباں

نکیلی چتونوں میں تھا نکیلا
شب مہتاب میں تھی راہ میں لیلا

راس منڈل

کدھر ہے ساقی بزم حقیقت | کہ ذوق عیش ہے نیرنگ قدرت
وہ دے بھر بھر کے اپنے جام سرشار | سرور بیخودی سے ہوں خبردار
بڑھوں خود جوشش مستی سے آگے | نکل جاؤں کہیں ہستی سے آگے
پڑا غل دورہ چرخ کہن میں | رچا ہے راس منڈل برج بن میں
زمیں پلکوں سے جھاڑی آسماں نے | کیا منڈل کا حلقہ کہکشاں نے
مثال آئینہ میداں تھا شفاف | مہ تاباں نے کی پھر چاندنی صاف
لگائے مشرقی تکیے افق نے | بچھائے مغربی قالین شفق نے
یہی تھا غلغلہ عرش بریں پر | مبارک اے زمیں تیرا مقدر
اسی دن کا تو شوق جانفزا تھا | تجھے جب شیش نے سر پر دھرا تھا
زمیں پر تھا وہ نور عالم پاک | جھکے پڑتے تھے نیچے اہل افلاک
نکالے غرفہ گردوں سے گردن | پکارے دیوتا جی دھن ہو دھن
ریاضت چھٹ گئیں تھی عابدوں کی | سمادھی کھل گئیں تھیں قدسیوں کی
سراپا چشم تھے بہر تماشا | ہوئے تھے محو ششدر رودر و برہما
کمنڈل چھوٹے اور بن جوگیوں نے | اوٹھائے اپنے آسن جوگیوں نے
لیے ہاتھوں پہ نذر جان و تن سے | رواں سب شوق بزم برج بن سے
مچی پاتال کی آکاش میں دھوم | لیے گاؤ زمیں نے اپنے کھر چوم
کہا گو تھی گرانباری سے بیکل | ملا ہے آج بارے شاخ کا پھل

کھلے قدرت کے نیرنگ حقیقت
چمن کو رنگ تھا رنگ حقیقت

بڑہی عشق حقیقی کی تھی مستی
ہر اک جانب تھا شغل حق پرستی

نہالان چمن سب برگزیدہ
ہر اک شمشاد وقمری حق رسیدہ

لباس فاختہ تھا جوگیانہ
کلی سادھو کی تھی ہر آشیانہ

نکلتا حق تھا قمری کی صدا سے
تپشیا سرو کی تھی ایک پا سے

عروسان چمن میں جوگ کا ڈھنگ
ٹپکتا تھا حنا سے گیروا رنگ

ہر اک گل پاٹ کے ساماں میں تھا
ہر اک غنچہ اوسی کے دھیان میں تھا

ہوئی باد بہاری محو رک سے
کلی شاخ شجر سجدے میں جھک کے

ہوا کے ساتھ ذکر حق رواں تھا
ہر اک پتا زبان بید خواں تھا

گل بلبل کو ذوق جاں نثاری
ہوا باندھے ہوئے باد بہاری

عجب تھی بارش گلہائے رنگیں
بنا تھا سرخ چین داماں گلچیں

اوٹھائے سر ہوئے سطح میں تھے
حباب کرانی موج میں تھے

لب ساحل پہ نام کرشن اوچار
نہیں ملتے تھے باہم ایک بھی بار

دو عالم تھا تماشا گہ اسرار
ہر اک سو جلوۂ قدرت نمودار

حقیقت آرا تھا حسن وعشق کا ڈھنگ
گل و بلبل تھے دونوں ایک ہی رنگ

نہ بلبل کو حیا داری گلوں کی
نہ گل کو شرم تھی کچھ بلبلوں کی

جمی تھی بزم عشرت نصف شب میں
بھری تھیں قدسیں جوش طرب میں

نگاہوں میں تھا نور جلوۂ ذات
ہوئی تھی گرم کیا بزم ملکات

سیا وقت اپنا چرخ چنبہ سے
ہوئے سے ساز زہرہ مشتری کے

کھڑا تھا ہاتھ باندھے سانورے دلیں
بھاگ اپنے بھی کچھ بیراگ میں تھا
کہا انکا وقت سنگی تال اور تان
پڑے بخت پر پریاں گوکل
یہ دل خود رفتہ وہ دل سے ہم آغوش
بھری جدت سے بھر رنگ محفل
کیا وحدت کو کثرت کا اشارہ
ہر اک آئینہ رو کے روبرو تھا
الگ اک ایک پر جلوہ گری تھی
وہی تھے کریٹ اور وہی مکٹ تھا
وہی دُر وہی بگرا کرن کنڈل
وہی ہیکل وہی پھولوں کی مالا
وہی نور جبیں وہ ہی سیاہی
وہی چھب میں ادائے دلبری تھی
وہی جلوہ وہی تھا نور جاوید
ہر اک صورت میں تھا حسن یگانہ
ہر اک جانے ہوئے قابو میں اپنے
ہوا کثرت نما جب حسن یکتا
بت طناز بہر رقص تھا ساتھ

بھرا تھا بھیروی نے جوگیا بھیس
غرض جو راگ تھا انوراگ میں تھا
جھنجھوٹی گا رہی تھی شیام کلیان
کہ تھا ہم بزم وہ حسن جزو کل
وہ خود پہلو نشیں یہ خود فراموش
جدا دیکھی ہر اک کی خواہش دل
نیا تو ایک سے بہر نظارہ
وہی اک حسن سب کے دو بدو تھا
وہی ٹیکہ تھا وہی بانسری تھی
وہی جامہ تھا وہی پیت پٹ تھا
وہی زلفیں وہی گیسو وہی بل
وہی قامت وہی تھا قد بالا
وہی سج دھج تھی وہ ہی کج کلاہی
وہی شوخی وہی عشوہ گری تھی
وہی کثرت وہی تھا رنگ توحید
بنا تھا صحن آئینہ خانہ
ہر اک بیٹھے ہوئے پہلو میں اپنے
ہر اک گوپی کا تھا اک اک کنہیا
لیا اک اک نے اک اک شیام کا ہاتھ

مبارک ساتھ جسکا ساتھ ہو یہ
کلید گنج اسرار حقیقت
ہوا رقصان بت طاوس طناز
نکل جاے نہ تا جھٹکے میں مرلی
فلک سہا کہ کسکی شان ہے یہ
مہ و خورشید چرخ و عرش جھومے
بھرے ٹھوکر میں اعجاز ازل تھے
نثار پاے نازک جزو کل تھا
غضب کی گردشیں عرش برین کو
بھرے تھے جلوہاے حسن نیرنگ
ہوئی آکاش سے پھولونکی برکھا
رخ پر نور کا صدقہ اوتارا
غرض سب کو بیاں ناز پرور
نیا دم دم یہ طرز رقص ایجاد
کبھی تنہا کبھی تھا ہاتھ میں ہاتھ
اداؤں سے کبھی دامن کشیدہ
کبھی چکر پہ چکر تھے جھپٹ کے
نرالا نرت کا تھا گت ہے انداز
کھڑے ہو ہو کے بورسایا پلٹ کو

مبارک ہاتھ جسمیں ہاتھ ہو یہ
ہر اک کے ہاتھ میں تھا دست قدرت
عجب جنبش میں آیا جلوہ ناز
لگا لی شام نے پٹکے میں مرلی
زمیں اوچھلی کہ کیا سامان ہے یہ
ہر اک گردش میں سو پیمانہ گھومے
کروڑوں لٹن تھے پدموں کمل تھے
عجب ہنگامہ قدرت کا غل تھا
بلا کی کروٹیں لگا وزمیں کو
نگہ کو عرصہ کونین تھا تنگ
فلک نے خود زرانجم کو پرکھا
مہ و خورشید کو گردوں نے وارا
دکھاتی کرشن کو تھیں اپنے جوہر
تیاں فتنہ زا ایک ایک استاد
نچایا ناچ لیکر شام کو ساتھ
کبھی شمشاد قامت تھیں خمیدہ
کبھی چنچل چلیں اچھل اولٹ کے
نکلتی تھی نہ اک گھنگرو کی آواز
اوتارا انگلیوں پر گت کی گت کو

بنی خود رفتگی شوق مضمر میں
تصور شیام کا دل میں بھرے تھی
ہر اک دل تھا جمالی و جلالی
ازل سے حسن کو ہے عشق سے کام
غرض جب ہو چکی محفل طرازی
نقاب چہرہ خوبان اوٹھا کے
بنا عکس لباس ارغوانی
بھرا دامان دریا کو گلوں سے
بنا پا بوسیوں کو جوش دریا
سر دریا تھا کیا حسن یگانہ
حباب بحر تھے چشم تماشا
صدف لائیں گہر کے تھال بھر کے
چمکتے تھے زمیں کے ذرے سارے
فروغ جلوہائے روئے خوبان
ملی آوازیں دریا کی آواز
رہی نظارگی رشک قمر کی
دہرا دل میں اوٹھا کر شوق دلخواہ
سوئے خانہ کیا ہر ایک نے عزم
[illegible]

ہوئے طے ہر دو عالم اک قدم میں
ہر اک ہستی کی منزل سے پرے تھی
تماشا گاہ حسن لایزالی
کہاں گوپی و گر نہ اور کہاں شیام
کیا جدیت نے شغل آب بازی
لب دریا عجب چھینٹے اوڑاے
گلابی ہو گیا جمنا کا پانی
نکل کر آئیں بلبل بلبلوں سے
کھلی تھی شوق میں آغوش دریا
روانی موج کی تھی بیخودانہ
لب ساحل کو ذوق بوسہ پا
لباس شوخیوں کے تھال بھر کے
نظر آتے تھے پانی میں ستارے
سر جمنا تماشائے چراغاں
دوبالا ہو گیا ہنگامہ ناز
سر دریا شب عشرت بسر کی
ہوئی یہاں ختم بازی شب ماہ
سحر ہونے لگی اوٹھنے لگی بزم
پکارے دیوتا جے کرشن کی [illegible]

خاتمہ

بس اب اے شعلۂ خستہ جگر بس
کہاں تو اور کہاں وہ پریم کا رس

ہمیشہ سے ہے پابند طریقت
حقیقت کیا تری اوس کی حقیقت

یہ کیا ساماں یہ کیا حکمت کا تماشا
نہ جانی ایک بھی کیفیت راز

نہ سمجھا کوئی کاروبار اوسکے
نہیں کھلتے کبھی اسرار اوسکے

کہاں کی بات پوچھا کا ہے کا نیم
ہے بس وصل کافی پریم ہی پریم

نہیں وہاں فرق بخشش میں سرمو
تجھے جو مانگنا ہو مانگ لے تو

سبب کیا چاہئے جو بے سبب دے
طلب کیا اوس سے جو خود بے طلب دے

نہیں ہوں مانگنے لائق کسی طور
تجھے کیا چاہئے اوسکے سوا اور

وہی چرنائی سری رادہا رمن کی
وہی دو ہاتھ کھوجی برج بن کی

مٹے دنیا و عقبےٰ کا بکھیڑا
لگا دو پار کر پابندہ بیڑا

تمنا دے رہی ہے عرض کو طول
ملے اس نظم کو بھی رنگ مقبول

نہیں میرا صلہ گوہر فشانی
مگر کچھ پریم کا آنکھوں میں پانی

بجے جے سبجے آیکی سبجے

قطعہ تاریخ از مصنف

چو شد آراستہ ایں گلشن راز
بہار برج چمن نیرنگ قدرت

پے تماشہ بیرون آوردہ از جیب
بجوش خورمی داد ایں بشارت

رقم اے شعلہ پے تاریخ تصنیف
بگو نظارۂ حسن حقیقت
۹ ۱۸

دستخط خاص — سبجے ہو سبجے ہو — بہاری لال شعلہ

قومی قصاید اور قومی مسدس

موسوم بہ

نظم شعلہ

من تصنیف نامی سخن سنج شیوا زبان فخر روزگار نازک خیال
جناب منشی بنواری لال متخلص شعلہ کایتھ بھٹناگر حصاری
وکیل عدالت و وائیس پریسیڈنٹ کایتھ پرادنشل سبھا علی گڑھ

جو متفرق طور پر سری چترگپت ونشی جلسوں میں پڑھے گئے

در

اردو پریس علی گڑھ طبع شد

نالۂ ہمدرد

یعنی

نوحہ منشی کالی پرشاد ورما کول بہاشکر جنت آرامگاہ

جو ایک ماتمی مجلس میں پڑھا گیا

رباعیات

جس دن بپتی ہو سبھی برج میں کھونیکے لیے
اشک طوفاں جو بنے ہیں تو ڈبونیکے لیے
کل تلک حال پہ روتا تھا ہمارے جو شخص
آج ہم جمع ہوئے ہیں اوسے رونیکے لیے

دیگر

وہ نیک نہاد ہائے کالی پرشاد
فرخندہ نژاد ہائے کالی پرشاد
ہمدردی قوم رو رہی ہے سر پر
کالی پرشاد ہائے کالی پرشاد

نوحہ

اے نالو آج حشر اٹھانیکا وقت ہے
اے آہ گرم برق گرانیکا وقت ہے
اے گریہ جوش اشک دکھانیکا وقت ہے
اے سوز سینہ آگ لگانیکا وقت ہے

کٹ جائے وہ زبان کہ جو نوحہ گر نہ ہو

جو سر کو بیچتے ہیں بھلائی کے واسطے
وہ جان تول دیتے ہیں بھائی کے واسطے

وہ جا رہے واپسیں دم رحلت ادہر چلے
ہمت پکارتی تھی کہاں چھوڑ کر چلے
تھے کہتے اقربا کہ اکیلے کدھر چلے
دولت یہ کہہ رہی تھی مجھے کیدہر چلے

حاضر ہوں ہر وقت نہ اب ٹالیے مجھے
پیدا کیا تھا دینے کو دے ڈالیے مجھے

دست سخی بڑھا کہ تھا مستحق کے نام پر
عمر عزیز آگئی جب اختتام پر
ہمت بندھی ہوئی تھی بھلائی کے کام پر
جو ملک خاص تھی اسے بخشا عوام پر

چھ لاکھ کو جہاں میں ایک نام بک گیا
سرمایہ حیات کھرے دام بک گیا

کیسا لٹا ہے قوم کا گلزار ہائے ہائے
کیا اڑ گیا جہاں سے وفادار ہائے ہائے
غم دیکھیا ہے اپنا ہی غمخوار ہائے ہائے
پامال ہو گیا چمن زار ہائے ہائے

بڑھنے کو جو نہال تھے مرجھا کے رہ گئے
کھلنے کو تھے جو پھول وہ کملا کے رہ گئے

پھولا پھلا تھا کیا چمن لالہ زار قوم
پامال ہو چلی ہے خزاں سے بہار قوم
سینچا تھا ہی خون سے ایک جاں نثار قوم
بیمار ہوا اجل کو مگر دوستدار قوم

باد بہار چلنے سے رک رک کے رہ گئی
اوٹھنے کو تھی جو شاخ وہ جھک جھک کے رہ گئی

کالسینڈ پاٹ شالا کا وہ مدرسہ عظیم
تحقیق وہ برن کی کتب خانہ قدیم

اے شعلۂ رنگ ہستی ناپائدار دیکھ
کیا کر رہی ہے گردش لیل و نہار دیکھ
گم سیکڑوں ہوئے ہیں یہاں شہسوار دیکھ
ملتا نہیں کسی کا بھی گرد و غبار دیکھ
کس کو بتاؤں کیسے دکھاؤں نشان کو
گز بھر زمین چاٹ گئی ہے جہان کو

اے اہل قوم صبر کہ چارہ نہیں کوئی
تقدیر میں کسی کا اجارا نہیں کوئی
دنیا میں دستگیر ہمارا نہیں کوئی
افسوس ہے تو یہ کہ سہارا نہیں کوئی
طوفان و تلاطم ہے کہ ہر اک خطر میں ہے
پروردگار قوم کی کشتی بھنور میں ہے

کچھ اپنا حال زار بھی لکھنا ضرور ہے
سنگ بلا سے شیشۂ دل چور چور ہے
بے چین بے قرار دل ناصبور ہے
غم کی ترقیاں ہیں الم کا وفور ہے
کیا گر سبھا کے نام سے بشاش ہو گئے
بے التفاتیوں سے جگر پاش پاش ہو گئے

اجلاس ہیں اگرچہ سبھا کے جا بجا
پر اتفاق کا نہیں ملتا کہیں پتا
[illegible] اسکی کوئی دوا
[illegible] سبھا کر رہے ہیں کیا
[illegible]
[illegible]

ہمت خدا نے دی ہے سخاوت بھی پائی ہے
دولت خدا نے دی ہے [illegible] بھی پائی ہے
بخشا خدا نے علم فضیلت بھی پائی ہے
بازو میں زور ہاتھ میں قوت بھی پائی ہے
کھویا نہیں جسے وہ دلوں کا نفاق ہے

ہوا ہے خاک نگر تخم آرزو جلکر
کہ اولایا چاہتی ہی شاخ نخل حسرت بار

جہانکی حسرتیں اور تنگئی دل پیداغ
ذرا سا صحن چمن اور یہ وسعت گلزار

اوٹھا یہ صفحۂ دنیا سے نام ہمدردی
اگر ہو سینہ میں دل کو قلق تو جانکو قرار

یہ بے نتیجودی ہو تو کس کام کی خود آرائی
فسانۂ آئینہ کے لیے ہے جلا بیکار

ہوئی نفاق سے معدوم صورت اقبال
دبا رہا ہی نہ خاک قوم کا ادبار

مٹا دیا ہی کدورت نے اعتبار نفس
دکھائی دیتا ہی آئینہ ہوا میں غبار

کچھ ایسے سوئے کہ ہے جاگنا قسم ہمکو
حصول کار کیا غفلتوں نے کیا بیکار

نہ اہل علم نہ اہل ہنر نہ اہل کمال
زمانہ بر سر پرخاش چرخ ناہنجار

جنوں کے جوش میں کیا ہاتھ پانو پھیلائیں
لگے کفن کو جو باقی رہا ہو جیب میں تار

الٰہی دست وہ فزا شور کا جراحت میں
دہان زخم کو جو سا کرے لب سوفار

چارا دو جگر ہمنشیں و ہم پہلو
ہماری حسرت جانسوز ہمدم و غمخوار

جو ایک زخم کو دیکھو تو ہو جراحت دل
جو ایک داغ کو پوچھو تو میں دکھا دوں ہزار

کدورت حسرت مردہ اور اتنی دل تنگی
ہزار دل لاش پہ دفن اور ذرا سا مزار

ہماری لخت جگر کاوش جگر کا سبب
ہماری قوت بازو وفا سے خود بیزار

ہماری آنکھ کے تاثر غبار نظروں میں
ہمارے ناز کے پالے ذلیل و خستہ و خوار

ہمارے ہاتھوں کے کھیلے جہاں میں ہیں پامال
ہمارے پانو کے ملے ہوئے سر دلہا پہ سوار

تجھے نصیب ہمیں پستی و بلندی کی
تمہیں شرابو کمیں ہے غنچۂ ناہموار

جواب نہ تازہ ہوتی ہمیں شگفتگی کیسی
گل خزاں زدہ کو کیا کھلائے اگلی بہار

کیے ہیں ناخن تدبیر جو عقدے حل
رہا نہ زلف کو دل کے پھنسانے سے سروکار

ہوئے تر دوش ملے صحبت سے مردہ دل زندہ
دم مسیح کا دم بھر ہے یہی خاک مزار

ہماری بات سے برقی ہو جانی مشہور نہیں
ہمارے خامہ کی جنبش ہے نبض کی رفتار

علم ہمارا نوید ظفر ہے وقت ستیز
قلم ہمارا کلید خزانۂ اسرار

ہر ایک حرف یہ کرتا ہے نجم افشانی
دبیر چرخ ہمارا ہو رانا باجگزار

اگر نشہ میں نہ سمجھے فراز نشیب فراز
یہ درد سر کا سبب ہے چڑھی ہو گا اوتار

رہ تو اب یہ ہیں ترکیب شراب بھی ہے کفر
کہ زیر سایۂ رحمت ہمیشہ ہو مے خوار

مگر نہ ایسی کہ آئے زباں میں لغزش
نہ اس طرح کہ اولجھ جائے پاؤں میں دستار

سبھی گناہ مگر جرم تو نہیں کوئی
شراب خوار سے بدتر کہیں ہیں رشوتخوار

نکل چلا جو خلاف طریق ہیں نہ ساد
عنان اشہب خامہ کو موڑلی ناچار

یہ وہ جگہ ہے کہ مضموں لڑکھڑاتا ہے
سبو ہی محتسب بادہ اویں بادہ گسار

دکھاؤں جلسہ سالانہ کی مبارکباد
وہ شور شور کا مطلع سناؤں ہوشیار

مطلع ثالث

مزا ہے جبکہ لٹے کھل گئے دولت بیدار
صبا کہے کہ عروس چمن نقاب اوتار

نگاہ اہل بصیرت کا وہ ہجوم ہے آج
دکھے ہیں سلیۂ مژگاں سے ہر در و دیوار

یہ اتفاق سے ٹھنڈا ہر ایک کا دل ہے
نفاق گرمی صحبت نے کر دیا فی النار

یہ آفتاب محبت ہے روشنی افزا
کہ عاشقوں کی شب ہجر بھی نہیں شب تار

ہوئی ہے کس کے سر ہم جلوہ افروزی
نہیں کسی کو تجلیٔ طور میں تکرار

سبھا کے جلسہ میں ہے آج مہروں کا ہجوم
فلک نے خواں میں انجم بھرے ہیں بہر نثار

گو نہ ہو وہ پھول کہ ہم رنگ قوس ہے خراب
اگر نہ ہو تو بنا قافیہ ہی ہنر ہزار

انھیں کے دم کے بدولت یہ آج جلسہ ہے
یہ کیوں ہوں قابل تحسین ہماری کارگذار

لگا دو ناخدا اگر ہاتھ میں ہے کچھ جنبش
کہ آئے کشتی طوفان رسیدہ سوئے کنار

تمھاری چشم عنایت پہ منحصر امید
تمھارے دست کرم پر ترقیوں کا مدار

ہے اتفاق کے باعث ہی خلق کی تولید
ہے اتحاد عناصر پہ زندگی کا مدار

خدا کے واسطے اٹھو کہاں تلک نیند میں
خدا کے واسطے چھوڑو تغافلانہ شعار

زمانہ لیتا ہے کروٹ ابھی بدلتے ہیں
تمھاری چشم زدن میں ہیں کار لیل و نہار

ہمارا طرز طلب موج حسن رحمت ہے
ہمارا پیرہن تاکید ہے کہ ہر بار

خوشی کی کشمکش جو دو سخا ہے کیا زور
نہیں ہے قرض کسی پر نہیں کسی کا ادھار

وہ دینگے کیا جو ترقی کہیں تنزل کو
وہ دینگے کیا جنھیں آتی نہیں ہے سہاماں زار

یہ دنیا وہ ہے کہ دیتے رہو قیامت تک
یہ سودا وہ ہے کہ ایک ایک کے ہزار ہزار

وہ سرپرست ہمارا اور وہ پریزیڈنٹ
بلند حوصلہ عالی خیال عرش وقار

رفیق قوم خلیق جہاں شفیق ہمارا
ذکی و فطنتی دانا فہیم و نیک شعار

مجھے پسند خوشامد نہیں ہے لا یعنی
زیادہ گوئی سے کرتی ہے طبع اب انکار

دلاؤں پھر بھی ذرا جوش قوم کو حرکت
ضرور ہے کہ مخاطب ہوں جانب حضار

اٹھو اٹھو کہ گرا ہے پہاڑ گردن پر
چلو چلو کہ سر دل پر سوار ہے ادبار

تمھارے ہاتھ کی جنبش ہے موج بحر کرم
ذرا قلم کو اٹھاؤ ابھی ہے سیر ابار

فلک کی سیر کہاں تک تلاش شعر و سخن
زمیں وہ پکڑی ہے ہم نے کہ قافیہ میں ہے زور

ابھی سنائے ہیں دو چار بند اور سمجھئے
ابھی دکھائی ہے کچھ اور اپنی حالت زار

اپنے ہاتھوں سے لٹا ڈالی ہے دولت تو نے
قوم کی بھول کے بھی کی نہ محبت تو نے

اپنے ہاتھوں ہی سے لی سر پہ مصیبت تو نے
کیسی افسوس بُری دیکھی ہے حالت تو نے

اب بھی ہشیار ہو اے وقت کے کھونے والے
کہیں ڈھونڈھے نہ ملینگے تیرے رونے والے

تو بھلا قوم کے پر دل میں بھلائی تو نہیں
نور ہے دل میں مگر جلوہ افزائی تو نہیں

تو بُرا تو ہے مصیبتوں کی بُرائی تو نہیں
ہاتھ سے چھوٹے ہیں گر اودن جو کہ منڈلائی تو نہیں

اب بھی ہشیار ہو اے وقت کے کھونے والے
کہیں ڈھونڈھے نہ ملینگے تیرے رونے والے

کونسا سینہ ہیں دم ہے تو دم سرد نہیں
سست ہمت ہے اگر اب بھی جو اٹھکر دے نہیں

درد ہے دل میں مگر قوم کا ہمدرد نہیں
کارواں دور گیا دیکھ کہیں گرد نہیں

اب بھی ہشیار ہو اے وقت کے کھونے والے
کہیں ڈھونڈھے نہ ملینگے تیرے رونے والے

تو بھی ناکام ہے گر قوم سے کچھ کام نہیں
اس تغافل کا تو اچھا کبھی انجام نہیں

تو بھی بے چین ہے گر قوم کو آرام نہیں
دن بہت چڑھ گیا اب خواب کا ہنگام نہیں

اب بھی ہشیار ہو اے وقت کے کھونے والے
کہیں ڈھونڈھے نہ ملینگے تیرے رونے والے

سے مہر محبت جو اگر رہے تو بھی تو شاد ہو
کونسا دم ہے ترا جس میں کہ فریاد نہو

نا خلف سے تو یہ بہتر ہے کہ اولاد نہو
دیکھ تو اپنے ہی ہاتھوں کہیں برباد نہو

اب بھی ہشیار ہو اے وقت کے کھونے والے

ایڈریس نظم

تہنیت خیر مقدم منشی لکشمن نارائن ورما مسٹر ایٹ لا ایل ایل ڈی کانسٹیٹیوشن

جلسہ علی گڑہ ۱۴ اپریل ۱۸۸۹ء لال لائبریری

قطعہ

یک وہ روز تھا کہ تجھ سے — اسی جلسے کے سب تماشائی
سفر قسمت مبارکباد — بسلامت روی و باز آئی
ج وہ دن ہے پھر ملے ب تجھ سے — تیرے مشتاق تیرے شیدائی
سے جو خوش آمدی مبارکباد — کامیابی و جلوہ افزائی

رباعی

ا جو لخت جگر ہو کے خاک سے ملا — بدن سے روح ملی اور جسم جاں سے ملا
سبب آ کے عزیزان قوم سے یوں تو — بچھڑ کے جیسے کہ یوسف تھا کارواں سے ملا

اگر دی طینت حاسد کا ہی اسطرح اصول سیدھا چلتا نہیں جسطرح سے شطرنج کا فیل
دشمن قوم نہ کیوں ناخن تدبیر گھسیں ٹھونکدی قادر مطلق نے یہ تقدیر میں کیل
کیوں نہ بدخواہ سبک مایہ کی زیستی ہو دراز کاغذ بادی کو اڑنے کیلئے ملتی ہے ڈھیل
جھونپڑا اہل سخاوت کا فلک منظر ہے خانہ بوم ہے گو کیسا ہی ہو قصر بخیل
شیوہ مدحت قومی ہے شرافت کا اصول یوں برا کہنے کو کہنے دو کہے کوئی رذیل
عجز کیونکر نہو پھر جوہر ذاتی اپنا دوسری ہوتی اشیا ہے جو تیغ اصیل
مفلسی نعمت دنیا پہ لگائے ٹھوکر کاسۂ فقر و گدائی ہے یہاں خوان خلیل
دینے والوں کو سدا دیتا ہے دینے والا لینے والا ہے جو اوروں سے وہ کیا دیگا بخیل
خاک میں لوٹتے پھرتے ہیں بدخواہ مدام ڈوبنے کو نہ دریا ہو نہ تالاب نہ جھیل
مختصر تنقر اے فکر معانی آرا قوم کی حالت پر درد کا قصہ ہے طویل
آسماں راہ پہ لاتا نہیں گمراہوں کو چرخ کجباز ہر اک کام میں ہوتا ہے دخیل
دولت نظم کے مالک ہیں تو مانگیں کس سے یہ امانت ہے ہماری وہ ہماری تحویل
وہ سخنور ہوں سخن کی جو ستایش چاہوں چیر کر گور نکل آئے ابھی روح قتیل
ماہ ہر رات کو خورشید لقا ہے دن کو توسن صبح رواں دیکھئے بنتا ہے شکیل
میرے اشعار سے ہے بزم سخن کو رونق رونق حسن کمالات کو مجھ سے تکمیل
حسن کو مجھ سے نمک عشق کو مجھ سے سوزش فضل کو مجھ سے شرف نظم کو مجھ سے تفضیل
حافظے میں مرے ہر سورۂ قرآں ازبر حافظے میں مرے توریت و زبور انجیل
میری تفصیل کی میزان کا ہونا ہے محال میرے اجمال کو پیدا نہیں ہوتی تفصیل
میرے لفظوں کی گرانباری ہے کوہ تمکیں میرے خامے کی کشش ہے کشش جرثقیل

طبع عالی کو جو آتا ہے دم فکر عرق
عالمانہ سرا ایڈریس ہے بلاغت کی نظیر
شاعرانہ یہ تعلی ہے دگرنہ شعلہ
نہ عروضی ہوں نہوں واقف ارکان سخن
منتخب کرکے کسے بحر ستائش لاؤں
مدح سازی نہیں ارباب سخن کا شیوہ
قوم کو ناز ہے تجھ پر تو تجھے قوم پہ ناز
بات بن بن کے بگڑتی جو تامل ہوتا
جو جدا ہو نہیں سکتا تھا کبھی آنکھوں سے
ملک نا جنس نہیں مانع تحصیل علوم
کوئی کہتا ہے کہ آ جاتا ہے عادات میں فرق
مانع علم ترقی ہیں یہ دونوں آواز
ہندوالوں کو ولایت میں لگادے گی کبھی
رنگ ہی رنگ ہے آراستگی حسن کہاں
خوش [illegible]
[illegible]
سن اٹھارہ سو چھیاسی کی چوتھی تھی تاریخ
آج ہے چودھویں اپریل اٹھاسی سن کی
دو برس ایک مہینہ ہوا اور گیارہ دن

پنکھا جھلنے کے لیے ملتے ہیں بال جبریل
فاضلانہ ہے مری نظم فضیلت کی دلیل
آپ ہی جانتا ہوں جیسی طبیعت ہے ذلیل
فاعلاتن نہ مجھے یاد نہ باب تفعیل
کیا لکھوں بات کہ ہے قوم کا دفتر طویل
تیری مدحت ہے فقط قوم کی الفت کی دلیل
قوم بے مثل ہے تو قوم میں بے مثل و عدیل
دیر ہر کام میں ہوتی جو نکرتا تعجیل
وہ نگہ ہو گئی کس طرح دور گیا لاکھوں میل
پائے ہمت کے لیے روک نہیں قلزم و نیل
کوئی کہتا ہے کہ ہو جاتی ہے حالت تبدیل
اک تنزل کی تو اک پستی ہمت کی دلیل
نہ ملاحت کسی رخ میں نہ کوئی چشم کحیل
نہ کسی ہاتھ میں چھلا نہ کسی ناک میں کیل
[illegible]
[illegible] دونوں کی دلیل
تیری [illegible] بعزم تحصیل
کر گئی [illegible] سال کی پوری تکمیل
اتنے ایام مسافت کی بھی کچھ ہے تفصیل

تو جوانی اور اک آیا تھا جو تجھ سے پہلے
ایک نئے راستہ کھولا تو کیا ایک نئے صاف
نہ مقابل ترا کوئی نہ مقابل اوس کا
قوم کے واسطے لائے ہیں مگر آب حیات
پاس بیرسٹری اور سیر ولایت دونوں
روک سکتا نہیں جرات کو رہ دور و دراز
آرزو نقش نہیں ہو جو مٹائے مٹ جائے
خیر مقدم ہے ترا قوم کو اسباب نشاط
تو در آگئیں ہیں تری قوم کی دل کی باتیں
ہار تقلیش کا گردن میں ہے قومی تحفہ
فوٹو جلسے کا نہیں ہم نے لیا ہو اس سے
تیرے اقبال کے ساتھی ہوں تری قوم کو
آج پھر جشن مبارک ہیں آج سہرا
جو ترا تجھکو کہے زد خلائق سے وہ
ہمکو تو تجھکو ترا حسن مبارک ہو شے

کامیابی کی تری اوس سے بھی روشن تھی دلیل
عقدہ حل اوس سے ہوا تجھ سے ہوئی ہے تسہیل
آپ وہ اپنی نظیر آپ تو اپنی تمثیل
دعوی خضر کی توڑی ہے دلیروں نے دلیل
رہبری قوم کی تھی علم کی اعلیٰ تحصیل
توڑ سکتے نہیں ہمت کو کبھی قال و قیل
دل کوئی حرف غلط تو نہیں جو ڈالے چھیل
کامیابی ہو تری قوم کی عزت کی کفیل
یہ جو روشن نظر آتے ہیں گلاس و قندیل
سایہ دست خدا ہے ترے سر پر اکلیل
کہ نہ ہو جائے ترے جشن کی پیدا تمثیل
تیرے اجلال کا حامی ہو سدا رب جلیل
تشنہ خستہ جگر شاعر نامی و کفیل
جو برا تجھکو کہے اوس سے زیادہ ہے ذلیل
اے جوان بخت جوان طالع [illegible]

جلسہ دوم ج علیگڑھ

رحمت بصفات ساقی خلد
جسنے ہمیں بادہ کش بنایا

صد شکر بجام نعمتے ناب
نعمت کا عجب مزا چکھایا

احسان ہیں پیر مغ کے کیا کیا
جسنے سر خم ہمیں بٹھایا

تسخیر عمل ہے نشہ اس کا
اس دیو میں ہے پری کا سایا

خالی ہے قبول عجز کس کا
شیشہ نے ہزار سر جھکایا

کیا نشہ میں پندگو کی باتیں
واعظ کو جو سامنے بٹھایا

کھنچے ہیں محبت مئے ناب
خالی ہوا جام دل بھر آیا

جبریل امیں نے ہاتھ پکڑا
جب مست کا پاؤں لڑکھڑایا

ہے آب حیات کی حلاوت
کیا زیست کا لطف ہاتھ آیا

قلقل کی صدا نے مثل قمقم
اعجاز مسیح کو دکھایا

بے وجہ روی نہیں ہے حالت
اس خانہ خراب نے مٹایا

بدنام شراب کس لیے ہے
مے نوشی پہ کیوں زوال آیا

اک چلو میں تھے پاؤں اکھڑے
کم ظرفوں نے نام کو ڈبایا

نشہ میں ٹکے زمیں پہ ہاتھ
انسان سے بنا ہے چارپایا

رکتی ہی نہیں زباں دہن میں
دیوانہ کو کس نے کاٹ کھایا

اوکھڑے جو قدم تو پاؤں سر پر
سر اتنا جھکا کہ قدم پہ آیا

بے وجہ زباں پہ ہائے ہوئے
بے ساختہ شور و غل مچایا

ایک چھوٹا سا ترکہ پدر تھا — وہ ہروں میں اوسکے بھی جا پھنسایا
ہو جاتے تھے ایک روز دو تین — کٹ جائیگا سب بچا بچایا
احسان ہیں اوسکی خاص جسکی — اس رسم کو عالم سے اوٹھایا
ہیں توبہ شکن وہ بھولا لیکن — ایک روز نہ عہد کو نبھایا
اے گریہ بحال خویش داری — کیوں سارے زمانہ کو ہنسایا
شعلہ اب ہو چکی شکایت — مضمون یہ ہی بس ہاتھ آیا
ہم اور شراب کی برائی — کیا کلمۂ کفر لب پر آیا
اے حالت زار قوم صد حیف — تونے کیا کیا نہ کچھ سنایا
اس نشہ میں تھا سرور جاوید — اسنے ہی خدا سے تھا ملایا
مقبول ہوئی نماز کعبہ — جب شیشہ کو طاق سے اوٹھایا
مے پینا گناہ سب غلط تھا — اسنے ہی گناہ سے بچایا
ہیں اور بھی قوم میں بہت نقص — اون کو اب تک نہیں جتایا
سب سے پہلے نفاق کا عیب — جسنے ہمیں خاک میں ملایا
اس درد کی کچھ دوا نہیں ہے — ہمدردی کے نام کو مٹایا
تعلیم سے دور دور کوسوں — تہذیب سے تھا کنارا پایا
یہاں پڑھنے کو حرف تک نہ اوٹھا — یہاں لکھنے کو نام تک نہ آیا
ان پست خیالیوں نے کھویا — ہمت نے زمیں پہ گرا دیا
درماں سے ہوئی زیادہ کاوش — صندل نے بھی درد سر بڑھایا
تدبیر نہ کوئی کام آئی — اور آگ لگی جہاں بجھایا

شاید کہ حکیم نے ساز چھپانا ۔ کس ضعف پہ زور آزمایا

صد شکر کہ اب زمانہ پلٹا ۔ صد شکر کہ سوتوں کو جگایا

تھا قالب قوم گویا مردہ ۔ اس نبض میں دم کہیں نہ پایا

دیکھی نہ کبھی دوا کی صورت ۔ کس یاس سے دم لبوں پہ آیا

جز درد نہ چارہ ساز کوئی ۔ جز رنج زمانہ تھا پرایا

حسرت سے نگاہ چارسو تھی ۔ رونے والا کوئی نہ پایا

دو تین رہی سہی یہ بیکسی ایک ۔ کمبخت کو بے کفن اٹھایا

پہونچا ہی دیا تھا گور کے پاس ۔ ہے شکر کہ دم پلٹ کے آیا

مردہ میں دوبارہ جان آئی ۔ کیا مژدۂ جاں فزا سنایا

شاباش سبھا کی گرم صحبت ۔ کیا تخم نفاق کو جلایا

مردہ کو کیا ہے دم میں زندہ ۔ عیسیٰ کا سا معجزہ دکھایا

محروم کو ہے امید کی آس ۔ مایوس کا آسرا بندھایا

یہ جلسہ اوسی کے فیض سے ہے ۔ یہ باغ اوسی چمن کا سایا

ہر سرو یہاں خدا رسیدہ ۔ ہر شاخ کو سجدہ میں جھکایا

ہر غنچہ خموش فکر حق میں ۔ ہر بلبل باغ چہچہایا

شبنم کو کشش نہیں ہے جو مہر ۔ کیا ابر کرم نے سر پہ چھایا

گل چینوں کی دست بردیوں پر ۔ ہر پھول چمن کا کھلکھلایا

نکہت پہ سبھی نے جان دی ہے ۔ سنبل میں سبھی نے دل پھنسایا

شمشاد ہو اپنے فن کا استاد ۔ قمری کو نیا سبق پڑھایا

اس باغ کی وہ زمین ہے جسکو
جو وجہ کو جلسہ ملاقات
شعلہ اے تیری نغمہ سنجی نے

جو عرش بریں نے سر چڑھایا
ہر سال اسی طرح خدایا
اپنے کو نظم میں سنایا

رباعیات

ہے کون جو بے ادب برابر ٹھہرے
دربار وزیر شاہ کونین ہے یہ

جب دخل نہیں کسی کا کیونکر ٹھہرے
جبریل امیں سے کہدو باہر ٹھہرے

وله

نغمہ بہار کا ہے میری داستاں نہیں
اعجاز ہے مسیح کا میرے کلام میں

بلبل چہک رہا ہے یہ رنگ بیاں نہیں
میں فخر روزگار ہوں پر قدرداں نہیں

وله

فضول صرف سے پڑتا ہے فرق ثروت میں
تمام عیب ہیں دنیا کے مجھ میں اے شعلہ

شراب خواری سے لگتی ہے آگ دولت میں
نفاق و بغض و حسد تو نہیں طبیعت میں

وله

بیمار ہے جسنے ہو طبیعت ہاری
ہمدردی قوم کا کھلاڑی جیتا

جیتا ہے وہ ہی کہ جسنے دولت ہاری
ہارا ہے وہ ہی کہ جسنے ہمت ہاری

بند

یہ دن خوشا کہ دوج کے جلسہ کا ہے سرور — ہے چیتر گپت مورث اعلیٰ کا سب ظہور
باہم کے اتحاد و محبت کو ہے وفور — وہ آج پاس بیٹھے ہیں پھرتے تھے کل جو دور

حاصل سوائے رنج نہیں کچھ نفاق میں
کتنا مزا ملا ہے کہو اتفاق میں

برہما کو حکم حاکم احد جب ہوا — ہوں چار عضو جسم سے چاروں برن جدا
چھتری و ویش و برہمن و شودر نام تھا — باقی تمام کایا سے کایستھ ہو گیا

اس طرح ہر چہار برن کے ظہور ہیں
سب ایک ایک جزو کے ہم کل کے نور ہیں

اپنا ہی انتظام ہے کل کائنات میں — ہم وہ ہیں جنکے خامۂ قدرت ہی بات میں
مسند نشیں صدر وزارت صفات میں — بخشش جہاں کی ہے نگہ التفات میں

دنیا کے اہتمام ہمارے عمل سے ہیں
اعمال نیک و بد کے محاسب ازل سے ہیں

قربت ہماری مالک کون و مکاں سے ہے — خلقت ہماری خالق ہر انس و جاں سے ہے
دولت ہماری بخشش بحر گراں سے ہے — عزت ہماری مورث اعلیٰ کے بدن سے ہے

دربار میں خدا کے مسل خواں ہمارا ہے
کل دفتر ازل میں قلمدان ہمارا ہے

اس مرتبہ کو پاکے بھی کچھ ہمکو غم نہیں — نادم تو ہیں مگر کسی گردن میں خم نہیں

بیدم یہاں تلک تو ہوئے دم میں دم نہیں — کیا کیا ہماری جان پہ ٹوٹا ستم نہیں

اعمال نامہ اپنا اگرچہ سیاہ ہے
ہم اوسکی پشت میں ہیں جو سبکی پناہ ہے

ایک ایک بھائی دوسرے بھائی سے ہے الگ
حقہ الگ کسی کا کسی کی ہے نے الگ
نا اتفاقیوں سے ہے ہر ایک شے الگ
گاتے ہیں ایک راگ مگر سب کے لے الگ

سچ یوں ہے اتفاق سے دل ہی اوچاٹ ہیں
جو پہلے بارہ بھائی تھے اب بارہ باٹ ہیں

ایسے اتحاد کا کیوں بند رستہ ہے
ظاہر ہے یہ کہ حال جو کچھ اپنا خستہ ہے
دل میں ملال درد تہ خم نشستہ ہے
مورث کا مسند دل کی طرح سے شکستہ ہے

اے شعلہ اپنے حال کو کیا جانتے نہیں
اولاد کے بھی فرض کو پہچانتے نہیں

جلسہ کانفرنس بریلی ۲۸ و ۲۹ و ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء

رباعی

جب ہی ملتے ہیں جب ایسا ہی سبب ملتا ہے
ایک کا ملنا بھی کل قوم کا ملنا ہے یہاں
بھائی بچھڑا ہوا افسوس ہو کب ملتا ہے
گیارہ ہو جاتے ہیں ایک ایک سے جب ملتا ہے

مسدس

جسنے کہ دی ہو ملکہ قیصر کو قیصری | شعلہ کو جسنے بخشا ہو ملک سخنوری

اس خیر گیت جس کا حامی وہی رہے
کایستھ کنفرنس کا حامی وہی رہے

نظم جلسہ کایستھ کانفرنس متھرا سنہ ۱۸۹۳ء

رباعیات

مژدہ ہوا اہل قوم کہ او دہار ہو گیا
کایستھ کنفرنس جسے کہ رہے ہیں سب
عظمت یہی ہے اپنی یہی اپنی شان ہے
دو قالب یک جان یہ پورانا خیال تھا
ہر جسم میں اک مزا ہے جینے کے لیے
بھائی ہیں مخالفت ہمساری کیسی

بیڑا جو تھا بھنور میں وہ اب پار ہو گیا
گیارہ کلا کا سچ میں اوتار ہو گیا
ولہٗ آپس کا اتفاق ہمارا نشان ہے
بائیس لاکھ جسم میں اب یک جان ہے
ولہٗ ہر پھول میں رنگ و بو ہے کھلنے کے لیے
الگ سے کٹی اگر ہیں ہم تو ملنے کے لیے

مسدس

اے صاحبان جلسہ عالی فلک وقار
جسنے بنایا ملکہ قیصر کو تاجدار

پہلے ہے فرض شکر خداوند کردگار
ہم کو رعایا ہونے کا بخت ہے افتخار

ہوتی نہیں ہے خون برادر کی بو غلط
دوڑے نہ خیر کے جوش میں جو وہ لہو غلط

اظہار عرض حال تھا اک احتیاج کا
یاں جانتے نہیں ہیں مگر نام حزن کا

ہاں قوم کے ہیں زندہ جاوید جان نثار
ہوتا ہے سب کو خدمت قومی سے افتخار
گلشن چمن ہے قوم کا اور پھول ہیں ہزار
گلشن میں ایک سینچنے والے کی ہے بہار

کیا ایک افتخار ہے سارا ہی فخر ہے
جو فخر قوم ہے وہ ہمارا ہی فخر ہے

ہیں جسم قوم کے لیے جان و جگر عزیز
انسان کو جس طرح سے ہوں چشم و نظر عزیز
جیسے بہار باغ کو پھول اور ثمر عزیز
جیسے فلک کے واسطے شمس و قمر عزیز

ثمرہ یہ اتفاق کا نظم فصیح ہے
اک خضر ہے تو دوسرا اس کو مسیح ہے

اب وہ دکھاؤں ان کو جلسہ میں جو ہجوم
اک اشتیاق خاص ہے سب کا علی العموم
اصلاح پر عمل میں ترقی پہ ہیں علوم
حرف غلط کی طرح سے مٹتی ہیں بد رسوم

ہٹتی ہیں روک ٹوک جو ہیں صاف راہ میں
تجویزیں پاس ہوتی ہیں قومی رفاہ میں

سب سے بڑی برائی تھی جو قوم میں بھری
پھیلی ہوئی تھی جس کی ہر اک گھر میں ابتری
جو پہنچانی ہے زوال کو جس نے تونگری
سیرت میں مثل دیو کے صورت میں ہے پری

جس کے سبب سے قوم کا چہرہ سیاہ ہے
کیوں نام لوں کہ نام بھی لینا گناہ ہے

مسدس

سنت دھرم

مصنفہ

منشی نواری لال متخلص بہ شعلہ وکیل علیگڈھ

جو

۲۹ جون سنہ ۶ بروز اتوار برن اشرم دھرم بردھنی سبھا

دہلی کے جلسہ جنرل میں پڑھا گیا

وہ تاج شہی پر بھی کبھی ہاتھ نہ ماریں
دنیا کا ملے تخت تو اک لات نہ ماریں

کہہ سکتا ہوں کیا اس کی خوبی و لطافت
کھینچے لیے آتا تھا دھرم حسن حقیقت

وہ آنکھ نہیں تھیں تو اوتار کی طاقت
چلا آیا وہ پر شوق نہیں فکر مسافت

معدوم کروں فاصلہ دور و قریں کو
نقار پکاری کہ ہلا دوں زمیں کو

یاں دھرم سناتن کا ہی مجمع تھا منگل
وہ ٹھنڈی ہوائیں وہ خوشنما بن کا جنگل

وہ دنیا کا یہ میدان ہوا اور دھرم کا دنگل
آنند میں آنند ہوئی منگل میں ہے منگل

مت دھرم کا جھگڑا جو اٹھا ہو اٹھی چلے ہو
ہر چار طرف سے کہو ست دھرم کی جے ہو

یہ دھرم ہی انسان کے گناہوں کا کفارا
یہ دھرم ہی سنسار کے دریا کا کنارا

یہ دھرم ہی ٹوٹی ہوئی آسوں کا سہارا
یہ دھرم ہی جو موکش پہ رکھتا ہے اجارا

یہ دھرم نہیں چال دیانندی ہے جس کی
ست دھرم سناتن ہے کہ پابندی ہے جس کی

انسان نے فضیلت جو پائی دھرم سے پائی
رشیوں نے حقیقت جو پائی دھرم سے پائی

ناداروں نے دولت جو پائی دھرم سے پائی
مردوں نے شجاعت جو پائی دھرم سے پائی

تھا جو بھی بل بھیم کے بھی گرز گراں میں
تھا زور اسی دھرم کا ارجن کی کماں میں

ہو جاتا ہے وہ مرد کہ جسے دھرم کی ہانی
بیوؤں کے لیے ڈھونڈتے ہیں شوہر ثانی

ناناکہیں ہوگا تو پیاسی کہیں ناتی
دینے کی عوض ٹھیر دیا تیروں پہ پانی

اونتاروں کو انسان کیطرح جان رہے ہیں
اندھے ہیں یہ کیا برچھہ کو پہچان رہے ہیں

وہ دہن ہیں اپدیش میں جو وقت گذاریں
وہ دہن ہیں جو ڈوبی کشتی کو اوبھاریں
وہ دہن ہیں جو دہرم کی بگڑی کو سنواریں
وہ دہن ہیں منجدھار سے جو پار اوتاریں

دہرماتما اسطرح کہاں جمع ہوئے ہیں
ہیں دہن جو اوپدیش کو یاں جمع ہوئے ہیں

ہے ہیرا انہیں پڑا دہرم ستان کا بیڑا
کلجگ کی بھنور جال میں ہے دہرم کا بیڑا
ڈالا ہے کو ست دہرم سبھاؤں نے کھیڑا
کس زور سے ہے بیاد مخالف کا تھپیڑا

طوفان کا پانی جو بھرا ٹوٹ کے کشتی
ملاح الگ کو دیئے چھوڑ کے کشتی

ہاں وقت آیا ہے کہ سب ہاتھ لگاؤ
طوفان ہے اوٹھا پاپ کی کشتی ہٹاؤ
اس بہتی ہوئی ناؤ کو جلدی سے بچاؤ
پانی ہے بہت پاؤں ذرا جھکے جماؤ

بیچ بچکا نا سے یہ جو منجدھار سے بیڑا
ہے جے کرشن کی بولو تو ابھی پار ہے بیڑا

افسوس بھری اپنی کچھ کہتا ہوں حالت
ہے کون کہ دیکھا جو گناہوں کی وکالت
پاپی ہوں مجھے عرض ہے آپ کی سے جہالت
ضامن ہے کوئی اور نہ کسی کی ہے کفالت

[illegible] نہ کچھ فکر عمل سے
نے دہرم ہے نے کرم نہ دویا نہ بل سے

مسدس

پتی برت دھرم اور پنر بواہ یا پاپ

مصنفہ جناب منشی بہاری لال مشتعل جھاری کمل عدالت بانکورہ

جو جلسہ سالانہ بھارت دھرم مہا منڈل دہلی میں مصنف نے خود پڑھا تھا

معہ

مسدس ست دھرم

جو سالانہ جلسہ دھرم سبھا جالندھر میں پڑھا گیا تھا

حسب ایما ان سجن پرشوں کے جو دھرم کی اونتی اور پرچار کی بھگتی میں

تن من دھن لگائے ہوئے ہیں

اسی لیے سنسار سے پار اوتر گئی	یہی دھیان ہے جیتے جی جسمیں مر گئی

جہاں پاپ سے کٹے بھید کتنے ہیں اسیر
ہے کیا جگت میں یہ مایا کے لپٹے ہیں اسیر

یہ وہ دھیان ہے جو کیوں لیے نہ پایا	یہ وہ دھیان ہے جو دھیان میں جو آیا
یہ وہ دھیان ہے جسکو منیوں نے گایا	یہ وہ دھیان ہے دھرم جسمیں سمایا

وہ کیا دھیان ہے برج موہن کی مورت
وہ کیا دھیان ہے شیام مورت کی صورت

ہماری میری سمت سے آنکھ ہٹاؤ	ذرا دھیان میں کر دل کو جگاؤ
نکلنے نہ پانا جسے دل میں پاؤ	نظر کون آتا ہے سچ سچ بتاؤ

وہی شیام مورت وہی پیتا پٹ ہے
وہی بانسری ہے وہی تو مکٹ ہے

اسے دھن ہو جسنے یہ دھیان پایا	سماں جسکی نظروں میں بس جب کا چھایا
وہ آیا جہاں پریم بس ہو کے آیا	کٹھور اپنے من اور وہ کومل ہی کا یا

بہت دیر اس دھیان کے سکھ رہے ہیں
بس اب آنکھیں کھولو کہ جن دکھ رہے ہیں

یہ آنسو لو پاپ کے سارے جہاں سے	وہاں کی سن لو جو بپت دھرم کی ہے
کو مت دھرم کا چڑھ رہا ہے بہت ہے	کھڑے ہو رہے ہیں دھایا [illegible]

یہ کیوں دھرم اور راج کو کھو رہے ہیں
جو چیلے تھے دھرم پہ ہو رہے ہیں

حلیہ ہے بڑا دہرم یہ اے نندلال اب
کہتے ہیں جسے چکر سودرشن وہ نکال اب

اے حلیہ ہست دہرم بس اب جا دیجئے
ناقص کوئی مضمون ہو تو جلدی یہ نباہ دیجئے

بے تار ہوں یوں تار کے ذریعہ طلب کیجئے
اچھا ہی تو سب آپ کی کرپا کا سبب ہے

مضمون سے کچھ کام نہ مطلب کچھ ہی لے سے
بس ایک غرض خاص ہو ست دہرم کی جے سے

تمام شد

کسب ضیا ہیں کس شہ عالی مقام سے
ہم کو ملا ہے فخر رعایا کے نام سے

پرجا کبھی ہوا جو کبھی مصیبتیں ہیں لے
دست کرم ہو سکہ سخاوت کے نام پے

اور ملک جب ہائی ہے دست ستم کی ہے جے
حاتم کا ایک قصہ تھا وہ بھی ہوا ہے طے

بخشش میں ہیں بڑھے ہوئے جو ہری سنگھ کے ہاتھ
پیچھے کو ہیں ہٹے ہوئے راجہ کرن کے ہاتھ

دربار کا ہے جشن دسہرہ کی دھوم ہے
پھولا ہوا نشاط سے یہاں روم روم ہے

ہر اک کے دل میں سچی خوشی کا ہجوم ہے
پنجاب آج گویا جو دنیا کی جھوم ہے

گدی وہاں ہے حسن ازل کے ظہور کی
جھانکی یہاں ہے ظل الٰہی کے نور کی

اقبال جاوید [illegible] میں ہے ظفر
پیچھے لیے کھڑے ہیں جلو میں شمس اور قمر

آگے جلو میں ساتوں فلک ہیں کمر [illegible]
وہ تیج ہے کہ حسن چکا چوند ہے نظر

جھومے ہے فیل چرخ سواری کے واسطے
سورج لیے رتھ کھڑا ہے عماری کے واسطے

جب تک فلک کی رہیں ہیں نیلگوں قبا
جب تک ہے اس عالم ایجاد کی بنا

جب تک زمیں پہ ہو مہ و خورشید کی ضیا
جب تک کہ خاک آب ہوا و آتش و ہوا

جب تک کہ کائنات کو رنگ ثبات ہو
لطف خدا ہو اور سری والا کی ذات ہو

جب تک فلک پہ [illegible] ہو اور زمیں پہ نور
جب تک جہاں میں [illegible] ہو اور صبح کا ظہور

جب تک چمن میں نغمۂ بلبل سے ہو سرور | ابنائے عہد ہوں دل و دم سے مدح خوان حضور

اور تا ہے جلو میں پھریرا اسی طرح
ہو جشن ہزار سال و صد سالہ اسی طرح

آمین

نوحہ جگرخراش ماتم جانگداز وفات شریمتی گوری اہلیہ مصنف واقع ۱۲ نومبر سنہ ۹۶ء روز جمعہ وقت ۱۲ بجے شب من تصنیف خاکسار منشی بنواری لال شعلہ

داماں قیامت مرے ہاتھوں میں لپٹ جا
اے جان حزیں جسم سے آنکھوں میں سمٹ جا

او چرخ ستمگر مرے نالوں سے الٹ جا
اے عمر اگر باقی ہو کچھ بیچ سے کٹ جا

اک نزع کا فوٹو ہی جو سینہ میں بھرا ہے
کس کا دم آخر مری آنکھوں میں بھرا ہے

اوٹھے کوئی پردا سا کچھ اب راز نہاں کا
دل کو تو بہت روکے تھے اب ٹوٹا ہی جاں کا

جب ضبط کی طاقت نہیں پھر صبر کہاں کا
یہ حشر دوبارہ ہی میری مشق فغاں کا

چھوڑ دم پہ بھی ملے کہ دمساز کا غم ہے
سب بھید کھلا جاتا ہے ہمراز کا غم ہے

وہ سرو وہ بالا وہ قیامت ہمہ تن ناز
غمخوار وفادار وہ ہمدرد وہ ہمراز

وہ دلبر و دلدادہ وہ دلسوز وہ دمساز
میں عاشق دلریش تو وہ عاشق جانباز

معشوق تھے پر عشق سے کچھ وہ نہ جدا تھے
میں اون پہ جو قربان تھا وہ مجھ پہ فدا تھے

ہنگامے تھے کیا عشق و محبت کی ہوس میں
اک دن ہوا تفرقہ اٹھارہ برس میں

قابو میں اگر میں تھا تو وہ تھے مرے بس میں
مدت سے یہ دو بلبلیں تھیں ایک قفس میں

آباد کیا گلشن فردوس کو کس نے
سینے کے لیے چھوڑا مرے افسوس کو کس نے

رفتار کو روکا ترے پاؤں کے چھڑوں نے
ہاتھوں کو نہ اٹھنے دیا سونے کے کڑوں نے

محشر کا ہوا شور دم بازپسیں پر
رشک مہ و خورشید کو لے اپنے رحلیں پر
بوسہ کوئی دیتا تھا محبت سے جبیں پر
روتا تھا مکاں پھوٹ کے خود اپنے مکیں پر

ہم جلسوں کو ماتم لیلیٰ رات پڑی تھی
منہ بولی بہن لاش پہ بسمل سی پڑی تھی

غش کھا کے زمیں پر کبھی میں گر پڑی آیا
پہلو کو دبایا تو کلیجہ نکل آیا
دل سینہ میں یوں تڑپا کہ باہر اچھل آیا
اشک آنکھ میں آیا تو جگر کو مسل آیا

چپ چاپ ہوا حال دم گریہ کے مارے
نالوں نے گلا گھونٹ لیا شرم کے مارے

آنکھوں میں لہو اور اندھیرا تھا نظر میں
اک درد اٹھائے ہوئے دل پھرتا تھا گھر میں
سینہ میں نیا زخم نیا درد جگر میں
دیوار سے ٹیکا تو گرا آکے میں در میں

دامن سے چھپائے ہوئے آنکھوں کو جبیں کو
منہ ڈھانپ کے روتا تھا بت پردہ نشیں کو

کھٹکا تھا کہ اٹھ بھی سحر ہونے کو آئی
لو صبح قیامت تھی کہیں ہونے کو آئی
اور رحمت حق آخری منہ دھونے کو آئی
لینے کو اجل تجکو مجھے کھونے کو آئی

دیکھو مرے پیارے کھلا اب شرم کہن سے
وہ سامنے دولہے ہیں کہ تھے پردہ تھا جن سے

چکا کے ہوئے کس سے جو بچھڑ جاؤ بنا
پھر ملنے کا وعدہ تو کرو ہاتھ تو مارو

کاشانہ مرا اب تو ہی ویرانہ ہوا ہے
جو عیش کا کمرہ تھا وہ غمخانہ ہوا ہے

تازہ ہیں ابھی زخم ہوئے دو ہی مہینے
یہ سوگ نہ دیگا کبھی آرام سے جینے

ظاہر ہیں ابھی سے مرے مرنے کے قرینے
گویا ہیں محبت سے بٹھایا ہے کسی نے

اے شعلہ اگر مے سے بھرا جام تو کیا ہے
گو پی گیا خون دل ناکام تو کیا ہے

شانتی شانتی شانتی

از نظم منشی بنواری لال شعلہ

۱۶ر فروری ۱۸۹۹ء کو احباب کی بزم ماتم میں مصنف نے خود پڑھا

جو کہ ماتم قابل چند آنجہانی تھا

نوحہ حضرت ملکہ قیصرۂ ہند

حضرت ملکہ قیصرۂ ہند کے جلسہ تعزیت میں حضرت شعلہ نے بھی ایک نوحہ پڑھا اوس وقت کا رقت انگیز نقشہ کھینچنا ہمارے قلم کے امکان سے باہر ہے۔ ہندو مسلمان عیسائی دلوں سے پوچھنا چاہیئے۔ اوس نوحہ میں سے چند بند بہ تہ ناظرین کی خدمت میں پیش ہیں۔ اول عنوان میں ایک قطعہ لکھا ہے۔

ہائے افسوس بڑا غم ہے دل و جاں کیلئے
ہمکو چھوڑا ہے یہاں رنج فراواں کے لیے

اب کوئی اور بنا ہے نہ خدا نے دنیا
ملکہ قیصرہ کے سایہ داماں کے لیے

ایک ہی ہاتھ تھا شفقت کا ہر اک کے سر پر
ایک ہی گود تھی ہندو مسلماں کے لیے

عمر بھر تھپکیاں دے دے کے سلایا جس نے
آج سر پیٹتے بیٹھے ہیں وسی ماں کے لیے

ہزار افسوس سر سے آج سایہ اوٹھ گیا کسکا
زبانوں پر مچا ہے شور ماتم جابجا کسکا

ہماری آہ و نالوں سے ہے کیا اظہار غم اسکا
زمیں اب تھام لے تھمتے ہیں تو آسماں کسکا

نہیں باقی ہے کوئی آنکھ آنسو کے بہانے کو
اسی صدمے نے پلٹا دیا ہے اپنے ماننے کو

ہزار افسوس ہائے!! مہرباں ملکہ قیصر
کوئن وکٹوریہ ہندوستان کی شفیقہ ماں

ہمیں پالا تھا کس ناز سے آغوش میں لیکر
رعیت پروری شان شہنشاہی کا تھا جوہر

بڑائی بھی ہماری تھی بھلائی کی دعاؤں کو
مچلنا جس طرح بچوں کا خوش آتا ہے ماؤں کو

خدا نے سلطنت بھی دی شہنشاہانہ حصلے بھی
رعیت پروری بھی اور رعیت پر حکومت بھی

نکوئی سادگی اقبال بھی دولت بھی عظمت بھی
یہاں کچھ مختصر سن لیجئے حالِ ولادت بھی

تہنیت جشن دربار عالیجناب معلی القاب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر ممالک مغربی وشمالی واودھ بتقریب رسم افتتاح گھنٹہ گھر علی گڈھ ۲۴ اگست ۱۸۹۳ء

مصنفہ منشی بنواری لال شعلہ وکیل عدالت علیگڈھ

جناب والا

مبارک جشن ہی وہ خسروانہ جسکی عظمت ہو — مبارک صدر ہی جسپر نگین تاج دولت ہو
مبارک رسم ہی وہ جسمیں ہر فرقہ کی ملت ہو — مبارک وقت ہی کچھ نظم پڑہنی کی اجازت ہو

گذارش کیلیے جرأت ہی شکر سربلندی سے
ادب سے حاضری سے اور دلی احسانمندی سے

ہی پہلے شکر واجب ہمیں خداوند دو عالم کا — کہ جسکی نور کی کرنوں سے تاج قیصری چمکا
مبارک جشن ہم پہ سایہ دولت انگلش کے پرچم کا — ہمارا فرض دل شکریہ ہی خیر مقدم کا

تلطف مادرانہ ملکہ قیصر کا ہر دم ہے
ہمیں جو ناز ہو کم ہی ہمیں جو فخر ہو کم ہے

ہماری زندگی کا فرض ہی سچی وفاداری — ہماری خیرخواہی کی ہیں مہ دلیاں ہماری
عطا کیں تاج برٹش نے ضروری نعمتیں ساری — ہمیں بخشی گئی شائستہ آزادی و مختاری

اطاعت کے خیالوں میں دکھائیں بیقراری کو
ہمارا خون رگوں میں دوڑتا ہی جاں نثاری کو

یقیں کی شکل میں ہیں خیر خواہانہ گماں اپنے — حضور انور کے سچے دل میں پائیں نشاں اپنے
نہیں پھولے سماتے ہیں خوشی سے جسم و جاں اپنے — یور آنر کو جب ہم دیکھتے ہیں میہماں اپنے

بچھی ہیں فرش پر آنکھیں حضور انور کے لینے کو

ہمارے قلب باہر آئے استقبال دینے کو

حضور انور کے روشن عہد کا دور حکومت ہے
خلوص و اتحاد و سرمستی شان و عظمت ہے
خوشا ہے وہ خداوندی خدا کی جس میں برکت ہو
حضور انور کی ذات پاک ہے پبلک مسرت ہے

حقیقی سب کو خوشوقتی ہے سچی شادمانی ہے
مبارک ہے ہمارا ملک جس پر حکمرانی ہے

بہت سچی ولائے ہیں یقیں ہم عاجزی اپنی
شعاع تاج نے پھیلائی عمدہ روشنی اپنی
وہ خوش ہیں مگر نہیں سکتی زباں ہم تک اپنی
مسرت بخش ہے اب اتفاق دیکھ دی اپنی

ہم ہیں میل جیسے ربط داماں و گریباں ہیں
فقط اک وضع کا کچھ فرق ہے ہندو مسلماں ہیں

قدم رنجہ سے جو کچھ آج حاصل ہے ہمیں عزت
ہمیں وہ لفظ ہی ملتے نہیں جن کو ہو یہ جرأت
نہیں ملتے ہیں اس کے شکر کے اظہار کی طاقت
دہن نے وہ زباں پائی نہیں جس میں ہو یہ قدرت

کریمانہ توجہوں کی فراموشی نہیں ہوتی
ہیں ان شکر لو آئے کچھ سبکدوشی نہیں ہوتی

اب اس کا ذکر ہو جس کے لیے یہ مسند آرائی
علیگڑھ میں یور آنر کی پہلی جلوہ فرمائی
ہماری خوش نصیبی ہے ہماری قدر افزائی
ہماری دعوتوں کی آرزوئیں ہیں تماشائی

ملی عزت بشکل بخشش القاب جوابی سے
امیدیں چارج اپنا لے چکی ہیں کامیابی سے

مبارک آج رسم افتتاح کلاک ٹاور ہے
ہمارا عاجزانہ شکریہ طاقت سے باہر ہے
اسی کے ہاتھ میں ہے دور جس کا ہاتھ سر پر ہے
ہماری خوش نصیبی ہے ہمارا خوش مقدر ہے

خدا نے وہ دیئے دست مبارک دستگیروں میں
ہماری قسمتیں تحریر ہیں جنکی لکیروں میں

حضور انور نے کھولا آج جسکو شادمانی سے
یہ ہی پہلا ہی موقع فخر بخشا میہمانی سے

نیا جیسے ہز ہائینس کی عمدہ مہربانی سے
ہماری عاجزانہ کوششوں کی قدردانی سے

گذشتہ سال میں جسنے دہرا اٹھا فونڈیشن کو
دوبارہ ہی مبارکباد اب مسس ہملٹن کو

نہیں دنیا میں کوئی قیمتی شے وقت سے بہتر
روانی میں کسی تدبیر سے رکتا نہیں دم بھر

بشر کی زندگی کے کام ہیں سب منحصر اسپر
چلا جاتا ہی ہر لحظہ یہ دریا کیطرح بہکر

ملایا شکسپیر نے ہے ان دونوں کی حالت کو
وہ پیداوار کو سرسبز کرتا ہی یہ دولت کو

یہ سچ ہی وقت گذرا ہاتھ پھر آتا نہیں ہرگز
غنیمت وقت ہی بیکار جو جاتا نہیں ہرگز

زمانہ جو گذر جاتا ہی پھر پاتا نہیں ہرگز
یہ جب جاتا ہی صورت اپنی دکھلاتا نہیں ہرگز

نہیں رکتا کسی تدبیر و حکمت سے نہیں رکتا
خوشامد سے نہیں رکتا یہ رشوت سے نہیں رکتا

کبھی محسوس ہو سکتی نہیں ہے وقت کی حرکت
جو وقفہ درمیانی ہے وہی ہی حال کی حالت

ابھی کہتے ہیں مستقبل ابھی ماضی کی ہی صورت
مبارک زندگی ہی جسمیں کچھ ہو وقت کی وقعت

ترقی منحصر اسپر ہے دولت منحصر اسپر
عبادت منحصر اسپر ریاضت منحصر اسپر

ہمارے کام بے اسکے مہیا ہو نہیں سکتے
ہمارے فرض بے اسکے مؤدی ہو نہیں سکتے

یہ وہ شے ہے الگ ہم جس سے اصلا ہو نہیں سکتے
یہ ایسا جزو ہے جسکے اجزا ہو نہیں سکتے

ہماری عمر کی صورت لیے ہر دم روانی ہے
جسے سب وقت کہتے ہیں وہ چلتی زندگانی ہے

خدائے پاک کی مرضی کو بھی ہے وقت سے نسبت
معین وقت اک لمحہ کی بھی دیتا نہیں مہلت
ذرا سی بات کی ہے وقت انسان کو نہیں طاقت
ملی ہے اسمیں کچھ باریک سے باریک تر قدرت

خوشی کیواسطے انسان سے کوشش میں رہتی ہیں
نہیں ہیں آج ہم ایسی کو وقت کہتے ہیں

بشارت ہے مبارک وقت کی اب زندگانی پر
رفاہ عام کی اب ہو گئی تکمیل سر تا سر
مبارک ہاتھ سے کھولا گیا ہے آج گھنٹہ گھر
مسرت بخش ہیں ساری علامت زندگانی پر

عمارت کے بیان عمدگی کی کیا ضرورت ہے
جو تھی تصویر پاکیزہ مجسم اوسکی صورت ہے

جو صورت ذہن میں تھی کاغذی تصویر بن کر
مرقع سے نکل کر عالم تنویر میں آئی
جو کیفیت تصور میں تھی وہ تعمیر میں آئی
مبارک ابتدا والا اسکی اب تقدیر آئی

نمونہ ہے یہ سب جسکے خیال پاک روشن کا
ہے پہلا فرض گویا شکریہ جسکی انسپکشن کا

یہ ہے تقریر کا بت گفتار کی طاقت کہاں اسمیں
مگر ملتا ہے پچھلے معجزوں کا کچھ نشاں اسمیں
نہ منہ اسمیں نہ لب اسمیں نہ دندان و زباں اسمیں
ید بیضا کے ہاتھوں سے پڑی ہے آج جان اسمیں

ہوا ہیں جسکو جادو کی بھری اعمر سمجھتے ہیں
وہی ہے یہ جسے منہ بولتی تصویر کہتے ہیں

قریب اضلاع میں نادر نہیں اس شان و شوکت کا
نہایت خوبصورت کام ہی اس میں نفاست کا
مشابہ اس نمونہ کا سڈول ایسی عمارت کا
بلندی کا ہی موزوں خوشنما ہی اونچی صورت کا

چمکتا شہر کے ہر چار جانب سے کلس اوسکا
صدا دیتا ہی چھ چھ میل تک عمدہ جرس اوسکا

جلسہ عہد والا کا نشاں ہی برقرار اس سے
یہ فیاضانہ ہمدردی رہیگی یادگار اس سے
علیگڈہ میں نہیں کوئی عمارت نامدار اس سے
ہمیشہ وقت پر ہونگے ہمارے کاروبار اس سے

یور آنر کی بھی یادگاری کے دکھانے میں
یہ سورج کیطرح ہے جگمگاتا تاریخی زمانے میں

اب اوسکا ذکر کرتے ہیں یہ جسکی مہربانی ہی
جو الطاف دلی ہی وہی الطاف ربانی ہی
جو شاہجہانپور سے لیکر جسکی حکمرانی ہے
رفاہ عام کی اتنی بڑی جسکی نشانی ہی

یہ جلسہ آج پھل ہے جسکے عمدہ بیج بونے کا
بڑا افسوس ہے جو آج ہرین سکے نہ ہونے کا

ملے اونکی عوض میں ہم کو ٹنڈ بال صاحب دل ہو دوراں
فہیم و مہرباں ہمدرد منصف صاحب عالیشاں
ہمیں اس ذات والا پر بہت کچھ فخر ہی شایاں
مدبر نیک خصلت نیکدل ذی جاہ والا شاں

بہت ممنوں ہیں ان برکتوں کے شادمانی سے
ملے حکام تو کل سب ہی اچھے مہربانی سے

اب اونکی شکر یہ میں جو ہمارے آج ہیں مہماں
ہمارے فخر ہندوستاں جناب سید احمد خاں
جناب ڈبلیو ہنری سٹرکس عادل دوراں
ہمارے کل رؤسائے گرامی جاہ والا شاں

بہت مقبولیت کا رنگ لایا التجاؤں پر

مبارک نظم کو اب ختم کرتے ہیں دعاؤں پر

دعا کا عام ہے جب تک طلوع مہر خاور ہو
زمیں پر چرخ ہو اور چرخ پر ماہ منور ہو

مہ و خورشید میں جلوہ ہو جلوہ نور گستر ہو
زمیں میں نامیہ ہو نامیہ نابار آور ہو

سدا باغ جہانبانی میں گل آئے نظر آئے
ہمیشہ ملک مالک پھولتا پھلتا نظر آئے

چمن میں گل ہو گل میں بو ہو بو میں نکہت ہو
صبا میں تا روانی ہو روانی میں لطافت ہو

شجر میں تا ثمر ہو اور ثمر میں تا حلاوت ہو
دہن میں تا زباں ہو اور زباں میں تا فصاحت ہو

شکوہ و منزلت خود دیتو اہوں ملک گیری میں
ظہور ذو الجلال پاک ہو روشن ضمیری میں

دکھائی عالم ایجاد کی نشو و نما جس نے
سیاہی شب کو دی اور صبح کو بخشی ضیا جس نے

ازل کے دن زمیں کو دی زمرد گوں قبا جس نے
فلک کو آسمانی خلعت پر زر دیا جس نے

وہی ہو نور افزائے نگین تاج سلطانی
مبارک سایۂ دست خدائے ظل سبحانی

رہے قائم زمیں پر جب تلک یہ چرخ زنگاری
عناصر کی رہے دنیا میں جب تک چار دیواری

رہے جب تک جہاں میں روز و شب کا سلسلہ جاری
ہوا خواہوں کو دیتا ہو وہ دشمن کو دل افگاری

نوا سنج ہوں اور مداح شعلہ سا سخنور ہو
یہ کب تک جب تلک شیرازۂ کونین ابتر ہو

نظم مصنفہ جناب منشی بنواری لعل صاحب ورما شعلہ وکیل علیگڈہ

(کایستھ کانفرنس مرادآباد ۱۹۰۵ء)

ہم بلاتے تو ہیں ان کو مگر اے جذبۂ دل | ان پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

نوید

بہت ہوئی ہے بزرگان قوم گفت و شنید | جو دی ہے اٹھ کے علیگڈہ کی بھائیوں نے نوید
بس سچ ہے ملتا ہے قسمت سے ایسا وقت سعید | خدا بھی کرتا ہے تحریک نیک کی تائید

مخالفت کا حقیقت میں کوئی کام نہیں
ہمارا حق ہے پس و پیش کا مقام نہیں

اگرچہ آپ کی خدمت میں اہل جاہ و حشم | مگر ہے حوصلہ افزا کچھ آپ ہی کا کرم
بڑا سوال ہے لائق نہیں ہیں جس کے ہم | ابھارتا ہے جو اوٹھ اوٹھ کے جوش خوں ہر دم

برا ہی گر ہے مقدر تو کیا گلہ ہوگا
اسی سوال پہ قسمت کا فیصلہ ہوگا

اگرچہ ہمارے ہی مہمان آپ سب کے رہے | رہے ہمیشہ کو مایوس ہم جواب کے رہے
کہاں کہاں نہیں جلسے یہ روز و شب کے رہے | ہمارے جوش ہمارے ہی دل میں دبکے رہے

کئی برس سے یہ رد کا جواب کیا ہے
نیاز مند ہیں ہم پر عتاب کیا ہے

ہماری آرزوؤں کا ہے آپ ہی پہ مدار | کہیں گے قوم سے بے شبہ ہم پکار پکار
ہوا قبول گذارش میں گر نہیں انکار | مراد آباد میں کنعاں کا تھا لگا بازار

ہر ایک ڈھنگ سے سوا اہتمام لگتے ہیں

غریب بھائی کے کب پورے دام لگتے ہیں

معاف کیجے طرز سخن دلیرانہ
نہیں ہے آپ کے نزدیک کوئی بیگانہ

ہماری عرض ہے آقا فقط غلامانہ
ہر ایک پہ آپ کا الطاف ہے کریمانہ

بڑا ستم ہے جو مایوس ہو کے ہم اوٹھیں
ہمارے سر کی قسم کھا کے اب قدم اوٹھیں

اکھڑے اکھڑے ہیں غلامی میں کیجے منظور
سکندرآباد ہے شیراز کی طرح مشہور

نہ دور یہاں سے علیگڈھ ہے نہ میرٹھ دور
بلند شہر مظفر نگر سہارنپور

ہر ایک کا جوش الگ ہے یہاں تو [illegible] ایک
ہزار دل ہیں ہمارے مگر امید ہے ایک

غریب بھائی ہیں ہم اور ہمارا [illegible] کیا
ہمارے پاس ہے کیا کند مول چال کے سوا

جو کچھ بھروسہ ہے وہ آپ ہی کی [illegible]
ہر ایک ایک عقیدت کا حوصلہ ہے بڑا

یہ راہ کٹنا ہے اور ہم گواہ ہوتے ہیں
ابھی سے دیدہ و دل فرش راہ ہوتے ہیں

ہماری عجز بھری التجا سمجھ لیجئے
الہ آباد کا حق دوسرا سمجھ لیجئے

گوالیار کی جلدی ذرا سمجھ لیجئے
اگر گیا میں گیا تو گیا سمجھ لیجئے

قریب چھوٹ کے ہم کو حضور جاتے ہیں
گھروں پہ آئے ہوئے بھائی دور جاتے ہیں

وجوہ بھی ہیں بزرگان قوم کو معلوم
بلا کے آگرہ سے دیرہ دون تک ہے دھوم

برادری کا جہاں پر بہت بڑا ہے ہجوم
نہیں وہ ٹھٹے ہیں یہاں سے ابھی [illegible] رسوم

پورانی ضد پہ غریب و امیر بیٹھے ہیں
اوسی لکیر پہ سارے فقیر بیٹھے ہیں

بڑائی اپنی حقیقت میں خود حقارت ہے
مخالفت کی ہر ایک بات میں مہارت ہے
ثواب پیر مغاں کی یہاں زیارت ہے
نہ کوئی صنعت و حرفت نہ کچھ تجارت ہے

دل پر شتہ کی جا ہیں کباب سینے میں
ہر ایک صدر نشیں ہے شراب پینے میں

سنوارنا ہے اونھیں کا جو کچھ بگڑتے ہوں
اونھیں سے کرنی ہے صلح جو مفت لڑتے ہوں
اونھیں کے گھر کو بسانا ہے جو اُجڑتے ہوں
سنبھالنا ہے اونھیں کا جو گرتے پڑتے ہوں

ہزاروں طرز ستم ہیں ہماری جاں کے لیے
زمیں ادھر ہی بہت ہے کچھ آسماں کے لیے

نہیں ہیں قابل الطاف خاص ہم ہرچند
ملے نہ آپ کی کرپا کا کیوں ہمیں آنند
مگر یہ بحر کرم تو نہیں کسی پر بند
کہ مستحق کرامت گنہگارانند

خوشی ہے آپکی پھر جائیے جدھر چلیے
یہاں سے اوٹھ کے ہمیں پہلے پاک کر چلیے

نہیں ہے عجز سے خالی کبھی ہمارا سوال
یہیں پہ چھوڑتے ہیں شکوہ ہائے ماضی و حال
یہ جوش خوں ہے سمجھے نہ شاعرانہ خیال
مبارک ہمکو ابھی سے ہو آنیوالا سال

ہمیں بھی قابل شکر و سپاس کر دیجیے
نہیں ہے دور کا تو نہ یہ یاس کر دیجیے

خوشا نوید وہ مقبول جسکی صورت ہے
مخالفت سے بہت صاف دل کدورت ہے

اب اس میں ووٹ کے لینے کی کیا ضرورت ہے ۔ اکثری خوشی کی مبارک ہو شبہ ضرورت ہے

صدر و حکم ہو مضمون طول ہوتا ہے
چیرز دیجئے تو نہ قبول ہوتا ہے

دعا قبول ہوئی چرخ جور بھول گیا
خوشی میں ختم سخن کا میں طرح بھول گیا

زمانہ گردش قومی کا دور بھول گیا
دعائے خاص کا دنیا اک دو بھول گیا

نگاہ بد نہ لگے اپنے میہمانوں کو
خدا سمیٹ کے رکھے آپ سمانوں کو

(چیرز)

شکریہ نظم وہم کایستھ کانفرنس علیگڈھ از منشی بنواری لال شعلہ

جس پر تمام کام کا دار و مدار ہے
پہلے تو شکر رحمت پروردگار ہے

وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

عزیز بھائی اقارب شفیق محسن دوست
عجب ہے لطف نظارہ جدھر کو دیکھتے ہیں

نگاہ چہروں پہ ہے پتلیاں ہیں قدموں میں
لگی ہیں آنکھیں کدہر اور کدہر کو دیکھتے ہیں

کہاں تجلی کے گئے کس کے زیر پا ہو نچے
ٹٹولتے ہیں دلوں کو جگر کو دیکھتے ہیں

مرادآباد سے لائے تھے کس تمنا سے
ہم آج اپنے گئے سال بھر کو دیکھتے ہیں

وہ آرزو تھی کہ جس کے لیے یہی دن تھا
وہ ابتدا تھی کہ جس کی خبر کو دیکھتے ہیں

نبا ہیگا علی گڈھ کا کنفرنس عملی
ہم اپنے خون کے سچے اثر کو دیکھتے ہیں

بزرگ قوم ہیں اصحاب غیر قوم بھی ہیں
کبھی ادہر کو کبھی ہم ادہر کو دیکھتے ہیں

دلوں میں لیتے ہیں انکو تو انکو آنکھوں میں
نظر سے لطف و کرم کی نظر کو دیکھتے ہیں

ادا ہو ملکۂ قیصر کا شکریہ ملکر
کہ جسکے تاج میں ہر اک گہر کو دیکھتے ہیں

گو لطف نظم کا کوئی جلسہ نہیں ہے یہ
بزم سخن نہیں ہے تماشا نہیں ہے یہ

مشہور ہو کلام تمنا نہیں ہے یہ
تعمیل حکم بھی تو زیبا نہیں ہے یہ

گو میں کھڑا ہوں اور ہی امید کے لیے
حالات کچھ ہیں اور ہی تمہید کے لیے

دسواں مرادآباد میں نیوتہ ہمارا تھا
ہمت تھی بھائیوں کی خدا کا سہارا تھا

قبضہ ہمارا خاص ہی مہر و وفاق پر
سچی مخالفت کو بھی رکھتے ہیں طاق پر
ہم وہ ہیں جان دیتے ہیں جو اتفاق پر
ہم وہ ہیں خاک ڈالتے ہیں جو نفاق پر
چنگاریوں کا طرز یہ ناقص صلاح تھی
شعلہ کا پھوٹنا یہ غلط اصطلاح تھی

دل بھی وہی ہی محبت بھی ساتھ ساتھ
تھوڑی سی بیدلی ہی الفت بھی ساتھ ساتھ
جو کھ چکے ہیں انکی ہی ہمت بھی ساتھ ساتھ
زحمت بھی ساتھ ساتھ ہی رحمت بھی ساتھ ساتھ
بدلی نہیں ہی بات نہ بدلے مزاج بھی
ہم گویا اپنے دعووں میں سچے ہیں آج بھی

آئی نہ کچھ سمجھ میں کہ تقریر کیا ہے یہ
جو خاص میرا فرض تھا اس سے جدا ہی یہ
مضمون پروگرام سے کیوں دوسرا ہی یہ
مہماں کھڑے ہیں کہ کیا کہہ رہا ہے یہ
تھوڑی سی مہربانی یہ اک مہرباں کی تھی
میں کسطرف چلا گیا ڈیوٹی کہاں کی تھی

اظہار شکر کی مجھے عزت عطا ہوئی
محفوظ آج تک تھی جو نعمت عطا ہوئی
ہی جسکو تحفہ وہ خدمت عطا ہوئی
اک سال کی دبی ہوئی دولت عطا ہوئی
طاقت بقدر جوش بیاں تو نہیں ملی
سب کچھ ملا مگر وہ زباں تو نہیں ملی

یاں ایک اور عرض ہی گو کچھ قصور ہی
ظاہر پرستی طرز محبت سے دور ہے
کچھ شکریوں کیواسطے حد بھی ضرور ہی
ہم تو مبالغہ سے سراسر نفور ہے
سچے ہو دوست شکرئے کیا چاہئیں

ا خدا سے تھی دعا یہیں ہم انہوں
آنکھوں کی پتلیوں میں جو نقش قدم انہوں

دل ایک روح ایک بدن ایک اک لہو | گل ایک رنگ ایک چمن ایک ایک بو
مدت سے تھی تلاش تو برسوں سے جستجو | بر آئیں سب امید نکل آئیں آرزو

دولت نصیب میں تھی جو پاتو نہیں لائے تھے
یہ وہی تو قدم ہیں جو ہاتھو نہیں لائے تھے

جو کچھ کیا ہی ہم نے کرامات کچھ نہیں | خادم ہیں اسمیں فخر و مباہات کچھ نہیں
کہنے کو ایک حرف نہیں بات کچھ نہیں | ہم کچھ نہیں ہماری مدارات کچھ نہیں

سمجھے معاف اسمیں اگر کچھ قصور ہے
جو کچھ ہی یہ وہ آپ ہی کا سب ظہور ہے

یہ سارا فیض جوالا ہی پرشاد کا ہوا | اک پورا روز بھائی شیو پرشاد کو ملا
اک وقت دوست الشری پرشاد نے لیا | اور بابو رام دیال نے چھینا رہا سہا

عزت یہ میزبانی کی باتوں میں لٹ گئی
دولت ہماری چاری ہاتھوں میں لٹ گئی

ہم کیا ہماری کوششیں کیا ہم نے کیا ہوا | خدمت گزار قوم ہیں فضل خدا ہوا
احسانمندیوں کا یہ کیا شکریہ ہوا | حق تو یہ ہی کہ حق نہیں ہم سے ادا ہوا

بھائی ہو مہرباں ہو فقط مہماں نہیں
تم اپنے میزباں بھی ہو ہم میزباں نہیں

تشریف لائے ہیں جو رؤسا نامدار | رونق فزا ہوئے ہیں جو حکام باوقار

مسدس مشغلہ
(ماخوذ از کتاب جنک نندنی)

اے طبع کس کے حسن تجلی کی ہیں صفات
دنیا لٹائے دیتی ہیں کل اپنی کائنات
پوچھا ور ہو رہی ہیں جو موجود و ممکنات
حسن ازل کو جسم کی جانب ہے التفات
یارا نہیں ہے جگنوں کو اب انتظار کا
پردا اٹھا ہے قدرت پروردگار کا

ہے حکم جسکے شرق سے نکلے نہ آفتاب
لیتا ہے روز خاک سے ذروں کا جو حساب
ہے حکم ایک قطرہ نہ برسائے سحاب
تو حسن پرملا ترا آیا ہے بے نقاب
خود نور بھی جو جلوہ تنویر بن گیا
نقاش آپ اپنی ہی تصویر بن گیا

کیا سبزہ زار خلد جو دنیا کی ہے زمیں
پڑتی نہیں ہے موج ہوا میں شکن کہیں
پہنے ہوئے ہے بر میں قبائے زمردیں
ہوتا نہیں ہے لہروں سے دریا کی چیں جبیں
گرداب یہاں نہیں ہے ذرا پیچ و تاب میں
خلوت نشیں ہیں بحر کی موجیں حباب میں

ریتوں کا جابجا لب دریا قیام ہے
ورد زبان ہر اک کے سر پر رام رام ہے
دھونی رمی ہوئی ہے تپسیا سی کام ہے
لہریں وہ آ رہی ہیں کہ دریا تمام ہے
ہر اک حباب سر کو اٹھائے ہے اوج میں
سرجو کا پانی دبا رہا ہے اپنی موج میں

شادابیاں بہار کی ہیں وا علی العموم
بیکنٹھ بن رہی ہے مگر جھ اودھ کی بھوم

ہے یہاں کی تازگی کی بہشت میں بھی دھوم — رشیوں کی بھیڑ جوگیوں منیوں کا ہے ہجوم

کیسر میں آب پاشی ہے کوثر کے پانی کی
ہر سو سبز ساری کٹیاں ہیں راجہ رانی کی

جنت سے گل پہ گرد بھی غازہ ہو گیا — ہاتھیں لپٹ کے خار کا دروازہ ہو گیا
میوہ جو اوج ہاتھ سے دل تازہ ہو گیا — جنت تیری بہار کا اندازہ ہو گیا

باد سحر کھلاتی ہے پھولوں کو چوم کے
شاخیں پھلوں کو جھنکتی ہیں جھوم جھوم کے

خوش لہجہ طائروں کا ہے شاخوں پہ ازدحام — زریں کوئی ہے سرخ کوئی کوئی سبز فام
ہر ایک کی زباں پہ شری رام رام رام — ہر رنگ پنچھیوں میں ہے ایشور کا پاک نام

آوازیں پیاری وہ آئیں کہ ہر دل پہ چوٹ ہے
چھل مل پہ گویا سارا چمن آپ لوٹ ہے

گلزار کی زمیں کو پتون پہ تھا شرف — ہر غنچہ سبز جیب تھا ہر گل تھا سر بکف
گنبدے کے بار میں رہی تھیں سادھوؤں کی صف — ہوتی تھی والمیک کی رامائن اک طرف

پنچھی جنگل کے پریم سے مصروف جاپ میں تھے
بلبل کے نغمے وید کی دھن اور لے میں تھے

لنکا کو فتح کر کے بھبھیکن کو دے کے راج — چودہ برس میں آئے مہاراج ادھیراج
سونپا ہے بھرت جی نے اجودھیا کا تخت و تاج — بھومی کا بھار اتار کے جوڑا رشی سماج

ہلنے لگی ہے جنبش برگ گیاہ سے
کتنی زمیں سبک ہوئی بار گناہ سے

دربار آج اُس شہ کون و مکاں کا ہے
نظارہ عام جلوۂ حُسن نہاں کا ہے
یہاں وہم کا نہ دخل نہ رستہ گماں کا ہے
کچھ ناطقہ کا زور نہ قابو زباں کا ہے

شوقِ بیاں ہوا جسے خاموش ہو گیا
یاد آیا جسکو وہ سو فراموش ہو گیا

اُمید بیگ کی ہی اور وہ بحر ہوش و دام
ہوتے ہیں راجہ اندر کے دربار خاص و عام
کی لکشمن نے عرض کہ شاہِ فلک مقام
دو سادہو یہاں کے آئے ہیں لو کش ہی جنکا نام

گر حکم ہو تو وہ بھی یہاں باریاب ہوں
اپنا ہنر دکھانے کو حاضر شتاب ہوں

خورشید رو ہے ایک تو ہے ایک مہ جبیں
نقشِ قدم سے اُنکے اجودھیا ہے گلزمیں
ملتی کچھ آپ سے ہے شباہت کہیں کہیں
نو عمر ہونہار جواں مرد اور حسیں

سارے چرتر آپ کے ادبُھت وہ گاتے ہیں
جوگی کے بانکے سے ہیں بینا بجاتے ہیں

حاوی ہر ایک فن پہ ہیں قادر ہنر پہ ہیں
ہمت سے لات مارے ہوئے مال و زر پہ ہیں
سادہو نہیں ہیں گرچہ جٹا جوٹ سر پہ ہیں
ترکش کے باندھنے کے نشاں کچھ کمر پہ ہیں

چہرا ہی سے ہے رنگ شجاعت قبول ہیں
بو کہہ رہی ہے گلشن رگھوکل کے پھول ہیں

ارشاد خاص ہوتے ہی دونوں ہوئے
آئے جھکے چرن چھوئے رکھتے بصد ادب
حیراں تھے دیکھ دیکھ کے دربار دار سب
ٹھہرے عجب جمال عجب تھے نہیں عجب

دونوں کے بحر حسن میں نظارہ غرق تھا

جب سُر ملائے ہیں کے تاروں کو چھیڑ کر
زہرہ نے ساز رکھ دیے پردے ادھیڑ کر

گت سنگیت اور شوق کی فرمائشیں ہوئیں
روپک بند ناٹیاں کی آرائشیں ہوئیں
اور بہت جترنگ گانے کی فرمائشیں ہوئیں
ہر راگنی کے حسن کو زیبائشیں ہوئیں

ہر راگ ہاتھ باندھ کے تصویر ہو گیا
ہر زمزمہ گلے میں مضامیر ہو گیا

الغرض کہا ہماری نمسکار آپ کو
بھومی کا کچھ اوتارنا تھا بھار آپ کو
ڈنڈوت ساشٹانگ ہے ہر بار آپ کو
لینا پڑا اسی لیے اوتار آپ کو

کچھ کچھ کہیں کہیں سے چرتر ہم سناتے ہیں
سیکھا ہے جو گرو سے مہاراج گاتے ہیں

گلشن کی کیسی استتی آرنبھ کی کتھا
شرنگی رشی کی یگیہ وہ اسنتان کامنا
وہ دیوتوں کے ترتن کے آگے پکار تھا
دشرتھ کے گھر میں جنم شری رام چندر کا

ساکار اپنے آپ نراکار یہاں ہوا
بے آئینہ کے عکس نمودار یہاں ہوا

کوشلیا سے وہ رام ہوئے جو ہو دھن
کیکئی کے بھرت اور اذیت وہ باتیں
ماتا سومترا کے لکھن اور شترگھن
وہ یاد دہن نشکنا وہ سشتر نکا فن

آنا وہ بسوامتر کا یگیہ کی سہائی کو
دشرتھ سے لینا رام لکھن دونوں بھائی کو

یگ کشتا اور پھر وہ اسوئمبر کی دھوم دھام
جانا گرو کے ساتھ جنک پور کا قیام

کومل کہاں وہ گات کہاں جھاڑیوں کے بن — جنگل کی دھوپ تاپ کہاں پھول سا بدن
ٹکڑے ہوا نہ کیوں ترا پانی! کٹھور من! — کٹ کر گری نہ جیبھ کہے جس سے یہ بچن
ایسی زباں میں ایسے دہن میں لگی نہ آگ
ہا کیکئی کے کوپ بھون میں لگی نہ آگ

جب حکم رامچندر کو بن باس کا ملا — ہر کا دھرو زمیں ہٹی آسماں ہلا
بیہوش کیکئی کا نہ دشرتھ کا کچھ گلا — خوش دیوتا ہوئے کہ گل آرزو کھلا
لنکا کے جھنڈے جھک گئے اور سرنگوں ہوئے
راون کے سر سے تاج گرا بدشگوں ہوئے

کیا تہلکہ ہے کیوں تہ و بالا ہے اک جہاں؟ — محور پہ ہے زمیں کو وہ گردش کہ الاماں
چکرا رہی ہیں زور میں بھر بھر کے آسماں — آتی ہیں جھنجھنانے کی آوازیں بے گماں
کیلی گھما رہی ہے کلا انقلاب کی
تھالی اچھل رہی ہے عجب آفتاب کی

اخراج کا جو حکم اودھ میں ہوا شیوع — اک حادثہ بلائے قیامت کا تھا وقوع
خورشید حشر! حشر سے پہلے ہوا طلوع — ہر جزو اپنے کل کی طرف کر گیا رجوع
ذرے زمیں سے اڑ کے گرے آفتاب میں
تارے سمٹ کے ڈوب گئے ماہتاب میں

رخصت فلک سے جس گھڑی مہمان شب ہوئے — ماتا پتا سے رام اجازت طلب ہوئے
کیا کیا ہوئے نہ قہر کیا کیا غضب ہوئے — دشرتھ پچھاڑ کھا کے گرے جاں بلب ہوئے
غل ہائے ہائے کا اب عام ہو گیا

ہردم رہے گا نقشِ کفِ پا نگاہ میں
آنکھیں بچھاتی جاؤں گی صحرا کی راہ میں

جنگل ہی ساتھ آپ کے خلدِ بریں مجھے
پربھو انھیں بتادو ٹھکانا کہیں سے مجھے

جو دشت خار دار ہے گلزمیں مجھے
کھائے نہ چرخ اور نہ نگلے زمیں مجھے

روکے ہوئے ہیں شرم سے جانِ حزیں کو ہوں
تکتی ہوں آسماں کو کھرچتی زمیں کو ہوں

صحرا و کوہ و دشت کا کس کو خیال ہے
پیشِ نظر ہے آپ کے جو کچھ مآل ہے

باغ او وہ چھٹے تو چھٹے کیا ملال ہے
ہے ناتھ! سب ہے سہل جدائی محال ہے

کرپا درشٹی آپ کی ہے! دینا ناتھ ہو
وہ! دھنیہ کل بدھو ہے جو سوامی کے ساتھ ہو

آنند نت ہے آپ کے سکھ سے بھری ہوں میں
ظاہر میں گو کہ کالبدِ عنصری ہوں میں

سنسار کے دکھوں سے بھلا کب ڈری ہوں میں
ہم ورجا سے اے مرے سوامی بری ہوں میں

چھو سکتا کون ہے مجھے؟ چھایا ہوں برہم کی
ہیں آپ برہم اور میں ۔ مایا ہوں برہم کی

خلقا کے ہی اسکی ۔ کہ بن میں ہے کچھ خطر
رہنے کو گھر گپھا کے ہیں ۔ اور سایہ شجر

چلنے کا خوف ہے ۔ نہ کسی سنگ کا ہے ڈر
بھوجن کو کند مول ۔ بہت میوہ و ثمر

سونے کو فرشِ خواب پہ سبزہ نہال ہے
پوشش کو بھوج پتر ہیں پتے ہیں چھال ہے

جب جانکی کی عرض تمنا ہوئی قبول

لچھمن بڑھے کہ شرف سعادت کریں حصول

چہرہ اُداس سست بدن اور دل ملول | سر پر چڑھائی رام کے چرنوں کی لیکے دہول

بولے کہ ناتھ! چرنوں سے وابستہ میں بھی ہوں
مجھکو بھی حکم ہو کہ بستہ میں بھی ہوں

وہ! جوشِ خوں نہیں ہی کہ ہو جائے جو خروش | بھائی ہوں! آ رہا ہی اگر تو نہیں لہو کو جوش
دنیا کے عیش و لطف کا باقی ہی کسکو ہوش | ہو تب تھا ہی! نہیں ماتا پتا کا دوش

یہاں! بھرت و شترگھن ہیں اطاعت کیواسطے
یہ داس ہیں ہوں چرنوں کی خدمت کیواسطے

ہی ناتھ! تاب غم کی نہ طاقت بکا کی ہے | حسرت پئے سجود سر نقش پا کی ہے
ساتھ آپ کے چلیں تو خوشی انتہا کی ہے | چھوڑا اگر تو پرانوں کی مرضی فنا کی ہے

بھر آیا دل برادر دلجو کو دیکھ کر
پھڑکی بھجائیں قوت بازو کو دیکھ کر

بولے یہ رامچندر کہ ہی تات ہی لکھن | سب بھائی ایسے پیارے ہیں جسطرح جان و تن
پرمانئے ترے بھگتی بھرے بچن | ایسا نہو کہ جی میں کڑھے بھائی شترگھن

یکساں مجھے تو منزل نزدیک و دور ہے
پر پر یہ جانکی کی حفاظت ضرور ہے

لچھمن! یہ سب ہیں جوڑ کے دہر تیگے کاروبار | اوتار کی غرض ہی کہ دھرتی کا اوترے بھار
ورنہ میری تلاش کا ہے سخت رہگذار | پیدل کی گرد کو بھی پہونچتا نہیں سوار

جو بھگت! رل رہی ہیں محبت کی خاک میں
وہ داخل ہو گئے ہیں مری ذات پاک میں

بھائی بہت سے آئینگے میدان فتنہ خیز
کچھ لیلو ساتھ اپنے گدا گرز برق ریز
تیار ہو کے چاہیے چلنا بے ستیز
جوشن زرہ کمان تبر تیر تیغ تیز

ہر چند ہم کو شتر کی پرواہ کچھ نہیں
فکر شکوہ و منزلت و جاہ کچھ نہیں

بولے لکھن کہ کوئی نہیں آپ کے سماں
کافی ہیں راکشسوں کو دھنش اور میری بان
شان خدا کے سامنے کیا آدمی کی شان
تنہا ہیں اک طرف ہوں رہے اک طرف جہاں

ہر گوشہ کماں میں چھپی کشتی جہات ہے
اک تیر میں بندھی ہوئی کل کائنات ہے

بلوان کوئی کتنا ہو دم میں کروں اسیر
ٹنکور سے کماں کی دہلتے ہیں شور بیر
تحت الثریٰ میں جائے تو لاؤں میں کو چیر
حکم خدا کی طرح سے گرتا ہے میرا تیر

امداد چاہیے نہ کوئی ساتھ چاہیے
ہاں بس یہ صرف آپکا ایک ہاتھ چاہیے

کہہ سنکے آخر ہوگئے آمادہ سفر
سیتاجی پاؤں پڑنے کو نیچا کیے ہیں سر
رگھبیر تو لیے ہیں ہیں ماتا کے چرنوں پر
لچھمن جھکے ہیں سامنے باندھے ہوئے کمر

نکلی نہ منہ سے بات کہ سامان پاس ہیں
کوشلیا اور سمترا ماتا اداس ہیں

رگھو رائی بولے ماتا سے یہ ادھرم کی ہے ٹیک
گو اب ہمارے چھٹنے کا بھاری ہے شوک نیک
بن باس کی ہمارے لیے ہے صلاح نیک
تم کو تو رام بھرت لکھن شتر ہن ہیں ایک

ہم چلے ہیں نگاہ میں وہ بھی نظر میں ہیں

ہم سے زیادہ بیوا کو دو بھائی گھر میں ہیں

ہے بھائی بھرت کو بھی تو اودھ کا راج کا
میں ہوں جلا نہ اس سے نہ وہ مجھ سے ہے جدا
آنیت میں سکھی ہوں جو اسکو تلک ملا
ایک جسم ایک جان ہے اور ایک آتما

اب آگیا کے دینے میں کیا ڈھیل چاہیے
ماتا پتا کے حکم کی تعمیل چاہیے

کوشلیا اور سمترا کا غم سے سر جھکا
ہے شور جاں خراش دم نالہ و بکا
رنواس میں ہے گریہ و زاری کا غلغلا
چھاتی بھر آئی دل امنڈ آیا گلا رکا

کیسا اداس رنگ در و بام ہو گیا
جس گھر میں تھی خوشی وہاں کہرام ہو گیا

سینہ سے غم کی ہوک اٹھی اٹھ کے رہ گئی
تھی رمز خاص اجر طبیعت جو سہہ گئی
آنسو کی ندی آنکھوں کے رستے سے بہہ گئی
پر بل تھی ہوئی کان میں کچھ آ کے کہہ گئی

ساکت مثال بت دم تقریر ہو گئیں
حیرت سے دونوں ایک سی تصویر ہو گئیں

پھر بھر کے کوکھ پھٹی کلیجہ دھڑک اٹھا
ماتا کو اور پیارا ہے کیا پتر کے سوا
لپٹا رہیں ہیں چھاتی سے لڑکی نہیں جدا
ہوتی ہے ہائے ہائے بڑی ماں کی مامتا

سنبھلے بدن نہ ضعف سے اگر گر کے رہ گئیں
نکلی نہ جان پتلیاں پھر پھر کے رہ گئیں

ماتاؤں کے بلاپ سے کیا کیا ملال ہیں
مرجھائے سے کنول ہیں کہ تھرے نڈھال ہیں
پژمردہ گھر کے چھوٹنے سے کچھ خیال ہیں
چرنوں میں سر دھرے ہوئے گودی کے لال ہیں

شفقت کا سایہ کرتے ہیں سیمیں بر دونہ ہاتھ
پیشانی چوم چوم کے پھیرے سروں پہ ہاتھ

بیدیہی چرنوں میں جو گریں دوڑ کی آگ
بس میں نہ رامچندر۔ نہ بس میں ہے دیو بیتاگ

بولیں! کہ ہم سی ہوگی نہ ماما کوئی ابھاگ
سیتا کو دیں! ایسیں سدا ہو اچل سہاگ

لے لے بلائیں دیدے دعائیں نثار تھیں
دونوں لگا لگا کے گلے! بیقرار تھیں

ہا! رامچندر! ہائے لکھن کی بڑی پکار
چلاتی تھیں سمترا! رو رو کے زار زار

ہا! کل بدہو ہماری سبا! ہائے ہا ہا کار
کہتی پھریں تھیں ماتا کوشلیا! یہ بار بار

ہے پران! تو ہی چل کے ذرا کچھ تو کام لے
کوئی ہتو نہیں ہے! جو جاتوں کو تھام لے

چل کر وہاں سے کوپ بھون کو جو آئی پاس
یوں کہکی لائی کیکئی! بن وباس کا لباس

دیکھا کہ راو ہیں پڑے بیہوش و بیحواس
چودہ برس نہ رکھیو! و وہ دیکھنے کی آس

اب شوک راج چھٹنے کا کرتے ہوئے پھرو
پنیو کی طرح بن میں بچرتے ہوئے پھرو

بیہوش راؤ تھے! مگر آہٹ پہ کان تھے
دھرتی پہ تھے پڑے ہوئے بگڑے نشان تھے

بدخواہ کیکئی کے بچن۔ دل میں بان تھے
ہا! رام تھا زباں پہ ہونٹوں پہ پران تھے

آنکھوں سے چل! بسا تھا لیکر لہو کو ساتھ
دیکھا جو دونوں پتر و نکو اور کل بدھ کو ساتھ

دشرتھ یہ بولے شوک سے روتے ہوئے اہو

ہا! دشٹ! کب سے گھات میں اے کیکئی تھی تو

چوٹی گندھی پہاڑونکی ہونے لگے سنگھار
بادل کی دہوپ چڑہتی اُترتی ہی بار بار
مالا سفید ہو گئی بگلوں کی ہو قطار
کوثر کی موجیں مار کے گرتے ہیں آبشار
ہر سنگ رنگ و بو میں گل نو دمیدہ ہے
ٹیلو پہ زلف کی طرح سبزہ خمیدہ ہے

دریا کو جوش ہو کہ پکاریں چرن کنول
موجونکو اشتیاق ہیں پڑتی نہیں ہو کل
بھر رکھا ہی حبابوں کے کلسو میں گنگا جل
ساحل کو دیکھتا ہی تلاطم اُچھل اُچھل
بہر نثار موتیوں کی اُٹھتی اچھال ہے
سورج کا عکس پانی میں سونیکا تھال ہے

رتھ پر ہوئے سوار سیا۔ رام۔ اور لچھمن
صحرا نہال ہو گیا پھولا ہوا ہے بن
نکہت چمن کی لے کے چلی گود میں چمن
ہیں ہمرکاب رام۔ اجودھیا کے مرد و زن
انسان و وحش و طیر کا اک اژدہام ہے
ہمراہی ہیں درختوں کو قصد خرام ہے

تھے دو رستوں کو جمع زن و مرد ہر طرف
افسوس سے ملے تھا ہر اک اپنے دست کف
گریاں تھے اہل شہر دو رویہ بندہی تھی صف
دسرتھ کا راج پاٹ ہوا ہائے کیا تلف
کل گھر سجے تھے آج وہ ابرباد ہو گئے
کوچے اودھ کے گوشۂ فریاد ہو گئے

کچھ چل کے آج اساحل دریا پہ ہے قیام
شب بھر یہیں ہو بسرا مہاراج کا مقام
تمسا ندی پہ پہونچ گیا قافلہ تمام
جامہ سے اپنے پھول رہی ہی اودہ کی شام
آرامگاہ بن کے زمیں فیضیاب ہے

گنگا کی تہ میں جھلکتی تھی کشتی کی آب و تاب | تو چھاؤں سے مچھلیاں اچھل کر دکھاتی تھیں آب
اس وار سے وہ پار سبک رو گئی شتاب | ٹوٹی نہ ایک موج نہ پھوٹا کوئی حباب

پروا تھی بھنور کی نہ پروا جھال کی
رفتار ناؤ کی تھی روانی خیال کی

لے کے بھگتوں کو ناؤ کی جانکی کا ہے یہ بیان | لہرا رہے ہیں سر پہ جو بن کے بادبان
تختوں پہ رامچندر و سیتا ہیں براجمان | پیچھے لچھمن کھڑے ہیں لیے تیر اور کمان

کشتی تھی گنگا ماں کو معمول سے بھی کم
پر ہمانند کا ہے بوجھ مگر پھول سے بھی کم

اترے جو رام ناؤ سے جیکارہ گونج اٹھا | جے رام چندر جی کی جے جے لچھمن سیا
گنگا میں تیری پھرتی تھی جیکارہ کی صدا | آواز بازگشت کا دریا میں شور تھا

گنگا بجا رہی تھی بھنور موج آب سے
آتی تھی سنکھ دھن کی صدا ہر حباب سے

لے جانکی لچھمن کو کنارہ پہ ٹھہرے رام | بولیں سیتا کہ ہے سری گنگے تو تیرا نام
سنسار پار کرنا ہی بھاگیرتھی کا کام | سب پاپ گشت دوش کو چھٹے تمہارا نام

تم وہ ہو ہے کون؟ جسے لیا دوار آپ کا
بھرپور موتیوں سے ہے بھنڈار آپ کا

کرتار تم سے ہوتے ہیں سادھو بھی رتی | اک بوند منہ میں پڑ گئے پر انت میں گتی
اب ہاتھ جوڑ کے متی سے بھگتی | آئیں خوشی کشل سے اودھ میں آؤ دہ بتی

پھر دیکھوں بالی لوٹ کے پروا آپ کا